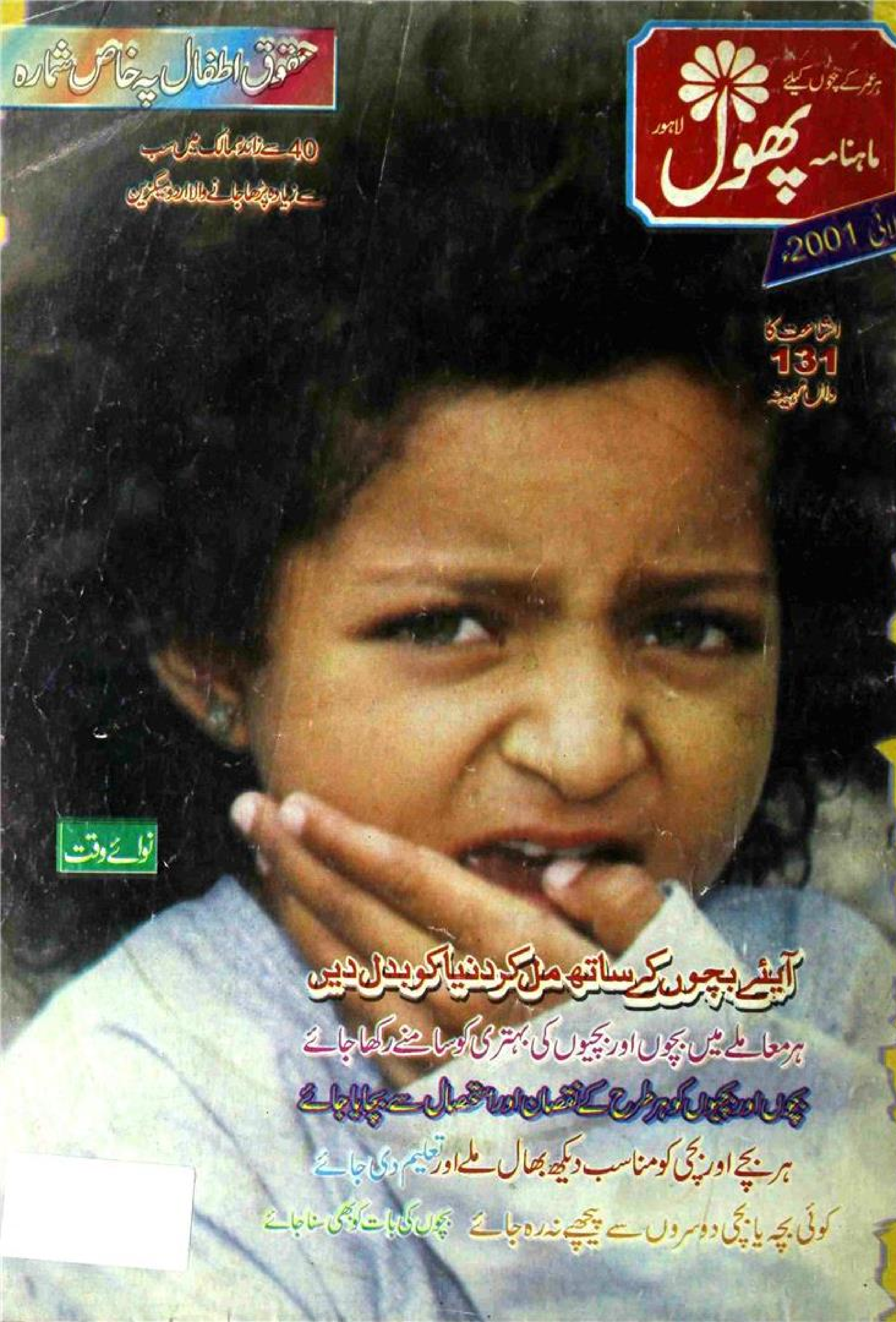


ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول لاہور
جولائی 2001ء

حقوق اطفال پہ خاص شمارہ

40 سے زائد ممالک میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو میگزین

اشاعت کا 131 واں مہینہ

آیئے بچوں کے ساتھ مل کر دنیا کو بدل دیں

ہر معاملے میں بچوں اور بچیوں کی بہتری کو سامنے رکھا جائے

بچوں اور بچیوں کو ہر طرح کے نقصان اور استحصال سے بچایا جائے

ہر بچے اور بچی کو مناسب دیکھ بھال ملے اور تعلیم دی جائے

کوئی بچہ یا بچی دوسروں سے پیچھے نہ رہ جائے

بچوں کی بات کو بھی سنا جائے

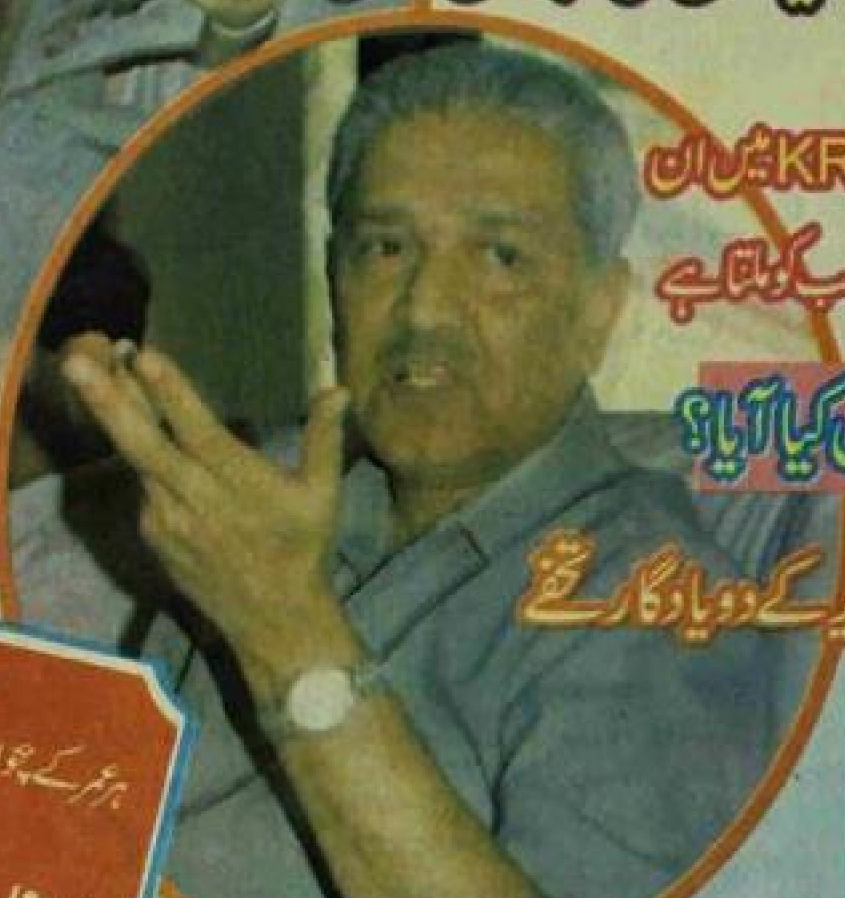
نوائے وقت

جیولری والوں نے ایک بچی کو واپس کیوں کر دیا!

دیکھ لیں آئندہ شمارہ
کہیں miss نہ ہو جائے



جب 30 رکنی پھول ٹیم
محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی مہمان ہوئی



ان یادگار اور انمٹ لمحوں کی تفصیل جو KRL میں ان
کے ساتھ گزرے   ایسا موقع کب سب کو ملتا ہے

ان کے جانے کے بعد پہلا خیال کیا آیا؟

پھول کی پوری ٹیم کے لیے ڈاکٹر قدیر کے دو یادگار تحفے

ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر پورے زور
سے کس نے چیخنے کا نتیجہ کیا نکلا؟

ماہنامہ پھول لاہور
ہر عمر کے بچوں کیلئے

بس یہی بات ہے
جو مجھے سازشوں اور شرارتوں سے بچا لیتی ہے

یورپی ٹی وی پہ قومی رسوائی کے کیا مناظر دیکھ کر ایٹم بم بنانے کا خیال آیا؟

یہی نہیں اور بھی بہت کچھ

انتظار کیجیے اب اگلے ماہ ہی آپ اس ملاقات میں شریک ہو سکیں گے

حقوق اطفال پہ خاص شمارہ

ماہنامہ پھول لاہور

ہر عمر کے بچوں کیلئے

چیف ایڈیٹر... مجید نظامی

ایڈیٹر... اختر عباس

جولائی 2001ء

میرا نام.......... ہے
اور یہ میرا پیارا پھول ہے
اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ
نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔
آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
امی ابو نے جو کام کہے تھے وہ کر لیے ہوں

پھول کی ادا سب سے جدا

پھول رنگ

سب ایڈیٹر... منظر وحید

ڈیزائنر... عامر شکیل عامر

السٹریٹر... آیت اللہ

انچارج پھول کلب... محمد اعظم یاد

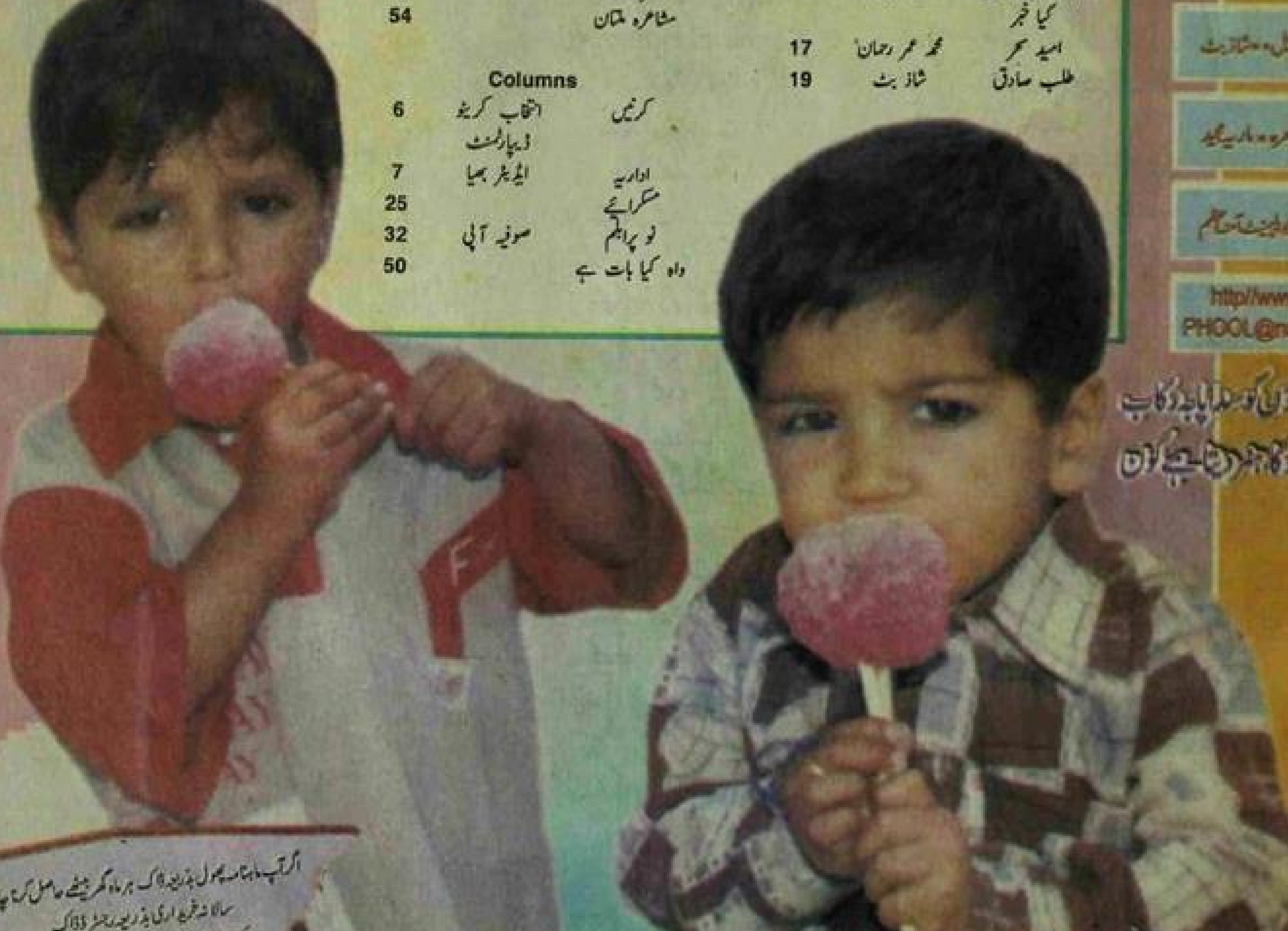
لے آؤٹ... شعیب قادر

انچارج پھول سٹڈی سرکل... شاذ بٹ

انچارج کہانی گھر... ماریہ مجید

انچارج پھول ایجوکیشنل سروس... آصف اعظم

http://www.phool.com.pk
PHOOL@nawa-i-waqt.com



اگر آپ ماہنامہ پھول بذریعہ ڈاک ہر ماہ گھر بیٹھے حاصل کرنا چاہیں
سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک

پاکستان میں	400 روپے
براعظم یورپ ایشیاء	1200 روپے
براعظم امریکہ آسٹریلیا	1400 روپے

ماہنامہ پھول 4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور
فون 4-6367551 فیکس 6367616

مجید نظامی پرنٹر پبلشر نے ندائے ملت پریس سے
چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے شائع کیا۔

کرنیں

نئی نسل

ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ ہم نئی نسل میں کیڑے نہیں ڈال رہے بلکہ اپنے مستقبل میں کیڑے ڈال رہے ہیں۔ ہم نے اس حقیقت کو کبھی تسلیم نہیں کیا کہ نئی نسل ہمارا مستقبل ہے۔ ہم نے کبھی اسے اہمیت نہیں دی، ہمیشہ اسے کنڈم کیا، ہمیشہ اسے رد کیا۔ ہم نے کبھی نئی نسل کو حالات حاضرہ نہیں سمجھا۔ ہم نے کبھی اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا کہ بچے کا نوجوان بننا، نوجوان سے جوان بننا اور پھر بڑا بننا ایک Process ہے۔ ایک ارتقائی پروسس جس میں فرد پر لازم ہے کہ وہ ہر اپنے دور کو جئے، پر اپنے دور کو دل کھول کر اپنائے۔

اگر وہ اپنے ہر دور کو اپنا کر بڑا نہیں ہوگا تو اس کی تکمیل نہیں ہوگی۔ ہر باپ کی خواہش رہی ہے کہ میرا بچہ بڑا ہو کر میرے جیسا بنے۔ ہر باپ سمجھتا ہے کہ میرا دور جس میں میں نے زندگی گزاری ہے، بہتر تھا اور پرانے والا دور بدتر ہے۔ کسی باپ نے یہ نہیں سوچا کہ میں اپنے بیٹے کو ایسا بنادوں کہ اس میں اپنے یعنی آنے والے دور کے مطابق جینے کی صلاحیت پیدا ہو۔

(تلاش۔ ممتاز مفتی)

خدایا میں کہاں پر آگیا ہوں

مجھے لگتا ہے امی
میں بڑھاپے سے بھری بستی میں آ کر
پھنس گیا ہوں
یہاں ہر شخص بوڑھا ہے
یہ چودہ سال کی بہنا
یہ سولہ سال کا بھائی
یہ دونوں آپ
یہ گہرے سلیٹی رنگ کی
بے رنگ سی دنیا
خدایا میں کہاں پر آگیا ہوں
یہاں ہنسنا ہنسانا جرم لگتا ہے
یہاں پر زندگی کے گیت گانا
BAN ہے شاید
مرا کیا جرم ہے امی
مجھے لگتا ہے امی آپ سب صیاد ہیں میرے
مرے پر کاٹ کر
پنجرے میں رکھ لینے کی اک خواہش
بس اک خوش رنگ سا طوطا
میاں مٹھو

انتخاب: پھول کری ایٹوڈ پارٹمنٹ

کہ جب چاہا
میاں مٹھو میاں مٹھو کہا
بہلایا
خوش کر لیا
اپنے بڑھاپے کو
تعجب ہے مجھے امی
کہ اپنے دوستوں میں آپ ہنستی ہیں
مجھے سچ سچ بتائیں آپ کو ہنسنا بھی آتا ہے؟؟
کوئی حس لطافت آپ میں بھی ہے؟؟
کوئی Sense of Humour
آپ میں بھی ہے؟
مجھے تو آپ سارے
دکھ کے مارے
بوڑھے بوڑھے لوگ لگتے ہیں
کہ جنکی ساری کوشش ہے
مجھے بھی توڑ کر رکھ دیں
دکھی
سنجیدہ
گہرے رنگ
میرے منہ پہ بھی مل دیں

....

میری امی میرے ابو
مجھے انگریزی گانوں، کارٹونوں سے تو نہ روکیں
مجھے وہ "ویلری بابا"
وہ چھوٹی چھوٹی زندہ لڑکیاں
"سی شیل" وہ "ڈی جے"
مکمل زندگی والا وہ "فل ہاؤس"
وہ سارے خواب
ساری خواہش
جو میرے اندر ہیں
انہیں باہر تو آنے دیں
بلقیس محمود

بچے جنت کے پھول ہیں

اسلام کہتا ہے کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے عظیم ترین نعمت ہے۔ اس کی پرورش اور نشوونما اس کی تعلیم و تربیت اس کے ساتھ شفقت و رحمت اور اس کی حفاظت کرنا اور لڑکے اور لڑکی میں فرق نہ کرنا اسلام میں عبادت کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک دن ایک صحابی حضورؐ کی خدمت میں اپنا بچہ لے کر حاضر ہوئے اور آپؐ کے سامنے پیار سے اپنے بچے کو چومنے لگے تو آپؐ نے پوچھا "کیا تم کو اپنے بچے سے محبت ہے؟" انہوں نے عرض کیا "جی ہاں" آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "یاد رکھو اللہ تعالیٰ بھی تم سے اسی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔"

نبی اکرمؐ کی ایسی تربیت اور دل کی نرمی و پاکیزگی کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کو وہ لوگ کبھی اچھے نہیں لگتے تھے جو اپنی اولاد سے محبت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک شخص کو عامل مقرر کیا۔ ایک دن گفتگو کے دوران اس نے کہہ دیا کہ میرے کئی بچے ہیں۔ مگر میں نے آج تک کسی کو چوما تک نہیں ہے۔ اس کی یہ بات سن کر جناب فاروق اعظمؓ سخت ناراض ہوئے کہنے لگے "اللہ تعالیٰ صرف محبت کرنے والے انسانوں پر رحم فرماتا ہے۔ جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔

اس کا قابل تقلید پہلو یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے بچوں کے علاوہ دوسروں کے بچوں سے بھی بہت محبت کرتے تھے۔ نبی اکرمؐ راستے میں گزرتے بچوں سے پیار کرتے۔ انہیں اپنی سواری پر بٹھا لیتے۔ نماز پڑھتے ہوئے بچے آپ کے اوپر سوار ہو جاتے اور آپ اپنا سجدہ طویل کر لیتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ راستے سے گزر رہے تھے۔ آپؓ نے بہت سے بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا تو وہاں ٹھہر گئے اور سب بچوں کو دو دو درہم دیئے اور پیار کیا۔ صحابہ کرامؓ بچوں کی پرورش میں بڑا اہتمام کرتے تھے اور اسے دینی فریضہ سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ حضور اکرمؐ نے قریش کی خواتین کی اس خصوصیت کو بطور خاص بیان فرمایا کہ عرب کی عورتوں میں قریش کی عورتیں سب سے اچھی ہیں کہ بچوں سے ان کے بچپن میں نہایت محبت رکھتی ہیں۔

حضرت ام سلیمؓ بیوہ ہوئیں تو اس وقت ان کے صاحبزادے حضرت انس بن مالکؓ بچے تھے۔ انہوں نے اسی وقت یہ عہد کر لیا کہ جب تک انس بن مالکؓ کی مکمل پرورش نہ ہو جائے۔ میں تب تک دوسری شادی نہیں کروں گی اور انہوں نے اس وعدے کو پورا کر دکھایا۔ حضرت انسؓ بار بار کہتے اللہ تعالیٰ میری ماں کو بہت اچھا صلہ دے کہ انہوں نے میری پرورش کا حق ادا کیا۔

(روشنی..... مولانا محمد متین ہاشمی)

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس کا سارا دھیان چھپکلی کی دم میں اٹکا ہوا تھا۔ "میں جو چھپکلی کی کٹی دم ہوتا تو اپنے اصلی وجود سے ملنے کی آس میں یونہی تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا" وہ دھیرے سے بڑبڑایا تھا۔ ہم دونوں سکول کے احاطے میں ایک اداسی سے بھرے بنچ پہ بیٹھے تھے اور میں پورے دھیان سے اسکی آنکھوں کو دیکھے جا رہا تھا۔ کچھ آنکھیں دیکھنے والی ہوتی ہیں کچھ دکھنے والی مگر یہ تو اندر کھب جانے والی تھیں...... اس کی پہلی نظر اور پہلے قدم سے ہی میرے اندر محبت کی گھنٹی بج اٹھی تھی اور میں نے سارے حفاظتی بند کھول کر پرنسپل آفس میں ہی اسے گلے لگا لیا تھا۔

"کسی کے پاپا کے پاس تھوڑے پیسے ہوں تو کیا وہ پاپا نہیں رہتے" ...... مجھے لگا وہ ابھی سسک پڑے گا۔ کتنی دیر لگی تھی اس سے بات کرنے کی فریکونسی ڈھونڈنے میں وہ مجھے اپنے پاپا سے ملنے نہیں دیتے۔ کہتے ہیں وہ اچھے نہیں لگتے...... پاپا اچھے نہ لگیں تو کیا وہ پاپا نہیں رہتے...... پاپا ہونے کیلئے کیا سبھی کو بہت راضی رکھنا پڑتا ہے" میں اسے کیسے بتاتا کہ میرے بچے! زندگی اس جزیرے کی طرح ہوتی ہے جہاں پر خوابوں اور عذابوں کے بہت درخت ہوتے ہیں۔ دھوپ لگے تو سایہ نہیں دیتے اور بھوک لگے تو پھل دور ہوتا ہے ہاں ناامیدی کی لہریں اٹھتی ہیں۔ ان سے ٹکراتی ہیں اور اندر باہر کی تنہائی بڑھاتی ہیں۔ ایسی تنہائی کے بہت دکھ ہوتے ہیں اور ایک عمر تک اکیلے ہی سہنے پڑتے ہیں۔ سکول آتے ہوئے میرے ہاتھ میں بچوں کے حقوق کے کئی بروشر تھے۔ کتنے ہی پمفلٹ جو میں پچھلی نشست پر اوپر تلے رکھ آیا تھا۔ مجھے واپس جا کر ایک خاص تحریر لکھنی ہے۔ بچوں کے حقوق پہ ہوئی عالمی سربراہی کانفرنس کے فیصلوں کی حمایت میں نئے نئے دلائل ڈھونڈنے ہیں خوب صورت تصاویر کا پورا البم میرے پاس ہے۔ اب ان کیلئے سلوگن بنانے ہیں۔ جملے سوچنے اور شعر ڈھونڈنے ہیں ان تصویروں اور تحریروں کو دیکھتے پڑھتے ہوئے کتنا خوش تھا کہ اس لمحے میرے پاس بچوں کے بارے میں ان کے حقوق کے بارے میں کتنا علم اور کس قدر معلومات جمع تھیں ایک ایک جملہ اٹھ کر مجھ سے ہاتھ ملا رہا تھا۔ اپنا تعارف کروا رہا تھا۔ اور میری گردن دھیرے دھیرے تن رہی تھی۔ آؤ بے خبرو! بے ہنرو کم فہمو! ہاتھ بڑھاؤ میں تمہیں یہ علم دان کروں...... تاکہ تمہارا شمار بھی اہل علم و اہل خبر میں ہونے لگے...... تمہاری جھکی گردنیں اور مرجھائے چہرے بھی بڑی طاقتوں کے دیئے بڑے علم سے سرفراز ہو سکیں۔ فخر پا سکیں...... مگر کیا ہوا کہ ایک ٹیلی فون کال نے سوچ کا سارا محل زمین بوس کر دیا۔

"سنا ہے آپ بچوں کی کونسلنگ کرتے ہیں!" یہی سوال تھا "آپ کو کیسے پتا چلا" میرے منہ سے جواب سوال بے دھیانی میں ادا ہو گیا تھا۔ میڈم شاہین عتیق الرحمن نے ماہرین تعلیم کی ایک کانفرنس میں بتایا تھا کہ آپ گمشدہ اور گھروں سے بھاگے بچوں کے لئے نگہبان سنٹر بھی چلاتے ہو...... ان کے مسائل سنتے اور حل بتاتے ہو۔ میں نے کچھ جاننے والوں سے پوچھا تو علم ہوا کہ آپ کے ہاں بچوں کیلئے سوشل سروس کا باقاعدہ شعبہ ہے جو ان کے ذاتی سماجی اور تعلیمی مسائل کو سنتا ہے اور پوری توجہ اور محبت سے حل کرتا ہے میں چپ تھا مجھے چپ ہی رہنا زیبا تھا۔ سیانے کہتے ہیں جہاں اپنا ذکر ہو وہاں خاموشی عبادت کا درجہ پاتی ہے۔ اپنے لئے کلمہ تحسین دوسرے کے ہونٹ کہیں تو شکر کرو۔ خود اپنے ہونٹ بلے تو خود ستائی' اس سے گرے تو خودنمائی' اور یہ وہ آگ ہے جو جلاتی ہے مگر دھواں نہیں دیتی۔ صرف بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔ نیت ارادہ اور کام خالق اور مالک کی خوشی اور اس کی مخلوق کے سکھ آرام کا ہے تو دھیان اسی پہ رہے تعریف راہ کھوٹی نہیں کرتی۔ اکثا لیتی ہے بہکا لیتی ہے اکثر بھٹکا دیتی ہے۔ میری طرف سے خاموشی طویل ہوئی تو خاتون بولیں آپ کسی روز ہمارے سکول آ سکتے ہیں۔ ایک بچے کو آپ سے ملوانا ہے بہت پیارا بچہ ہے اور ایک ایسے مسئلے سے دوچار ہے جس کی ہمیں خبر نہیں...... اگلے روز دفتر جانے سے پہلے میں نے انہیں کال کی اپنی دستیابی کا بتاتے ہوئے آنے کی اجازت چاہی۔ بچے سے ملاقات ایک گھنٹے بعد ممکن ہوئی تب وہ پیپر دے رہا تھا۔ میڈم مجھے پرنسپل اور انتظامی سربراہ سے زیادہ ایک شفیق اور فکرمند ماں لگی جسے یہ فکر ہو کہ بچے نے ابھی تک کھانا کیوں نہیں کھایا۔ انہیں فکر تھی کہ کئی مہینوں سے بچہ دوپہر کے وقفے میں کلاس سے نہیں نکلا کسی سے بات بھی نہیں کرتا اور مسکراہٹ تو شاید اسے چھو کر بھی نہیں گزری...... ہر بات پر جی کر کے خاموش ہو جاتا ہے...... خلا میں گھورتا اور دور کہیں کھویا رہتا ہے اس کے گھر والوں کو بہت پیغام بھجوائے۔ کسی نے آ کر خبر تک نہیں لی' پیغام کا جواب تک نہیں دیا...... میرا اپنا نہیں تو میرے اپنے بچوں جیسا تو ہے۔

وہ بول رہی تھیں اور میری خاموشی دعا میں ڈھل رہی تھی مولا! ایسی مائیں سلامت رکھنا' ان کے اپنے لعل' اپنے گھر سلامت رکھنا جو دوسرے بچوں کے درد چننے اور مسکراہٹیں ڈھونڈنے میں لگی رہتی ہیں سچ کہتے ہیں کہ دوسروں کی محرومی اور کمی کو دل کی آنکھ سے دیکھو وہ جلدی پہچان لیتی ہیں۔ جن کی آنکھیں آنسوؤں سے محروم ہو جائیں انہیں ظلم سے رلایا جاتا ہے۔ اسی لئے ظلم ہمیشہ سے ہے اور رہے گا۔ چھوٹوں پہ بڑوں پہ دلوں پہ ذہنوں پہ رشتوں پہ اس کا زور چلتا ہے۔ چلتا رہے گا۔ اللہ کے نظام میں اس کا کوئی تو مقام ہو گا ورنہ یہ ہوتا ہی کیوں؟

دوسروں کے دکھ کو محسوس کئے بغیر نیکی' خیر اور ہمدردی کا پودا لگ تو جاتا ہے مگر خوشبو دیتا ہے نہ قدآور ہوتا ہے۔

تعلق کو محبت کا پانی ملے تو ایسے ہی ہے جیسے مچھلی کو پانی مل جائے۔ عمر احترام اور رتبہ حائل رہے تو تعلق نہیں بنتا...... اب اس بچے سے میری باتیں ہونے لگی تھیں "تمہارے پاپا سکول آ کر تم سے کیوں نہیں مل لیتے"

"کوئی ملنے دے تو ناں...... وہ تو ہر بار میرا سکول ہی بدل دیتے ہیں ...... کہتے ہیں پاپا کو رلاتا ہے۔ انہیں کیسے بتاؤں کہ میں خود روتا رہتا ہوں ...... پاپا جانے کیسے ہوں گے میں تو ان سے دور ہوں اب ان کے بازوؤں پہ کون سر رکھ کے سوتا ہو گا" ......

واپسی پہ میں سوچتا ہوا آ رہا تھا کہ کاش اس کے مسئلے کا حل میرے پاس ہوتا۔ مجھے کہیں سے اس صندوق کا پتہ چل جائے جس میں اس جیسے پیارے بچوں کی خوشیاں بند ہیں تو پھر چاہے چابی کتنی ہی بڑی ہو تالا کیسا ہی وزنی کیوں نہ ہو میں جی جان سے کھولنے لگ جاؤں اور ساری خوشیاں اور مسکراہٹیں نکال کر ہر ہر بچے کے چہرے پہ سجا دوں...... جہاں سے وہ چھینی گئیں...... میڈم پرنسپل نے آتے ہوئے صرف ایک جملہ کہا تھا۔ آج یہ بچہ چھ ماہ میں پہلی بار مسکرایا ہے...... بچے کو رخصت کرتے ہوئے میں نے کہا تھا بیٹے کل تم بڑے ہو جاؤ گے...... حوصلہ مت ہارنا۔ ہمت کو کمزور مت پڑنے دینا اپنے پاپا کو خود سے ڈھونڈنا...... بہت ممکن ہے تیرے آنے کیلئے انہوں نے ہر راہ پہ چراغ جلا رکھے ہوں......

اختر عباس' آپ کے ایڈیٹر بھیا --- یکم جولائی 2001ء



ایک وجود کی کہانی ۔۔اس سے ساری خوشی چھن گئی تھی...... صحی احمد بڑے دنوں بعد آئی ہیں' خاص نمبر کیلئے خاص کہانی کے ساتھ ایک برگر کے ساتھ جو اچانک کوئلے کی طرح جلنے لگا تھا

برگر میرے سامنے رکھا تھا اور اذیت تھی کہ بڑھتی چلی جارہی تھی۔ میں تو بڑے دھڑلے سے کہا کرتا تھا کہ لوگ پتہ نہیں اتنے خود غرض کیسے ہوجاتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچوں پر بھی رحم نہیں کھاتے' لیکن آج خود غرضی میرے چاروں طرف دھمال ڈال رہی تھی' پوچھ رہی تھی کہ اب پتہ چلا...... ؟

وہ چہرہ میرے ذہن کی چاردیواری سے جیسے چپک گیا تھا اور مجھے بار بار اسی اذیت میں دھکیل رہا تھا جس سے میں پیچھا چھڑانا چاہتا تھا میری شخصیت کے سومنات میں دھرے وہ سارے بت جنہیں بڑے فخر سے میں خلوص بے غرضی اور رحم دلی کا نام دیا کرتا تھا وہ سب اس کے چہرے نے آج تباہ کرڈالے۔

''امی' امی......'' مجھے لگا کہ میں چیخ رہا ہوں' امی کا گھبرایا ہوا چہرہ دیکھ کر مجھے بریک لگی۔

''کیا ہوا ہنی؟'' ان کی آواز سے پریشانی عیاں تھی' میں ان کو دیکھنے لگ گیا یہ ماں کتنی بے غرض ہوتی ہے ناں' خود غرضی یہاں تو ہار جاتی ہو گی لیکن پھر بھی مجھے تو ہرا گئی آج۔

''ہنی' بولو ناں بیٹا آخر کیا ہوا ہے'' انہوں نے عجلت میں پوچھتے ہوئے مجھے ہلکے سے جھنجھوڑا تو میں ایک جھٹکے سے واپس آیا'

''وہ ایسا ہے امی کہ...... یہ برگر لے جائیں''

میں ہولے سے بولا

''کیا......؟ دماغ تو درست ہے تمہارا ...... یہ برگر اٹھانے کے لئے تم نے میری جان نکالی تھی۔ تم لوگ تو مجھے مار کے دم لو گے آواز تمہاری یوں آئی کہ پتہ نہیں کس تکلیف میں ہو حیدر مجھے بالکل پسند نہیں آئی تمہاری یہ حرکت......''

وہ پریشانی بھول کر زبانی کلامی میری درگت بنانا شروع ہوچکی تھیں مگر میں ان کو کیسے بتاتا کہ میں سچ مچ ایک عذاب میں ہوں وہ ساری خوبیاں جو سب کو اور خود مجھے بھی اپنے اندر نظر آتی تھیں وہ اب عجیب وغریب شکلوں میں ڈھل کر میرا اندر مضحکہ خیز بنا رہی تھیں۔

''بس آپ یہ لے جائیں ناں' مجھے نہیں کھانا''

''بری بات ہے ہنی' چھوٹے بھائی سے ناراض نہیں ہوتے اسے اگر پتہ ہوتا کہ تم اس کے لئے برگر لارہے ہو تو وہ کبھی کھاتا نہ کھاتا اس کو تو پسند ہی بہت ہے مگر اب تم اس کو ضائع مت کرو' تم نے خود صبح سے کچھ نہیں کھایا' تمہیں تو چاہئے تھا کہ جب علی نے لیا اسی وقت کھا لیتے'' وہ یہ کہتی ہوئی اٹھ گئیں۔ وہ سمجھ رہی تھیں کہ میں سعد کے نہ کھانے سے خفا ہوں حالانکہ ایسا نہیں تھا میں کیا کروں میرے رب...... مجھے معاف کردے میری بھول معاف کردے مالک...... مجھے ویسا بنادے جیسا تو پسند کرتا ہے۔ مجھے معاف کردے مالک ...... میں شاید رو رہا تھا۔ کبھی کبھی بظاہر چھوٹی نظر آنے والی بات گولی کی طرح لگتی ہے اور دل چیر کے رکھ دیتی ہے کبھی کبھی بہت مضبوط نظر آنے والا بندہ ایسی ہی کسی بظاہر معمولی بات سے ہار جاتا ہے میرے ساتھ بھی یہی ہوا' میں حیدر عزیز ہر جاننے والے کے نزدیک بے حد نرم دل' بے لوث اور بے ریا لڑکا مانا جاتا ہوں۔ میری شخصیت کا بت میری اپنی نگاہ میں بھی ٹھیک ٹھاک اونچا تھا۔ لیکن آج اتنی ہی

اونچائی سے وہ بت دھڑام سے گرا تھا۔

فنانشلی ہمارے حالات کچھ سالوں سے ٹھیک نہیں جا رہے تھے لیکن بھرم کا ایک لباس آج بھی ہمارا پردہ چاک ہونے سے بچا لیتا تھا اکثر قریبی دوست بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ میری جیب میں ایک روپیہ بھی نہیں ہوتا۔ سو یونیورسٹی کی دیگر عیاشیاں میرے ہاتھ سے باہر ہی تھیں۔ وائٹ کالر لوگوں کو اپنا بھرم رکھنے کی خوب پریکٹس ہوتی ہے کبھی ان کا گلہ خراب ہوتا ہے کبھی معدہ اور کبھی گھر سے خوب ناشتہ کر کے آئے ہوتے ہیں تو کبھی باہر کی چیزیں کھانے پر ان کا دل نہیں کرتا ...... اور یوں وہ اپنی جیب کی عزت بحال رکھتے ہیں جو خالی ہونے کے باوجود خالی نہیں لگتی۔

علی ان دوستوں میں سے تھا جو یہ جانتے ہیں کہ جیب خالی ہے لیکن پروٹول ایسا ہی دیتے ہیں جیسے زمانے میں بھری جیبوں کے مالک کو دیا جاتا ہے ہم دونوں اس روز یونیورسٹی سے واپس آ رہے تھے اسی کی گاڑی میں ساتھ اس کے کوئی کزن تھے جو آج ہی لاہور سے آئے تھے سو وہ مسلسل ان سے ہی گفتگو میں مصروف تھا ایک دم ہی اس نے Heavens کے سامنے گاڑی روکی اور پانچ منٹ میں تین برگر اور ڈسپوزل باٹلز لیکر باہر نکلا گاڑی سٹارٹ کرنے سے پہلے ہم دونوں کو بھی تھما دیئے اس کے ہاتھ سے دونوں چیزیں لیتے ہی مجھے سعد یاد آ گیا' اس کو چکن برگر جنون کی حد تک پسند تھے جب سے گھر کے حالات ایسے ہوئے تھے ہم دونوں نے خود پر ایسی عیاشیاں اور شوق ترک کر لئے تھے میں عمر کے جس حصے میں تھا اس میں خود کو پابند کر لینا اتنا مشکل نہیں ہوتا لیکن سعد ابھی چھوٹا تھا پھر بھی اس نے کبھی ایسی فرمائش نہیں کی تھی اور آج تقریباً سات آٹھ ماہ بعد برگر چھوتے ہوئے مجھے پہلا خیال اس کا آیا تو میں نے چپ چاپ برگر اپنی گود میں ہی دھرا رہنے دیا۔ علی باتوں میں مصروف تھا سو غور نہ کر سکا اور ویسے بھی وہ مجھے کبھی چھوٹے سے کام کے لئے بھی پوز نہیں کرتا تھا۔ گھر آنے ہی والا تھا کہ سگنل پر گاڑی رکی' وہ تقریباً نو سال کی عمر کا بچہ تھا جس کی ایک ٹانگ نہیں تھی۔ بیساکھی کے سہارے خود کو اور اخباروں کے پلندے کو سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوا وہ گاڑیوں کے بیچوں بیچ چل رہا تھا۔

روز کی طرح آج بھی یہ منظر دیکھتے ہی میرا دل کسی پنچھی کی طرح پھڑ پھڑانے لگا۔ کاش میں ان معصوم روحوں کی کوئی مدد کر سکتا کاش میرے پاس روپیہ ہی ہوتا کہ میں اس کی آنکھوں میں جمے دکھ کی کوئی ایک تہہ کم ہی کر لیتا' یہ خاموش آنکھیں ایک پل کو شاید بول ہی پڑتیں۔ یکدم ہی کسی احساس نے میرے پھڑ پھڑاتے دل کو دبوچا اور پوچھا

''یہ جو برگر ہے تمہارے پاس تم یہ کیوں نہیں اس کو دے دیتے؟''

دل ایک دم سے بولا

''نہیں وہ تو سعد کے لئے ہے اس نے اتنے عرصے سے نہیں کھایا''

احساس نے بمشکل اپنی ہنسی روکی

''اس بچے نے تو شاید صرف اس کا ذائقہ تصور ہی میں محسوس کیا ہو''

دل نے پھر کمزور سا بہانہ بنایا

''وہ علی مائنڈ نہ کر جائے''

احساس نے تالی بجائی

''واہ کتنی بھرپور سوچ ہے تمہاری......'' وہ چہرہ ہماری گاڑی کی کھڑکی تک آ پہنچا' وہ خالی خالی نظروں سے میرے انکار میں ہلتے سر کو دیکھنے کا منتظر تھا' آپوں آپ ہی میری گردن ہل گئی اور اسی لمحے گاڑی چل پڑی۔

احساس چیخ رہا تھا' رو رہا تھا'

''تم ایک انتہا درجے کے خودغرض انسان ہو' تم کس طرح خود کو آج تک رحم دل اور بے غرض انسان کے تمغے دیتے آئے ہو کس طرح لوگوں سے داد وصول کرتے رہے ہو لوگوں کی سوچی شخصیت کا بھرم ہی رکھ لیتے تم ایک ایسے بچے کو برگر نہیں دے سکے جو جانے کب سے بھوکا تھا تم کس طرح خود کو چائلڈ لیبر کا مخالف سمجھتے ہو تم سے خود غرض بھلا کون ہوگا؟ کیوں کیا تم نے ایسا...... ؟''

اس کا رونا تیز تر ہونے لگا گھٹن بڑھنے گی'

''حیدر' گھر آ گیا ہے میرے بچے اٹھ جاؤ شاباش'' علی ہنستے ہوئے میرا کندھا ہلا رہا تھا......

میں مرے مرے قدموں سے باہر نکلا وہ برگر مجھے جلتے ہوئے کوئلے کی طرح محسوس ہوا گیٹ سے اندر جاتے ہی مجھے سعد نظر آیا'

''سعد! یہ لینا' میں اس کو فوراً تھما کر اندر چلا آیا'

''واؤ چکن برگر' پر بھیا ابھی میں نے فل ہو کر کھانا کھایا ہے' امی نے اتنی مزے کی بھجیا بنائی تھی''

وہ میرے پیچھے پیچھے چلا آیا اور میرے سامنے اسے میز پر رکھ کر فریج سے پانی کی بوتل نکالنے لگا۔

جلن بڑھنے لگی دل سے ہاتھوں اور اب آنکھوں تک آ پہنچی' خودغرضی میرے سامنے آ بیٹھی۔

''اب پتہ چلا کہ میں کیا ہوں' کیسی ہوں' تم تو کہتے تھے کہ تم مجھے جانتے ہی نہیں''

جلن بڑھتی جا رہی تھی میرے میں دم نہیں رہا تھا وہ خاموش اور خالی آنکھوں والا چہرہ میرے اندر اتر چکا تھا۔

میرا سارا وجود جل رہا تھا......

اور آج نو سال بعد بھی وہ جلن میرے اندر ہے۔

آج میری جیب میں ہزاروں روپے ہر وقت ہوتے ہیں مگر میں کبھی برگر نہیں کھا سکا' وہ خالی آنکھیں مجھے پھر کبھی نہیں ملیں کہ میں ان کو خوشی سے بھر دیتا اور اپنی آگ ٹھنڈی کر سکتا جس طرح چہرے اور دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتے اسی طرح کوئی آنکھیں بھی ان آنکھوں کی جگہ نہیں لے سکتیں۔

لیکن اب بھی میں یہ سوچ کے بے دم ہونے لگتا ہوں کہ میں ان آنکھوں کو خوشی سے بھرنے کے لئے ڈھونڈ رہا ہوں یا اپنا اندر ٹھنڈا کرنے کے لئے؟؟؟

طاقت کا مظاہرہ

ایک بچہ اپنے دوست کو بتا رہا تھا کہ میرے پاپا بچپن میں بہت طاقت ور ہوا کرتے تھے۔ دوسرا بچہ پوچھتا ہے کہ وہ کیسے؟ پہلا بچہ بتاتا ہے کہ میری دادی جان کہتی ہیں کہ جب میرے پاپا چھوٹے ہوتے تھے تو روتے روتے سارا گھر سر پر اٹھا لیتے

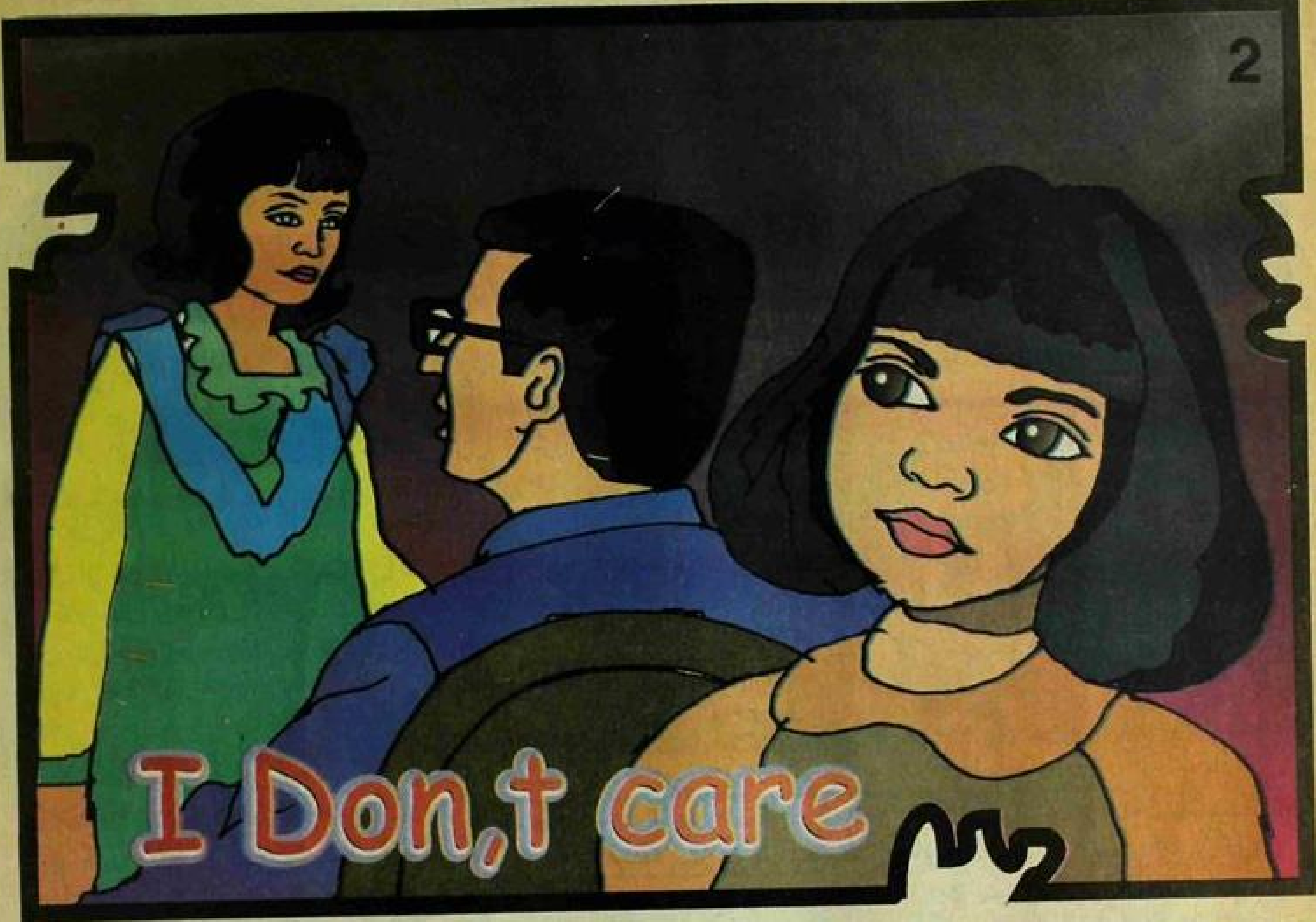
وجہ غیر حاضری

استاد: تم دو دن سے سکول کیوں نہیں آئے

شاگرد: سر میرے پاس ایک ہی پینٹ شرٹ ہے اور نہیں میں نے پرسوں دھویا تھا؟

استاد: اور کل کیا ہوا؟

شاگرد: سر کل میں آ ہی رہا تھا کہ آپ کے گھر کی بالکونی میں آپ کی شرٹ پینٹ ٹنگی ہوئی دیکھی تو واپس گھر لوٹ گیا۔



اس نسل کی نمائندہ کہانی جسے آئی ڈونٹ کیئر کہنا اور سننا اچھا لگتا ہے اس آزادی کا ماجرا جسے کہنا اور مانگنا آسان اور دینا بہت مشکل ہوتا ہے

ماریہ مجید

میں گاڑی معمول سے زیادہ تیز رفتار پر چلا رہا تھا۔ میری بیگم دو دفعہ فون کر چکی تھیں کہ گھر میں مہمان جمع ہیں اور آپ ابھی تک آفس میں ہیں، سارہ کیک کاٹنے کی ضد کر رہی ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے اسے تسلی دی کہ کیک کاٹ لو میں بس آفس سے نکل رہا ہوں۔ اب میں گھر کی طرف رواں دواں تھا۔ سارہ کا گفٹ میرے ساتھ والی سیٹ پر پڑا تھا۔ میری بیٹی سارہ کی چوتھی سالگرہ ہے۔ سارہ مجھے بے حد پیاری ہے۔ اس کی خوشی میری آنکھوں کی چمک بڑھا دیتی ہے۔ مجھے یاد ہے جب سارہ بہت چھوٹی تھی صرف ایک ماہ کی۔ تو میں بڑا پریشان ہوا کرتا تھا۔

''یہ بڑی کیوں۔ نہیں ہو رہی؟ یہ بولے گی کب؟ چلنا کب سیکھے گی'' امی جان میری بے صبری پر ہنستی تھیں۔ کہتی تھیں

''بیٹا! ہر کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ تم ایک قدم چھوڑ کر اگلا قدم نہیں اٹھا سکتے نا۔ اسی طرح سارہ پہلے بیٹھنا سیکھے گی پھر اٹھنا۔ پھر کرالنگ کرے گی پھر کہیں جا کر چلنا سیکھ جائے گی۔ ہر مرحلہ اہم ہوتا ہے''

''پر امی یہ میری بیٹی ہے اسے جلدی جلدی سب کچھ آ جانا چاہئے۔ مجھے اپنے وجود کی تکمیل اسی میں دکھائی دیتی ہے'' اس پر میری بیگم تو صرف مسکرا دیتیں اور امی جان کچھ سنجیدہ ہو کر مجھ سے کہتیں ''میرے بچے! اگر اتنی توقعات کا بوجھ ہم تمہارے اوپر لاد دیتے تو تم کبھی اتنے بڑے نہ ہو پاتے۔ نہ اپنے آپ کی پہچان رکھتے نہ اپنی صلاحیتوں کی'' امی جان کی بات یاد آتے ہی میں پھر سارہ کو سوچنے لگا۔

جب اس نے بیٹھنا سیکھا تھا ساتھ ہی پہلا لفظ بولا تھا۔ اس دن میں آفس سے واپس آیا تو بیگم اور امی نے چمکتی آنکھوں اور دمکتے چہرے سے استقبال کیا۔

''آج سارہ پہلی دفعہ بغیر سہارے کے بیٹھی ہے اور پہلا لفظ بھی بولا ہے''

''کیا بولا'' مجھے امید تھی کہ جس طرح سے میں سارہ سے محبت کرتا ہوں وہ پہلے بابا ہی بولے گی ''ماما'' میری بیگم خوشی سے بولیں۔ مجھے تھوڑی سی مایوسی ہوئی

''تم نے غلط سنا ہو گا'' ''نہیں صبح سے کئی دفعہ کہہ چکی ہے'' امی نے تائید کی۔ بات تو خوشی کی تھی پر میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ سارہ کو میری توقعات پر پورا اترنا چاہئے۔ کیونکہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔ دنیا میں ہر چیز سے زیادہ اب میری گاڑی گھر کے کھلے دروازے کے آگے کھڑی تھی میں نے سارہ کے لئے لائے گئے گفٹ پر ہولے سے ہاتھ پھیرا اور اسے اٹھا

کر اندر آ گیا۔

اندر کی صورتحال میری توقعات کے برعکس تھی۔ سارہ ڈرائنگ روم کے کونے میں کھڑی تھی اور سب بچوں نے اس کے اردگرد گھیرا باندھا ہوا تھا۔ سارہ نے دونوں بازوؤں میں ڈھیر سارے گفٹس سنبھالے ہوئے تھے۔ کچھ گفٹس کو اپنی آڑ میں رکھ کر وہ کسی شیرنی کی طرح ان کی حفاظت کر رہی تھی اور کسی بچے کو قریب نہیں آنے دے رہی تھی۔ جبکہ سب بچے ان تحفوں کو دیکھنا اور ان سے کھیلنا چاہ رہے تھے۔ سب سے پہلے مجھے اپنے دوستوں، عزیزوں اور ان کی فیملیز کا خیال آیا جو تقریباً نیم دائرے میں کھڑے اس خود غرضانہ عمل کو دیکھ رہے تھے۔ مجھے عجیب شرم سی محسوس ہوئی۔ میں جانتا تھا کہ وہ سب ہی توقع کر رہے ہیں کہ سارہ ان کے بچوں کو کھلونوں سے کھیلنے دے۔ کمرے کے ماحول میں بہت تناؤ تھا۔ سارہ کی امی بھی ایک طرف کھڑی بس دیکھ رہی تھیں۔ بچوں کا مطالبہ زوردار ہوتا جا رہا تھا پر سارہ بھی پورے اعتماد سے ایک ''ناں'' پر اڑی ہوئی تھی۔ میں سخت شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔ ''مجھے سارہ کو سکھانا چاہئے کہ اپنی چیزیں شیئر کرتے ہیں'' یہ ویلیو تو ہمارے معاشرے کے بنیادی ستونوں میں سے ہے''

پہلے میں نے سارہ سے درخواست اور پیار کے لہجے میں کہا ''میری پیاری بیٹی! آپ اپنے دوستوں کو کھلونوں سے کھیلنے دیجئے نا!''

''نہیں'' اس کی معصوم آنکھوں اور سرخ چہرے پر بھی یہی لکھا تھا۔ میں نے دوسرا حربہ آزمایا اور اسے دلیل سے سمجھانے کی کوشش کی ''بیٹا اگر آج آپ انہیں کھلونے دو گی تو جب ان کے گھر جاؤ گی تو یہ بچے تمہیں اپنے ساتھ کھلائیں گے'' اس کا فوری جواب پھر ''نہیں'' تھا۔

اب میری پریشانی میں اضافہ ہو گیا۔ سارے والدین یہی سمجھ رہے ہونگے کہ میرا اپنی بچی پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اب میں نے سارہ کو رشوت دینے کی کوشش کی۔ ''سارہ! اگر آپ اپنے کھلونے ان بچوں کو دو گی تو میں آپ کو ایک اور اچھا سا تحفہ دوں گا اور چیونگم بھی'' عام طور پر میں اسے چیونگم نہیں کھانے دیتا پر اب اپنی عزت بچانے کو میں نے یہ بھی کہہ دیا۔

''مجھے چیونگم نہیں چاہئے'' میری چھوٹی شیرنی غرائی اب مجھے غصہ آ گیا۔ ''اگر تم نے بچوں کو کھلونے نہیں دیئے تو میں تمہاری پٹائی کر دوں گا'' ''آئی ڈونٹ کیئر! یہ میری چیزیں ہیں میں کسی کو نہیں دوں گی''

''یہ آئی ڈونٹ کیئر'' اس نے ٹی وی کے اشتہار سے سیکھا تھا اور جب جب وہ سٹائل سے اس فقرے کو دہراتی تھی میں اسے ڈھیروں پیار کرتا تھا اور آج اسی فقرے نے مجھے مزید تپا دیا میں نے ہاتھ بڑھا کر کئی کھلونے اس کے ہاتھ سے اچک لیے اور بچوں میں بانٹ دیئے۔ سارہ چند لمحے تو بے یقینی سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر سب کھلونے پھینک کر کمرے سے بھاگ گئی۔ بچوں نے خوشی کا نعرہ لگایا اور کھلونوں پر پل پڑے۔ چونکہ مجھے اس کے اس ''خودغرضانہ عمل'' پر غصہ تھا اس لیے میں نے اس کے جانے کی پروا نہ کی اور مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد مجھے سارہ کا خیال آیا۔ سارہ اپنی دادی سے لپٹ کر سوئی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر آنسوؤں کی لکیریں تھیں مجھے تھوڑا سا افسوس ہوا میں نے اس کے ماتھے پر پیار کیا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔ میری بیگم کچھ افسردہ سی بیٹھی ہوئی تھیں۔ ''آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا سارہ بہت روئی ہے''

''اور وہ جو اتنے سارے بچے اور ان کے والدین کھڑے تھے وہ کیا سوچتے'' میں نے کھسیا کر کہا۔

آپ نے ان لوگوں کی رائے کو اپنی بچی پر ترجیح دی۔ اس کی نشوونما اور اپنے اور اس کے باہمی رشتے کو اہمیت نہ دی'' ''اس کو شیئر کرنا آنا چاہئے'' میں نے اصرار کیا۔

''ہاں اس کو شیئر کرنا آنا چاہئے۔ پر یہ ایک دم تو نہیں سیکھا جا سکتا۔ جب تک اس کو کسی چیز کی ملکیت کا احساس نہ ہو وہ اسے شیئر کیونکر کر سکتی ہے۔ ہر کام مرحلہ وار ہوتا ہے اور ہر مرحلہ اپنی جگہ اہم ہے۔ آپ کو بحیثیت باپ اس پر سے اس پریشر کو ختم کرنا چاہئے تھا جو وہ اتنے لوگوں کی موجودگی اور مطالبے کی وجہ سے محسوس کر رہی تھی۔ آپ معاملہ اسی وقت ختم کر دیتے جب وہ دلیل سے نہیں مان رہی تھی۔ اسے آپ کی طرف سے بہتر رویہ کی ضرورت ہے'' میری بیگم دھیرے سے مجھے احساس دلا رہی تھیں۔

''واقعی!'' میں نے سوچا ''میں اسے اس طرح شیئر کرنا کیسے سکھا سکتا ہوں جبکہ مجھے خود صبر اور سمجھداری سے کام لینے کی ضرورت تھی'' اب اپنے رویے کی ساری کجیاں میرے سامنے تھیں۔ میں نے شروع میں ہی یہ طے کر لیا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں صحیح کر رہا ہوں اور سارہ غلطی پر ہے۔ جبکہ میرا تو سارا رویہ اس چھوٹی سی بات پر ''لوگ کیا کہیں گے'' پر بیس کر رہا تھا میں ابھی اس لیول پر نہیں تھا کہ اپنی بیٹی کو کچھ سکھا سکتا۔ اپنی اسی کمی کو چھپانے کیلئے میں نے اپنے باپ ہونے کا فائدہ اٹھایا اور اپنی طاقت کے زور پر اس سے وہ کروایا جو میں کروانا چاہتا تھا۔ مجھے یاد ہے میرے ابا کہتے تھے ''بیٹا! کبھی کسی کو کچھ سکھانا ہو بتانا ہو، کوئی کام کروانا ہو تو اپنی محبت، عقل اور علم کے بل بوتے پر کرنا اپنی حیثیت اور اس کی طاقت استعمال کرو گے تو خود بھی کمزور ثابت ہو گے اور اپنے باہمی رشتے کو بھی کمزور کر دو گے۔

آدھی رات کا وقت ہے۔ میں نے کپڑے بھی تبدیل نہیں کئے میں خود کو بہت کمزور محسوس کر رہا ہوں شاید اسی کمزوری کی بنیاد میں نے اپنی بیٹی کی شخصیت میں رکھ دی ہے۔ میرے اندر ایک بڑا خوف سر اٹھا رہا ہے کہ کہیں میرے اور میری بیٹی کے رشتے میں بھی یہی کمزوری نہ آ جائے اور خوف تو محبت کے پلاٹ پر یوں قبضہ کرتا ہے جیسے قبضہ گروپ کسی شریف آدمی کی زمین پر۔ اگر آج میں اپنی محبت سے فیصلہ کرتا تو اپنی بیٹی کو آزادی دیتا کہ چاہے تو شیئر کرے چاہے نہ کرے۔ بعد میں اکیلے میں پرسکون اور پراعتماد ماحول میں اسے سمجھایا اور بتایا جا سکتا تھا۔ سیانے کہتے ہیں سیکھنے کا ایک وقت ہوتا ہے اور نہ سیکھنے کے بہت سے وقت ہوتے ہیں۔ جب ماحول تناؤ سے بھرا ہو اور فضا جذبات سے بوجھل تو کچھ سکھانے کی کوشش زیرتربیتی ہی ہو گی۔

''خیر'' میں نے سر جھٹکا'' آج رات تو اسی احتساب میں گزرے گی۔ ہاں صبح یقیناً بہت نئی ہو گی۔ میری توقعات کی گرمی اب مزید میری بچی کو بےآرام نہیں کرے گی اب ہم محبت کے بادل کو ٹھہرائیں گے اور اس کی ٹھنڈک اور پھوار سے زندگی کو سہل کریں گے۔



پر دل کے کالے نہ ہوں

ایک کالے کا ماجرا
اسے کالا رنگ بہت بھاتا تھا
اور واسطہ ایک گورے رنگ سے پڑ گیا تھا

سائرہ نذیر

صبح جب ناشتے کی ٹیبل پر ممی نے پاپا سمیت مجھے اور ہشام کو اسکا نام بتایا تو سب حیران ہو گئے۔ ''کالا'' ہاں یہی نام بتایا تھا اس کی ماں نے ممی نے بھی کافی حیرانگی سے انکشاف کیا مجھے وہ دیکھے بنا نام سمیت اچھا نہ لگا اور میں نے ممی کو کہا ممی ہمیں نام ہی پسند نہیں آیا تو نوکر خاک پسند آئے گا بس آپ کہہ دیں ماسی برکتے کو کوئی ضرورت نہیں اپنے کالے کو ہمارے گھر لانے کی ممی نے کافی گرج دار آواز سے مجھے ڈانٹا مجھے بچپن سے کالے رنگ سے نفرت تھی خیر بچپن میں تو میں کالے رنگ سے ڈرتی تھی لیکن بچپن کا یہ ڈر بڑے ہونے تک نفرت میں تبدیل ہو گیا لیکن یہ نفرت صرف رنگت تک محدود تھی مجھے کپڑوں میں بلیک کلر کبھی برا نہیں لگا اور میری گوری رنگت کی وجہ سے مجھ پر جچتا بھی بہت تھا۔

میری سب فرینڈز میری خوب تعریف کرتیں لیکن پتہ نہیں کیا بات تھی چہروں کی کالی رنگت مجھ سے برداشت نہیں ہوتی تھی ممی پاپا حتیٰ کے ہشام جو کہ میرا چھوٹا بھائی تھا وہ بھی اس سلسلے میں مجھے سمجھانے کی اپنی سی کوشش کر بیٹھا تھا مگر وہ میں ہی کیا جو مان جاتی آج جب میں نے ممی کی زبانی اپنے نوکر کا نام ''کالا'' سنا تو میرا اچھا بھلا موڈ خراب ہو گیا کالج میں بھی نہایت بوریت رہی خیر جیسے تیسے کر کے ڈرائیور کیساتھ گھر پہنچی تو حسب وعدہ ماسی برکتے اپنے بیٹے بنام کالا کو لیکر ممی کے حضور پہنچ چکی تھی میں نے نہایت غصے کے ساتھ ان دونوں کی طرف دیکھا جبکہ ممی اسکو کام کے سلسلے میں ہدایات دینے میں مصروف تھیں میں بہت تھکی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور جاتے ہی اونچی آواز میں ڈیک آن کر لیا۔

ایسے موقعوں پر غصہ دور کرنے کیلئے سوائے اس کے میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہوتا تھا ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ممی اوپر میرے کمرے میں آ گئیں عیبہ ٹھیک تو ہو کیا ہوا مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کب کالج سے آئی ہو...... بس ممی کچھ زیادہ تھکی ہوئی تھی...... سنو بہت بری بات ہے اب اپنی بیوقوفانہ حرکتیں ختم کرو...... اچھا ممی بس فی الحال میں لیکچر سننے کے موڈ میں نہیں ہوں افوہ توبہ اس لڑکی کے منہ لگنا تو مصیبت کو دعوت دینا ہے ممی کیا کہا ہے میں نے۔ میں تو پہلے ہی تھکی ہوئی ہوں۔

اچھا بابا تم جیتیں میں ہاری میں انتظار کر رہی ہوں کھانے پر...... نیچے پہنچی تو ممی اور ہشام واقعی کھانے پر میرا انتظار کر رہے تھے کھانا کھانے کے بعد میں پھر اپنے کمرے میں آ گئی اس دوران کام کے سلسلے میں مجھ پھر نیچے بھی جانا پڑا اور میری نگاہیں بدستور کالے سے ٹکراتی رہیں رنگت سیاہ تھی مگر نقش اچھے تھے 9 دس سال کا معصوم بچہ لیکن بس میری دشمنی اس سے نہیں بلکہ اس کے چہرے کی سیاہی سے تھی میں دور سے اسے تکے جا رہی تھی اور وہ کسی تابع فرمان نوکر کی طرح ممی کیساتھ ٹی وی لاؤنج کی صفائی کروا رہا تھا۔

کافی دیر میں وہیں کھڑی رہی اور جب میں اپنے کمرے میں پہنچی تو ایک نئی مصیبت میرا انتظار کر رہی تھی ہشام میری books کے پاس کھڑا کچھ کر رہا تھا...... ہشام کیا کر رہے ہو وہ بجو...... کچھ نہیں ہشام نے ڈرتے ہوئے جواب دیا اور جب میں قریب پہنچی تو میرے منہ سے ایک کرب ناک چیخ نکلی افوہ میرے خدایا...... یہ کیا کر دیا ابھی تو میں نے اپنے نوٹس complete بھی نہیں کئے تھے اور تم نے اپنے نام کی مہریں لگانا شروع کر دیں اور جیسے ہی ہشام نے مجھے ذرا غصے میں دیکھا فوراً سرپٹ بھاگا...... ہشام رکو...... رکو میری بات سنو...... تمہیں تکلیف کیا ہوئی تھی میرے کمرے میں آنے کی...... عیبہ بجو کیا سمجھتی ہو تم اپنے آپ کو بڑا اکڑتی ہو آپ نے مجھے میرے کہنے پر اپنا پین نہیں دیا تھا تو بس اب حشر دیکھ لیا۔

ایک تو میرے نوٹس خراب ہو جانے پر میرا دماغ خراب ہو رہا تھا اوپر سے ہشام کی بدتمیزی...... میرے تو چودہ طبق روشن ہو گئے ہشام...... تم...... سمجھتے کیا ہو...... کس کو کہہ رہے ہو بتاؤ کس کو کہہ رہے ہو میں اس کے پیچھے بھاگی اور ہشام کو collar سے پکڑ لیا...... جان نکال دوں گی تمہاری اگر آئندہ ایسی بدتمیزی سے پیش آئے بڑی بہن کو تو پتہ نہیں کیا سمجھ رکھا ہے جب مطلب ہو تو بجو بجو کہتے زبان نہیں سوکھتی اور جب بات نہیں مانی تو بدتمیزی شروع کر دی ''ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری'' ایسے میں میری آنکھوں کے سامنے اپنے Notes کا حشر گھوم گیا اور میں نے ہشام کے سر پر ہلکی سی چپت رسید کر دی لیکن مجال ہے جو ہشام میں ذرا بھی صبر ہو...... ابھی ہاتھ لگا بھی نہیں تھا کہ اس نے زار و قطار رونا شروع کر دیا اور ممی کو آوازیں دینے لگا میں اس کو جاتا دیکھ رہی تھی کہ مجھے ایسا لگا کہ جیسے ابھی ابھی میرے کمرے میں کوئی گھسا ہے میری تو آدھی جان نکل گئی کیونکہ ہشام کی عادتوں سے واقف تھی میں نے سوچا یقیناً آدھے کام پر اپنے کسی دوست کو معمور کیا ہوگا اگر میری درگت بنی تو باقی کا کام تم پورا کر دینا میں بھاگتی بھاگتی پھولی ہوئی سانس کے ساتھ اپنے کمرے میں پہنچی تو بیڈ پر کالے کو بیٹھے ہوئے پایا تم...... تم یہاں پر کیا کر رہے ہو۔

میں نے بہت غصے سے کہا وہ جی...... وہ جی اس نے ٹیبل پر پڑے ہوئے چائے کے کپ کی طرف اشارہ کیا...... اچھا یہ بتاؤ تم میرے بیڈ پر کس کی اجازت سے بیٹھے ہو کالے کو جیسے بجلی کا جھٹکا لگا فوراً سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا معاف کیجئے گا عیبہ بجو...... کیا کہا تم نے...... بجو تو میں صرف ہشام کی ہوں اور میرا نام لینے کا بھی تمہیں کوئی حق نہیں بی بی جی نہیں کہہ سکتے کیا...... اور میری باتیں سننے پر جیسے کالے کے حلق میں کانٹا پھنس گیا ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے ابھی میری بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ ممی کمرے میں آ موجود ہوئیں عیبہ کچھ تو خیال کرو پہلے ہشام کو مارا اب اس کو تو بخش دو تم نے تو دل دکھانے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے ممی بس...... میں نے کہا ہے ناں ہمیں ایسا نوکر نہیں چاہئے نام اس کا کالا ہے یقیناً کرم بھی کالے ہی ہونگے دیکھیں نا اس کے کالے اور منحوس قدم پڑتے ہی گھر بھر کا

سکون وچین خراب ہو گیا۔ عیبہ کبھی کبھی کسی کے جذبات کا خیال کرنا اچھا ہوتا ہے جانے خدا کس ادا پر ہم سے راضی ہو جائے ...... ممی ...... اس سے پہلے کے میں کچھ کہتی ممی کالے کو اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوؤں سمیت نیچے لے گئیں ٹائم کافی زیادہ ہو گیا تھا اور ہشام کی غلط حرکت اور کالے کی آمد نے میرے موڈ کا ستیاناس کر دیا تھا۔

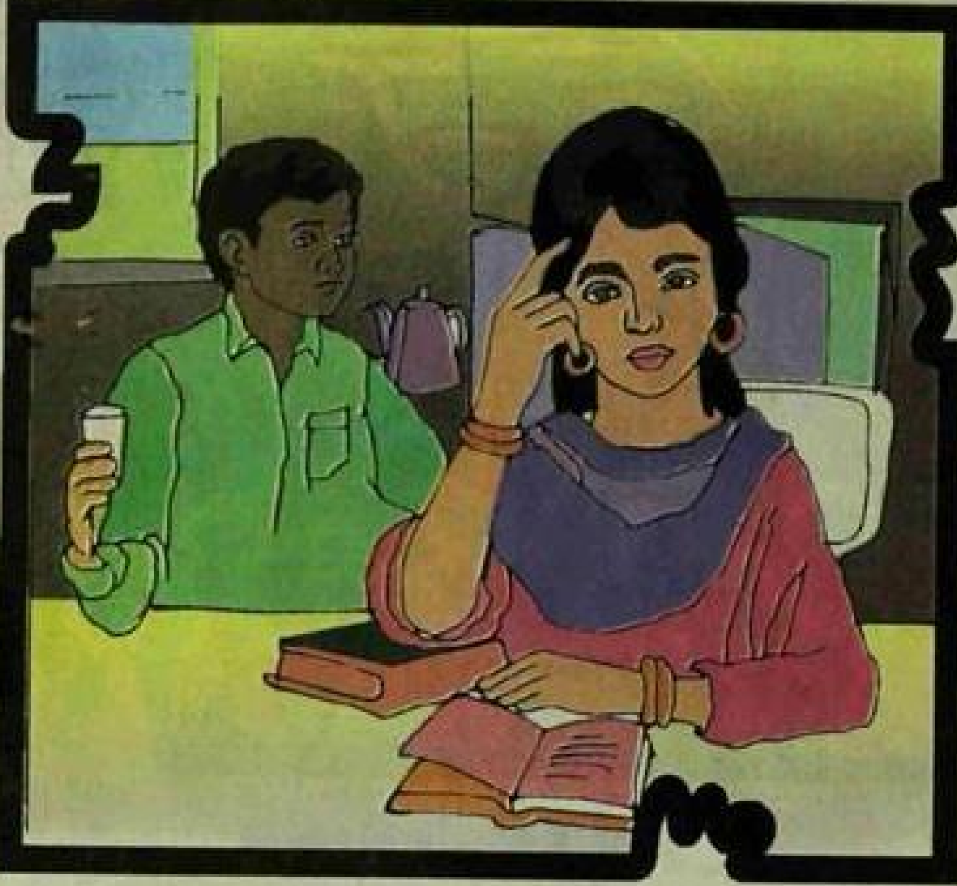
لیکن اب سوچنے بیٹھی تھی تو اپنی باتوں پر افسوس ہو رہا تھا یوں تو ہمارا گھر ہر لحاظ سے اچھا تھا گھر میں گنے چنے افراد کے علاوہ چند نوکر تھے ہمارے گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ تھا اور ہمارے ممی پاپا دنیا کے سب سے اچھے والدین تھے مجال ہے جو ہم نے کبھی انہیں آپس میں اونچی آواز میں بات کرتے ہوئے سنا ہو۔ ممی بے شک ایک گھریلو خاتون تھیں لیکن پڑھی لکھی اور با اصول خاتون تھیں اوپر سے غریبوں کی محبت کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا بس اتنا فرق تھا کہ زیادہ سوشل Ladies کی طرح پارٹیز میں جانا اور اپنے نام کی شہرت کروانا پسند نہیں کرتی تھیں سب کچھ ٹھیک تھا لیکن پھر بھی مجھے کچھ بے سکونی سی محسوس ہوتی اور میں سارا سارا دن الجھی الجھی رہتی۔

ایک دن کالج میں میں نے اپنی best friend کشمالہ سے ذکر کیا تو اسنے کہا عیبہ تم نے کسی سے نفرت کرنا تو شروع نہیں کر دی جانتی ہو نفرت کا بوجھ کسقدر اذیت ناک ہوتا ہے اور میری آنکھوں کے سامنے کالے کی تصویر آ گئی لیکن میں نے اسے ٹال دیا نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ...... ابھی میں انہی سوچوں میں گم تھی کے دروازے پر دستک ہوئی ...... کون آ جاؤ ...... بی بی جی ......

بی بی جی وہ کانپتے ہوئے ہاتھوں میں دودھ کا گلاس تھامے ہوا تھا ...... وہ جی میں نے تو بیگم صاحبہ کو بہت منع کیا لیکن وہ نہیں مانیں اس سے پہلے کے میں کچھ کہتی کالے نے فوراً جواب دیا۔

اپنے اس عمل پر مجھے بہت شرمندگی ہوئی لیکن اپنی شرمندگی چھپانے کے لئے میں نے کہا اچھا ٹھیک ہے ...... رکھ دو ٹیبل پر کالا ٹیبل پر گلاس رکھتے ہوئے جیسے ہی جانے کیلئے مڑا میں نے کہا ٹھہرو ...... جی جی کالے نے ڈرتے ڈرتے کہا ...... بیٹھ جاؤ ...... وہ جی ...... بیٹھ جاؤ یہاں پر نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے اس کو اپنے پاس بیٹھا لیا ...... کالے کیا تمہاری کوئی بہن ہے ...... جی ہے اپی بہن کے نام پر جیسے اس کی تمام قوتیں واپس آ گئی ہوں اس نے بڑے جوشیلے انداز میں جواب دیا۔

...... کیا نام ہے اس کا اجی ...... اجی یہ کیا نام ہوا بی بی جی نام تو اس کا عظمیٰ ہے لیکن ہم پیار سے اسے اجی کہتے ہیں۔ بہت پیار کرتی ہے مجھ سے اتنے میں ہشام پوچھے بغیر میرے کمرے میں داخل ہو گیا اپنی کلر بک اور پنسل کیساتھ اور میری سٹڈی ٹیبل پر بیٹھ کر کلر کرنے لگا چھوٹا بھائی تھا ناں تنگ بھی مجھے ہی کرتا تھا لیکن ایک پل بھی میرے بغیر نہیں رہ سکتا تھا بس ہشام کو قریب پاتے ہوئے



اور کالے کے دل میں اپنی بہن کیلئے پیار کے جذبات بھانپتے ہوئے میں فوراً اس سے اپنے مطلب کی باتیں کرنے لگی۔

اچھا کالے یہ بتاؤ تمہاری بہن تم سے چھوٹی ہے کہ بڑی ...... اجی بڑی ہے مجھ سے تو پھر تم اس کا نام کیوں لیتے ہو بری بات ہے ناں میں نے کالے کو سمجھاتے ہوئے کہا وہ ناں بی بی جی اجی کہتی ہے پیار میں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا تو مجھے باجی کہہ یا اجی بات تو ایک ہی ہے زیادہ عقلمندی اپنے اوپر ہی پڑتی ہے میں تو اپنے مطلب کی بات کر رہی تھی لیکن کالے نے تو مجھے ہی ہشام کے سامنے شرمندہ کر دیا۔

کالے کی بات سن کر ہشام میری طرف دیکھنے لگا میں نے فوراً بات کو پلٹا دیا ...... اچھا کالے یہ تمہارے بازو پر کیا ہوا ہے وہ جی اجی نے مارا تھا اتنا زور سے ہاں جی میں نے اس کا دوپٹہ پھاڑ دیا تو اس نے مجھے لکڑی سے مارا ...... اچھا تو تم نے اس سے بدتمیزی کی ...... نا جی میں تو چپ رہا کیونکہ غلطی میری تھی لیکن اسنے مجھے مارا بھی اور برا بھلا بھی کہا ...... کالے تم نے کچھ کیوں نہیں کہا بی بی جی میں نے سوچا کہ بڑوں کا تو اپنے چھوٹوں پر مان ہوتا ہے اور مان کی وجہ سے انہیں کچھ کہہ دیتے ہیں۔

لیکن چھوٹوں کا بڑوں پر کیسا مان ہوا جو وہ انہیں جواب دیں یا بدتمیزی کریں ...... کالے کی باتیں سننے پر میرا اپنا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا ہشام کو Indirect سمجھانے سمجھانے میں خود ہی کچھ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی ...... بی بی جی ایک دم مجھے کالے کی آواز سنائی دی ...... اب میں جاؤں میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے جانے کو کہا صبح ناشتے کی ٹیبل پر بھی کالے کی باتیں میرے ذہن میں گھومتی رہیں۔

جب سے کالے کی باتیں سنی تھیں میں بھی کچھ سوچ بچار کرنے لگی تھی لیکن پھر بھی سالہا سال کی نفرت اور پختہ عادتیں ایک دم اپنی جگہ نہیں چھوڑتیں اس دوران کئی بار کالے کو دیکھنے پر ہی مجھ پر غصے نے پھر دھاوا بولا اور میں نے بھی اسے خوب سخت سست کہا لیکن وہ خاموشی سے میری ہر ترش بات کا زہر سہتا رہا دسمبر کی چھٹیاں ہوئیں تو ہمیں پاپا نے خوشخبری سنائی کے بی جی ہماری طرف چھٹیاں گزارنے کیلئے آ رہی ہیں ہم بہت خوش ہوئے کیونکہ بی جی یعنی کے دادی اماں۔

ہم سب پر جان چھڑکتی تھیں خاص طور پر میری اور ہشام کی تو موج ہو گئی مجال ہے ان کے سامنے پاپا بھی ہمیں کچھ کہہ دیں بی جی آئیں تو سب نے پورے جوش و خروش کے ساتھ انکا استقبال کیا انہوں نے بھی ہماری بلائیں لیں چوما اور پیار کیا ممی اور پاپا کے ساتھ بی جی بھی کالی رنگت سے میری نفرت کے بارے میں جانتی تھیں سو ابھی بی جی کے پاس بیٹھے ہوئے کچھ دیر گزری تھی کے مجھے کالے نے خبر کی آپکا فون آیا ہے اور میں نے نہایت غصے میں کہا جاؤ تم میں آتی ہوں۔

اے لڑکی کبھی تو میٹھا بول لیا کر بی جی آپ بھی ...... دیکھ عیبہ اچھا بی جی میں فون سن کر آتی ہوں ٹھیک ہے اور پر نور چہرے نے ایک خوبصورت سی مسکان کے ساتھ میرے سر پر پیار دیا ...... ہیلو ہاں کشمالہ کیا بات ہے کیسی ہو ٹھیک ہوں عیبہ آج ہی مجھے پتہ چلا ہے کہ ہمارے کالج

باقی صفحہ 33 پر



میرے بے خبر تجھے کیا خبر؟

قانتہ رابعہ

کیا آپ نے آج مِنٹ کا مزہ محسوس کیا ہے؟ جب منہ میں مِنٹ کا مزہ ہو تو ایک سیکنڈ کیلئے گلا، حلق اور منہ میں بس مِنٹ کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔ کوئی اور مزہ کوئی اور ذائقہ ذہن میں نہیں رہتا۔ میں بھی آج اسی ذائقے، اسی ٹھنڈک کو محسوس کر رہی ہوں، حنانہ کے گھر میں انسانی اقدار، رویے اور برتاؤ کا جو حیران کن منظر دیکھا ہے میں سر سے پاؤں تک مِنٹ جیسے ذائقے میں گرفتار ہوں۔ کیا خوشی، حیرت اور دلچسپی کا مزہ بیک وقت اکٹھا آپ نے محسوس کیا ہے؟ ابھی چند منٹ قبل میں حنانہ کے گھر سے آئی ہوں ...... حنانہ میری دوست ہے بالکل نئی نویلی دوست ...... اسے ہمارے شہر ہمارے محلے میں آئے محض دو ہفتے ہوئے ہیں، جب میں نے اسے پہلے دن اپنی کلاس میں دیکھا تو میں نے تعارف مانگا ......

"حنانہ اسلم ......" اس نے ہنس کر جواب دیا۔ "میں افروز ہاسپٹل کے بالکل عقب میں رہتی ہوں"۔ "ہائیں! میرے کان کھڑے ہو گئے افروز ہسپتال کے عقب میں تو ہمارا گھر ہے"۔ میں نے اچنبھے سے کہا ...... "لو اس میں حیرانی کی کیا بات ہے، پوری کالونی ہے ہاسپٹل کے عقب میں"۔ اس نے بے نیازی سے کہا۔

ہماری ٹیچر کی آمد نے ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا مگر ہم کلاس روم سے اکٹھی نکلیں۔ سکول سے گھر تک کا فاصلہ پلک جھپکتے میں گزر گیا کس قدر دلچسپ ہے حنانہ ......! اور گھر سے بالکل قریب بھی۔ ثمر نے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے تجزیہ کیا۔ کھانے کی میز پر سب جمع تھے اس کی آنکھوں میں آج خوشی کی لو تھی۔ حنانہ، ہمدم دیرینہ تو نہیں تھی مگر ہمدرد اور مخلص لگ رہی تھی۔ اس نے بالآخر گھر والوں کو آگاہ کر ہی دیا۔ امی، ہمارے پڑوس میں جو نئے ڈاکٹر صاحب آئے ہیں ناں ان کی بیٹی میری کلاس فیلو ہے حنانہ اسلم ......"۔ "کھانا خاموش رہ کر نہیں کھایا جا سکتا؟" بڑے بھیا نے اسے گھورا۔ "آپ کو کیا آئے بڑے ...... وہ بڑبڑائی، خوشیوں کی لو پھر مدہم ہو گئی"۔ "ثمر بدتمیزی نہ کرو...... اب باجی نے اپنا فرض ادا کیا امی ابو اکٹھے بولے قد بڑھتا جا رہا ہے عقل کم ہوتی جا رہی ہے پتہ نہیں کب سمجھ آئے گی......"۔

لو جی اب ان کی کسر تھی ...... اپنے آنسو روکنے کی کوشش میں ثمر ناکام رہی اور کمرے سے نکل آئی۔ بات کوئی بھی ہو کسی کی ہو تان اس کی کم عقلی پر آ کر ٹوٹتی ہے ...... مِنٹ کا ٹھنڈا میٹھا ذائقہ پل بھر میں کریلوں اور نیم کی کڑواہٹ میں بدل گیا۔ وہ چپ چاپ اپنے بستر پر لیٹ گئی ...... شام کے وقت وہ ہوم ورک کے بہانے حنانہ کے گھر جا پہنچی۔

وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چلا...... کس قدر

اچھے لوگ تھے۔ جب حنانہ نے امی سے تعارف کروایا کہ "امی یہ میری کلاس فیلو ہیں اور اتفاق سے ہمارے پڑوس میں رہتی ہیں......."۔ "بہت خوب کتنے بہن بھائی ہیں آپ؟" امی نے سبزی کی ٹوکری ایک طرف رکھ کر پوچھا۔ "چار بہن بھائی ہیں...... میں سب سے چھوٹی ہوں ...... پل بھر میں حنانہ کی دادی باجی چھوٹی بہن سب جمع ہو گئے۔ کوئی اس کے مشاغل کا پوچھ رہا تھا تو کوئی اس کے کپڑوں کے ڈیزائن اور پرنٹ پر اظہار پسندیدگی کر رہا تھا ...... ہنسی مذاق میں حنانہ کی چھوٹی بہن شربت لے آئی دادی اس کے بزرگوں کے بارے میں آگاہی چاہتی تھیں۔ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جب شام سر پر آئی تو وہ چونکی اوہو شام ہو گئی جلدی سے گھر بھاگی تو حنانہ کی دادی نے آواز دی۔ "بیٹا پہلی دفعہ آئی ہو خالی سلام دعا لیکر جاؤ گی بڑوں کیلئے؟" "کیا؟" ثمر گڑبڑا گئی۔ یہ مٹھائی کا ڈبہ ہے سارے پڑوس میں بھجوائیں گے انشاء اللہ لیکن دادی اماں میں تو گھر بتا کر نہیں آئی؟ "کیا چھپ کر آئی ہو؟ کیوں؟ وہ پریشانی سے بولیں۔ "ثمر کے پاس اس ظالم "کیوں" کا جواب نہیں تھا۔ وہ چپ چاپ گھر سے نکل آئی۔ اگلے دن حنانہ سے تفریح میں خوب باتیں کیں...... جھجکتے جھجکتے اس نے کہا حنانہ آج تم ہماری طرف آؤ گی؟

"کیوں نہیں ضرور......" اگلی سہ پہر میں حنانہ امی مٹھائی کے ڈبے سمیت آ گئی امی گھر پر ہی تھیں۔ ثمر کا دل چاہا بھاگ کر امی کو بتائے یہ حنانہ ہے اور امی حنانہ کے سر پر ہاتھ پھیریں دعائیں دیں اس کے بہن بھائیوں کا پوچھیں مگر کچھ نہ ہوا۔ نام پوچھ کر اور مٹھائی کا ڈبہ ہاتھ میں پکڑ کر وہ کچن میں چلی گئیں۔ دونوں نے دنیا جہاں کے موضوعات کو کھنگالا رسالوں کے تبادلے ہوئے...... تحریروں پر اظہار خیال کیا گیا ...... شام کے وقت حنانہ کا بھائی لینے آ گیا ...... ثمر بجھ گئی ...... جن سے اپنائیت کا احساس ہو ان کی صحبت میں وقت گزرنے کا پتہ کیوں نہیں چلتا؟؟ چند دنوں کے بعد حنانہ نے اسے اپنی سالگرہ پر مدعو کیا...... "امی امی آج حنانہ کی سالگرہ ہے......" تمہاری تو کسی نہ کسی سہیلی کی آئے دن سالگرہ ہوتی رہتی ہے خدا جانے تھوک کے حساب سے سہیلیاں کیسے پال رکھی ہیں۔ باجی بڑے بھیا اور دادی کو اسی طرف آتا دیکھ کر ثمر نے کھسکنا مناسب سمجھا۔ اپنی پسند سے تین چار کتابیں لیکر اس نے پیک کیں ...... وش کارڈ پر شعر لکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جگنوؤں کی تاروں کی چمک تھی ...... چند لمحوں کے بعد وہ حنانہ کے گھر میں تھی۔ کھانے کی میز پر کیک بسکٹ پکوڑے چپس اور کولڈ ڈرنک پڑی تھیں...... سارے گھر کے لوگ یہاں تک کہ اس کے ابو بھی موجود تھے۔ نہ تالیاں بجیں نہ کیک کٹا...... دادی اماں نے اونچی آواز میں بسم اللہ پڑھ کر حنانہ کیلئے دعا کی "اے اللہ آج ہماری حنانہ تیرے کرم سے بارہ سال کی ہو گئی ہے ...... اس کی زندگی کے جتنے سال باقی ہیں ان میں اپنا کرم اپنی محبت شامل رکھنا اور اس کی انگلی پکڑ کر سیدھی راہ پر رکھنا (آمین)"

سب نے باآواز بلند آمین کہا۔ دادی نے سب سے پہلے ایک ٹرے میں چپس پکوڑے کیک بسکٹ اور ایک پیپسی پکڑ کر آواز دی۔ پری ...... او ننھی پری کہاں ہو؟ اچھلتی کودتی ننھی پری آ پہنچی دادی نے ٹرے اسے دی جاؤ اپنی اماں کو دے آؤ کوارٹر میں......

ثمر کا دماغ بھک سے اڑ گیا ...... وہ تو اسے حنانہ کی بہن سمجھ رہی تھیں ...... اکثر کلاس میں وہ پریا کا ذکر کرتی تو وہ بھی سمجھتی کہ پری اس کی بہن ہے۔ حنانہ کے ابو تو فوراً چلے گئے۔ کلینک کا ٹائم تھا ...... وہ سوچوں کے بھنور میں پھنسی پری کی اماں کا معمہ حل کر رہی تھی۔

ثمورانی آپ کچھ نہیں لے رہی ...... حنانہ کی امی نے پوچھا "آنٹی ......" وہ کچھ کہتے کہتے جھجکی ...... "جی بیٹا کیا بات ہے؟"

"یہ پری کی امی کون ہے؟" اچھا اس بات کو سوچ رہی تھیں؟ وہ خوشدلی سے ہنسیں پری ہماری ملازمہ کی چھوٹی بچی ہے بڑی پیاری اور اچھے مزاج کی ہے۔ "ملازمہ کی بچی" ثمر کا منہ کھلا رہ گیا۔

"کیوں؟" حنانہ نے پوچھا۔

اب وہ کیا بتاتی ...... ان کی ملازمہ اگر بھولے بھٹکے سے اپنی پانچ چھ سالہ بیٹی کو ہمراہ لے آئے تو امی باجی دادی اس کا ناک میں دم کر دیتی ہیں۔ "ارے اس کو کیوں لے آئی ہو؟ اس کے ہاتھ تو دیکھو گندے ہو رہے ہیں"۔

"اے جی آرام سے بیٹھو دھما چوکڑی مچانے کیلئے گھر کے بچے کافی ہیں" دادی تو دو منٹ میں بیزار ہو جاتیں۔ جب تک ماسی کام کر کے جاتی تب تک اس کی بچی ڈری سہمی کونے میں بیٹھی رہتی اور یہاں ننھی پری ہماری شرٹ تو لا دو۔ پروین بیٹا ذرا بالوں میں انگلیاں تو پھیرو تمہارے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ایک منٹ میں درد اڑا لے جاتے ہیں۔ ثمر نے جب یہ بات سنی تو خوب ہنسی۔ ہاتھ نہ ہوئے چین بکر ہو گئے۔ اور یہ پریا بی بی بھی مجال ہے جو آرام سے بیٹھ جاتیں۔ "بجو چائے لا دوں......"۔

"بھیا جوتے پالش کر کے کہاں رکھوں" دادی اماں ٹانگیں دبا دوں۔ ثمر رات جب بستر پر لیٹی تو نیند کوسوں میل دور تھی ...... یہ اپنائیت کا رشتہ بھی تو مقناطیسی کشش رکھتا ہے۔ اگلے تین چار دنوں میں ثمر حنانہ کے گھر جانے کا بہانہ ڈھونڈتی رہی مگر بڑے بھیا کی تفتیش کے ڈر سے نہ گئی۔ اسے تو اٹھتے بیٹھتے حنانہ کا گھر اور گھر والے یاد آتے۔ "یاخدا ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بھی ایسا بنا دے......" مگر ہوا یوں کہ اس کی دعا منہ سے نکل کر بجائے اوپر جانے کے نیچے آ گئی۔ بقر عید قریب تھی ...... وہ کپڑوں جوتوں سے زیادہ حنانہ کے ہاں جانے میں دلچسپی رکھتی تھی۔ تھک ہار کے اس نے درخت سے بیر

تخلص

ایک دن حسن ثنی کو نہ جانے کیا سوجھی کہ کہنے لگا "میرے شعر سنو گے؟" میں حیران ہو کر اس کا منہ تکنے لگا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ شاعر ہے اور شمع تخلص کرتا ہے اس نے مجھے کچھ شعر سنائے ایک مصرع اب تک یاد ہے
خیال یار کیا کرتا تھا اور کیا کر دیا مجھے خوب یاد ہے کہ یہ مصرع اس نے اپنا کہہ کر سنایا تھا۔ میں نے اسی دن سوچ لیا کہ میں بھی شاعر بنوں گا۔ دوسرے دن جماعت میں اپنے تخلص کا اعلان کر دیا۔ میرا تخلص تھا عاصی ہر کتاب کاپی پر اپنا نام ضرور لکھتا اور یوں لکھتا "مرزا دلاور علی عاصی"۔ اپنی جماعت میں صرف ہم دو شاعر ہی نہیں تھے اور بھی تھے اور ایک بار تو یوں لگا جیسے ہر لڑکا شاعر ہے کیونکہ ہر ایک نے دوسرے کی دیکھا دیکھی اپنے نام کے ساتھ کوئی لفظ لگا لیا تھا اور تقاضا یہ تھا کہ بلانے والا دوسرے کو پورا نام لے کر بلائے مثلاً دلاور علی عاصی ادھر آؤ۔ حسن ثنی شمع ذرا اپنی کتاب دو۔ حد یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ جغرافیہ کے ماسٹر جی نے ایک لڑکے کو پکارا۔

"ارشاد علی! کھڑے ہو جاؤ۔" وہ بیٹھا رہا۔ ماسٹر جی کو حیرت ہوئی اور غصہ بھی آیا "سنا نہیں، تم نے؟" خدا جانے ارشاد علی کس عالم میں بیٹھا تھا کہنے لگا "ماسٹر جی! میرا پورا نام لیجئے یوں کہیے ارشاد علی گلستان کھڑے ہو جاؤ"

"یہ گلستان کیا چیز ہے؟" ماسٹر جی نے پوچھا۔ "جناب! میرا تخلص"۔ اس وقت تو بات ہنسی میں ٹل گئی مگر دوسرے دن یہ حرکت ایک اور لڑکے نے کی۔ اس کا نام تھا صفدر شاہ۔ ماسٹر جی نے بلایا تو وہی واقعہ ہوا ماسٹر جی نے پوچھا

"تمہارا تخلص کیا ہے؟" اطلاع دی گئی "منٹو پارک"۔ "یہ تخلص کس نے رکھا ہے؟"

لڑکوں نے شور مچایا "دلاور علی عاصی نے"۔ سب ماسٹر جی نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا دلاور علی عاصی صاحب! کچھ شعر میں نے بھی کہے ہیں عرض کرتا ہوں" اور انہوں نے بید لے کر میرے دونوں ہاتھ سرخ کر دیئے۔ سب لڑکوں نے اپنے تخلص چھوڑ دیئے اور میں نے اپنا تخلص بدل لیا۔ عاصی چھوڑ کر شجر کر لیا اور یہ شجر آنے والے موسم کی تاب نہ لا سکا کیونکہ چھ ماہ بعد میں نے اپنا تخلص چھوڑ کر برق بنا لیا۔ برق بھی زیادہ دیر تک نہ چمک سکی۔ آخر تان ادیب پر ٹوٹ اور یہ میں نے پھر کبھی نہ بدلا۔

(مرزا ادیب کی آپ بیتی سے) انتخاب: عائشہ اکبر پسرور

اتارے...... پلیٹ بھر کر حنانہ کے ہاں لے گئی۔ بیر سب کو بہت پسند آئے ...... خصوصاً جب یہ پتہ چلا کہ گھر کی بیری سے ہیں پھر تو اور زیادہ تعریفیں ہوئیں امی نے بیروں کا حصہ نکال کر حنانہ کو دیا ...... جاؤ نانو یہ حصہ ماسی کو دے آؤ اس کے بچے بھی کھائیں گے۔ حنانہ پلیٹ پکڑ کر کوارٹر کی طرف چلی گئی ...... ثمر سے نہ رہا گیا اس نے دل کی بات کو زبان پر آنے سے نہ روکا۔

"حنانہ تم لوگ ہر چیز میں سے نوکروں کا حصہ نکالتے ہو؟" "کیوں جو سارا دن ہماری خدمت کرتے ہیں ان کو حصہ نہ دیں؟" ہماری دادی تو ہر چیز ہر پھل یہاں تک کہ کپڑے خریدیں تو اس کا بھی حصہ دیتی ہیں کہتی ہیں یہ ان کا حق ہوتا ہے ...... ثمر نے جھجکتے جھجکتے پوچھا اور اگر گھر میں کوئی اچھی چیز ...... میرا مطلب ہے کڑاہی روسٹ یا ایسی چیز بنے تو......؟؟ "کیا مطلب" حنانہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"ثمر خاموش ہو گئی ...... اپنا کرتا اٹھاؤ تو اپنا پیٹ ننگا ہوتا ہے۔ وہ کیا بتاتی کہ جب بھی بڑے بھیا کی فرمائش پر چکن کڑاہی بنے ابو کی پسند پر جلفریزی اور بھنا گوشت تو امی ماسی کو بچا ہوا کل والا سالن دیتی ہیں ...... یا پھر اچار دے دیتی ہیں۔ اس دن بھی ثمر کو بہت دیر تک نیند نہیں آئی تھی۔ وہ اب ہر بات ہر کام پر موازنہ کرتی۔ ابھی کل ہی ماسی نے بچا ہوا شوربہ مانگ لیا تھا۔

"بیگم صاحب جی چھوٹی بچی کو بخار ہے وہ شوربہ میں روٹی بھگو کر کھانے کو کہتی ہے ......" "لو جی اب بخار میں یہ شوربہ پلائیں گی ...... اور سنو میری تو کمر میں درد ہو رہا ہے رات کو یہی شوربہ چلے گا ......" ماسی نا امید ہو کر چلی گئی۔

آپ کو توہین کا مطلب پتہ ہے ناں؟؟ ...... صبح سویرے بکروں کی ہاں ہاں اور میں میں سے آنکھ کھلی بڑے بھیا اور ارسلان دونوں بکروں کو پریڈ کرا کے ان کے چال چلن کا اندازہ کر رہے تھے۔ میں نے اٹھ کر وضو کیا نماز پڑھی اور حنانہ کے گھر چلی گئی ...... ان کے ہاں بھی دو بکرے تھے ...... تم لوگ ہمیشہ دو بکروں کی قربانی دیتے ہو؟ میں نے پوچھا۔

نہیں کبھی تین ہوتے ہیں کبھی ایک باقی کے پیسے کشمیر بھجوا دیتے ہیں۔ "تم لوگ گوشت سے کیا کیا کچھ بناتے ہو......؟ میں نے چند دنوں میں شامی تکے چانپیں' اچار گوشت کا تصوراتی مینو سامنے لا کر پوچھا...... ہم لوگ ...... اصل میں بکرے ذبح ہوتے ہیں تو دادی اماں اور ابو ایک حصہ رکھ لیتے ہیں باقی فوراً تقسیم کرتے ہیں اور پکا ہوا بھی اکثر تقسیم ہی ہو جاتا ہے۔ "ہم تو ...... دادی اماں چانپیں الگ رکھواتی ہیں' ران الگ نے' چینے کا الگ سے پھر باقی گوشت کے حصے کر کے تقسیم کرتے ہیں۔ "تو کیا ان میں چانپیں نہیں ہوتیں؟" "نہیں ......" میں نے شرمندگی سے کہا۔ یہ تو غلط ہے جو چٹخارے کی قربانی نہیں دے سکتا وہ بیٹے کی قربانی کیسے دے سکتا ہے ...... میں شرمندہ تھی گھر آ گئی ...... کاش میرے گھر میں کوئی اور بھی شرمندہ ہو تو بات بنے۔ اگلی صبح جب گوشت بن رہا تھا میں نے ہمت سے کام لیا اور کہا "امی......"۔

کیا بات ہے؟ ان کے ہاتھ تیزی سے پیاز کاٹ رہے تھے شاید آج وہ بہاری کباب بنانا چاہ رہی ہوں گی۔ انہیں پسند بھی بہت تھے۔ "امی اس دفعہ آپ گوشت گھر کے لئے الگ سے نہ نکالیں بلکہ تین حصے کر کے ایک خود رکھ لیں۔" کیا مطلب! اللہ جی کو ناپسند ہے ...... چھانٹی کر کے اچھا گوشت خود نکال لیتے ہیں۔ چھیچھڑے نما گوشت تقسیم کرنے کیلئے ......

"ان کے بھی پر پرزے نکل آئے ......" باجی بڑبڑائیں۔ پھر وہی ہوا ...... دہی میں خوب سارا مصالحہ ڈال کر چانپیں بنائیں۔

امی نے بہاری کباب اور دادی اماں نے بریانی۔ ابو نے کہا میرے دو تین دوست آئیں گے کھانا شاندار ہونا چاہئے۔ امی نے نئے سرے سے کڑاہی بنا لی ...... ویسے بھی تیار مصالحوں نے کھانے پکانے کا کام بہت آسان کر دیا ہے۔

ماسی کو امی نے گوشت بھی دیا اور اوجھڑی بھی ...... پائے خود رکھے سری ماسی نے مانگی تو صاف انکار کر دیا۔ شام کو کھانا ٹیبل پر چن دیا گیا۔ ہر سو کبابوں' بریانی' کڑاہی کی خوشبو پھیلی تھی امی کے ہاتھ میں بہت لذت اور ذائقہ تھا۔ ابو کے تین کی بجائے پانچ چھ دوست تھے۔ ابھی ابو دوستوں کے ہمراہ ڈرائنگ روم میں تھے کہ فون کی بیل ہوئی۔ ابو نے سنا ...... کیا؟ ...... کیا؟ کب ...... سب ابو کا اڑتا رنگ دیکھ کر پریشان تھے جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ چکوال کے قریب ایکسیڈنٹ میں بھائی جان اور بھابھی شدید زخمی ہو گئے ہیں۔ بچوں کا کچھ پتہ نہیں ...... چلو جلدی کرو۔ پانچ منٹ کے اندر اندر گھر ویران ہو چکا تھا...... ابو کے پاس معذرت کا بھی وقت نہیں تھا ...... دادی غش پر غش کھا رہی تھیں۔ چکوال پہنچ کر اندیشے سچ ثابت ہوئے۔ بھائی جان' بھابھی دونوں اس دنیا میں نہیں تھے ...... بچے شدید زخمی تھے۔

پچھے ساتویں دن افسردہ دل' زخمی حوصلے کے ساتھ گھر کے سب افراد اندر آئے تو ٹیبل پر کھانا پڑا تھا ...... بلیوں نے خوب مزے اڑائے ...... کچھ کھانا قالین پر گرا تھا' کچھ ٹیبل پر ...... جو بچ گیا تھا وہ بدبو چھوڑ چکا تھا۔ ثمر سوچ رہی تھی اے کاش یہ کھانا کسی مستحق کے پیٹ میں چلا جاتا تو اگلی دنیا کیلئے محفوظ ہو جاتا...... اے کاش ...... اے کاش ......

انعامات کی برسات

انچارج کوئز ...... سید غضنفر علی

پھول دوستو آپ کو انعام مبارک ہوں۔ انعام ملنے سے آپ کی چھٹیوں کی خوشی اور بڑھ جائے گی۔ ان چھٹیوں میں کوئی ایسا کام کریں جس سے دوسروں کا فائدہ ہو۔ آپ کے اردگرد اگر کوئی بچہ تعلیم سے محروم ہے تو اسے رہنمائی فراہم کریں۔ کوشش کریں کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور اپنے اندر عاجزی پیدا کریں۔ جن کے انعامات نکلے ہیں وہ دس جولائی 2001ء بروز منگل دن گیارہ بجے پھول فورم میں پھول آفس لاہور تشریف لائیں اور کسی یادگار مہمان شخصیت کے ہاتھوں اپنا انعام لے جائیں۔ انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

کوئز کی دنیا

1- زاہد لیاقت علی مدرسہ الحکمۃ المدینہ چونگی امرسدھو لاہور
2- مبشر انعام کھوکھر ہاؤس A-9 شالیمار لنک روڈ لاہور
3- قندیل ارم مین بازار تلہ گنگ چکوال
4- ولید بن نوید راوی محلہ سمندری فیصل آباد
5- عظمیٰ اقبال استقلال آباد کالونی سرگودھا
6- راحیلہ شاہین باغبانپورہ داروغہ والا لاہور

صفحہ بتایئے انعام پایئے

1- افشاں مختار مکان نمبر 902DS محلہ نگراں نزد وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور
2- آنسہ شازیہ مدرسۃ الحکمۃ المدینہ ستارہ کالونی چونگی امرسدھو لاہور
3- محسن فضل C/O ڈاکٹر فضل احمد محلہ گنیش پورہ مٹھن آباد بہاولنگر
4- ثنا منظور حسین C/O ڈیلی یادگار مہران مرکز سندھ
5- صائمہ جمال OPF پبلک ہائی سکول ہنگو
6- محمد اسد تحصیل تونسہ شریف ڈی جی خان

پھول کوئز کی قرعہ اندازی محمد رضوان اسلم نے کی۔ آپ پنجاب یونیورسٹی میں MBE ماسٹر آف بزنس ایجوکیشن کے طالبعلم ہیں۔ آپ کا تعلق جہلم سے ہے۔

حدیث کوئز

سیدہ شبنم فاطمہ محلہ مغلپورہ گرجاکھ گوجرانوالہ

حدیث کوئز کی قرعہ اندازی سید علی حسن کاظمی نے کی آپ کا تعلق اولیائے کرام کے شہر ملتان سے ہے۔

یہ ہے سائنس کی دنیا

1- آتش احمد 38- یثرب کالونی ملتان روڈ لاہور
2- جام محمد افضل نور منزل ملتان روڈ بہاولپور
3- عمیر رزاق S/O عبدالرزاق گلی نمبر 2 محلہ حافظ آباد تحصیل و ضلع لیہ
4- شایان صفدر 145- علامہ اقبال روڈ نزد پوسٹ آفس مصطفیٰ آباد لاہور
5- غضنفر علی آکاش S/O لیاقت علی ویلکم آٹوز سٹور پاکپتن روڈ عارفوالا



ایک اداس اندھیرے دل کا ماجرا اس کی سب سٹریٹ لائٹس اچانک جل اٹھی تھیں

محمد عمر رحمن ملتان

آج میرے دل کی گلی میں اندھیرا سا چھا گیا ہے مجھے یوں لگ رہا ہے کہ جیسے کسی نے پتھروں سے نشانے تاک تاک کر مارے ہیں اور تمام سٹریٹ لائٹس توڑ ڈالی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ بلدیہ والے یا شاید سٹی ڈویلپمنٹ اتھارٹی والے اب بہت جلد ان لائٹس کو بحال نہیں کریں گے اور مجھے یہ سوچ سوچ کر وحشت ہو رہی ہے کہ میرے دل کی گلی میں بسنے والے لوگ یہ گلی چھوڑ نہ دیں۔

میں ایک ایسا بچہ ہوں جو بچپن اور نوجوانی کے وسط میں ہے میری بہت سی خواہشیں تھیں، ہیں اور رہیں گی۔ میری خواہشوں کی بہت سی اقسام ہیں یہ بڑی بھی ہیں، چھوٹی بھی، ننھی بھی اور منی بھی، نقصان دہ بھی اور بے ضرر بھی اور میری خواہشوں کے بدلنے کی رفتار میری جسمانی بلوغت سے بھی زیادہ ہے۔

میں نے شروع میں اپنے دل کی گلی کا ذکر کیا جو اندھیری ہو گئی ہے آپ تھوڑی دیر کے لئے اس دل کی گلی کو بھول جائیے اور میرے محلے کی اس گلی میں آ جائیے جہاں میرا گھر ہے

میری گلی میں کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے جو اسے دوسری گلیوں سے ممتاز کر سکے یہ ایک صاف ستھرا اور خوشحال لوگوں کا علاقہ ہے یہاں بڑے بڑے بنگلے ہیں نہ چھوٹے چھوٹے مکان، بس درمیانے سائز کے خوبصورت گھر ہیں۔

میری گلی میں بسنے والے لوگ بھی عام لوگوں سے مختلف نہیں ہیں، سب کچھ ویسے ہی ہے جیسے عموماً ہوتا ہے بس اگر کوئی انفرادیت ہے تو وہ میری ذات سے ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہ کوئی انفرادیت ہی ہو ہو سکتا ہے کہ میرے جیسے لوگ ہر گلی میں ہی پائے جاتے ہوں اور مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ مجھ میں وہ کیا خصوصیات ہیں کہ جن کی بناء پر میں منفرد ہو گیا ہوں سب سے الگ تھلگ اور جدا

میں اگر کہیں سے گزرتا ہوں تو لوگ چہ مگوئیاں شروع کر دیتے ہیں مجھے سب معلوم ہے وہ میرے بارے میں کیا کیا منصوبے بناتے ہیں مگر میں بھی کوئی ایسا کم عقل یا تنہا نہیں ہوں کہ انہیں مزا نہ چکھا سکوں عمار ذوالفقار اور احمد تو میرے ہی ساتھ ہیں۔

پچھلے دنوں میرے محلے کے نوجوانوں کو جانے کیا سوجھی کہ ایک تنظیم بنا ڈالی ''امید سحر'' کے نام سے شروع شروع میں، میں نے بھی ان کا ساتھ دینے کی کوشش کی مگر افسوس کہ میری وہی انفرادیت آڑے آ گئی اور وہ سب کے سب میرے خلاف ہو گئے اور تو اور میرے بڑے بھائی نے بھی ان ہی کا ساتھ دیا یہ ہے خون کے رشتوں کی حقیقت کہتے ہیں ہم سحر لائیں گے نوجوانوں کے رویوں اور سوچوں کو بدلیں گے ہونہہ پہلے خود کو تو بدلیں۔

میں نے بھی سوچ لیا کہ انہیں کچھ کر کے دکھاؤں گا، آخر وہ سمجھتے کیا ہیں...... اور جھٹ سے ایک اور تنظیم بنا ڈالی عمار ذوالفقار اور احمد کو ساتھ لیکر مشعل کے نام سے مشعل کا نام سن کر ان میں سے کچھ بہت مشتعل ہوئے مگر مجھے کیا میرے دل کو تو تسکین ہو گئی اور ان کا وہ لیڈر کاشف اسے فلسفی بننے کا بہت شوق ہے کہتا ہے کہ جب اچھا کام شروع کیا جائے تو مشکلات تو آتی ہی ہیں مگر انسان کو ڈٹے رہنا چاہئے وہ یہ بات امید سحر سے منسوب کرتا ہے ہونہہ! مگر حقیقت میں یہ بات مجھ پر صادق آتی ہے کتنے لوگ میرے خلاف ہیں حتی کہ میرے گھر والے بھی کہتے ہیں بڑے بھائی کا ساتھ دو اچھے کام متحد ہو کر کیے جائیں تو نتائج جلد اور مثبت نکلتے ہیں انہیں کیا پتا کہ میں ان

کے ساتھ چل ہی نہیں سکتا۔

سب خود غرض ہیں، موقع پرست اور اپنے آپ کو Oblidge کرنے والے لیڈر بنتے ہیں تقریریں کرتے ہیں اور مشہور ہونے کی کوشش کرتے ہیں سمجھتے ہیں میں نادان ہوں مجھ سے بات کرتے ہوئے ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کرتے ہیں مگر میں سب سمجھتا ہوں۔

اور میرے بھائی صاحب کو تو دیکھو، جب میں نے مشغل بنائی تو مجھ سے اس موضوع پر کوئی بات نہ کی چپ چپ رہنے لگے بس اتنا کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ تم بلائنڈز کے لئے کام کرنا چاہتے ہو مگر ہمارے ساتھ مل کر کرتے تو کام مزید سہل اور آسان ہو جاتا۔

میں بہت خوش ہوا کہ چلو یہاں سے تو زیادہ مخالفت نہیں ہوئی مگر اگلے ہی روز میں نے ان کی ڈائری پڑھ لی تو مجھے بہت غصہ آیا اور میں نے وہ صفحہ ہی پھاڑ ڈالا جس پر میرے بارے لکھا تھا۔

لکھا تھا...... "اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ لوگوں کو آزمائش میں ضرور ڈالتا ہے اور میں اس لحاظ سے خود کو خوش قسمت تصور کرتا ہوں کہ میرے چھوٹے بھائی کی شکل میں خدا نے مجھے ایک آزمائش سے نواز رکھا ہے اس سے میرا رشتہ خون کا ہے عام لوگوں سے محبت کرنا یا نہ کرنا شاید انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے مگر اپنے خون سے محبت تو انسانی سرشت میں داخل ہے۔

میں اسے نادان سمجھتا ہوں، چھوٹی سوچ اور ذہن والا، وہ یقیناً دل کا برا نہیں ہے مگر اس نے اپنے اردگرد ایک چھوٹی سی دنیا بسائی ہوئی ہے وہ ایک خول میں بند ہے۔ اپنے کمرے کی چھت کو آسمان سمجھتا ہے چھوٹی چھوٹی مادی خواہشوں کو ہی کل کائنات سمجھتا ہے اسی لئے مختلف نظر آتا ہے اس کی یہی ایک خامی اس کی تمام خوبیوں پر حاوی ہے۔

مجھے فخر ہے کہ میرا نام امید سحر کے پائنیر میں شامل ہے ہم نوجوانوں کی سوچوں اور ذہنوں میں انقلاب لانا چاہتے ہیں جو سوچ اور جو راستہ ہمیں پھول نے دیا ہے اسے امید سحر کے ذریعہ اپنے دوستوں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ مجھے معلوم تھا کہ برائی کی طرف جانے والے راستے میں اترائی ہی اترائی ہوتی ہے انسان ابھی پہلا ہی قدم رکھتا ہے کہ قدم خود بخود اٹھتے چلے جاتے ہیں رفتار تیز ہوتی جاتی ہے اور واپسی بہت مشکل ہوتی ہے مگر اچھائی کو جانے والا راستہ اوپر کی طرف جاتا ہے چڑھائی ہی چڑھائی ہر قدم پر مشکل ایک قدم اٹھانے کے بعد دوسرے کے لئے بہت تیاری کرنا پڑتی ہے اور واپسی بہت آسان ہوتی ہے۔

مجھے علم تھا کہ اگر دس لوگ ہمارے حمایتی ہو گئے تو بیس ممکن ہے کہ بیس کی طرف سے مخالفت بھی ہو مگر مجھے اس بات نے بہت ڈس ہارٹ کر دیا ہے کہ مخالفت کا علم سب سے پہلے میرے ہی گھر سے بلند ہوا میرے چھوٹے بھائی کی طرف سے میں اس کے لئے ہدایت کی دعا کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں......

دیکھا آپ نے......! یہ خیالات ہیں میرے بارے بھائی میاں کے، پتا نہیں لوگوں کو دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے میں کیا مزا آتا ہے بھئی اپنی زندگی جیو اپنی زندگی میں جو مرضی کرو یہ دوسروں کے لئے گھلنے کو کس نے کہہ دیا......؟

میں نے بھی بھائی کی ڈائری پڑھنے کے بعد ان سے بول چال بند کر دی بھئی! منافقت مجھے پسند نہیں جو دل میں ہو گا وہی سامنے بھی......

پھر ایک روز بھائی کو ہیضہ ہو گیا۔ طبیعت بہت خراب ہو گئی بس سمجھو کہ مرتے مرتے بچے ہمارے سارے خاندان والے عیادت کرنے آئے اور یہ سوچ کر کہ تعزیت کر کے ہی واپس جائیں گے مگر میں ان کو دیکھنے تک نہ گیا اور میں نے ان سے حال تک نہ پوچھا سب نے کہا "پتا نہیں" کیا ہے اس لڑکے کو، پتھر ہے بالکل پتھر" بھئی! سیدھی بات ہے منافقت مجھے پسند نہیں جو دل میں...... مگر...... مگر شاید میرا دل تو چاہا تھا بھائی کو دیکھنے کو...... مگر میں کیسے چلا جاتا لوگ کہتے ہار مان لی؟ ہونہہ......!

لیکن پرسوں بہت عجیب ہی ہو گیا ایک دم سارا منظر ہی بدل گیا پرسوں میں پھر مین روڈ پر بائیک دوڑا رہا تھا...... حالانکہ بہت دفعہ ماں نے بابا نے بھائی نے منع بھی کیا کہ فاسٹ ڈرائیونگ مت کیا کرو مگر کیوں؟ زندگی میری ہے بائیک میری ہے، میں جیسے بھی چلاؤں میں جیسے بھی جیوں کسی کو کیا......

کلمہ چوک سے میں جیسے ہی فلائی اوور کی طرف مڑا تو سامنے اچانک ایک تیز رفتار کار آ گئی شاید اس میں بھی کوئی میرے جیسا منفرد من چلا ہو گا بس مجھے یوں محسوس ہوا کہ کسی نے میرا جسم ہوا میں اچھال دیا ہو پھر مجھے کچھ یاد نہ رہا۔

اور ابھی کچھ دیر پہلے میری آنکھ کھلی تو میں ہسپتال میں ہوں، میرا جسم پٹیوں میں جکڑا ہوا ہے دونوں بازوؤں پر ڈرپس لگی ہیں ایک میں بلڈ اور دوسری میں گلوکوز ہے

اچانک میری سامنے نظر پڑی ہے جہاں بینر لگا ہے اور اس پر لکھا ہے "Happy New life from Umeed-i-Sahar"

میں نے اپنے دائیں طرف نگاہ دوڑائی تو میرا بھائی ساتھ والے بستر پر لیٹا ہوا ہے ان پر بھی ڈرپ لگی ہے خون کی بوتل...... مگر انہیں کیا ہوا......؟ بائیک پر تو میں اکیلا ہی تھا۔

مگر میں نے غور سے دیکھا تو ان کے جسم سے خون ٹپ، ٹپ......ٹپ، ٹپ......میرے جسم میں آرہا ہے مجھے توانائی دے رہا ہے۔ مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر بھائی ایک دم اٹھ بیٹھے اور ایک والہانہ مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا میں نے بھائی کی سرخ آنکھوں میں دیکھا جو شاید پچھلے چھتیس گھنٹوں سے جاگ رہی ہیں۔

"چندا"......! اب کیسے ہو......؟"

بھائی نے ابھی ابھی پوچھا ہے۔ سامنے شیشے کے دروازے کے پار "امید سحر" والے ہاتھوں میں پھول اور چہروں پر مسکراہٹ لئے کھڑے ہیں۔ بھائی اپنے بستر سے یہاں نہیں آسکتے میرے پاس، کہ بلڈ ٹرانسمیشن میں کوئی رخنہ نہ پڑے اور انہوں نے وہیں سے ایک فلائنگ کس مجھے بھیجی ہے جس کے آگے میں نے اپنی جبیں جھکا دی ہے۔

ابھی میں نے اپنے دل کی گلی میں جھانکا ہے یہاں سارا منظر ہی بدل رہا ہے۔ ہر چیز اجلی اجلی اور نکھری نکھری محسوس ہو رہی ہے۔

اب سٹریٹ لائٹس ٹوٹی ہیں تو ٹوٹی رہیں، سٹی ڈویلپمنٹ اتھارٹی والے آئیں یا نہ آئیں۔ مجھے اس سے کیا غرض......

اصل وجہ

زلزلہ آنے سے ایک موٹی عورت نیچے گرگئی تو اس کے شوہر نے کہا کہ بیوی تم زلزلہ آنے سے نیچے گری ہو یا تمہارے گرنے سے زلزلہ آیا ہے۔

(بدر جاوید سرکائی ڈیرہ غازی خاں)



طلب صادق

وہ محبت جس کی ابتدا بہت دوری سے ہوئی تھی طلب صادق اور یقین کے باعث کس قدر قریب لے آئی تھی
ایک محبت کا ماجرا جسکی ابتداء بہت دوری سے ہوئی تھی

شاذ بٹ

''کیا ہوا نور؟ ایسے چپ کیوں ہو؟'' کچھ نہیں ارم...... کچھ بھی تو نہیں۔ وہ چھپانے کے سے انداز میں مسکرا دی۔ ارم چلتے چلتے رک گئی۔ اگر تم اپنے Meditation (غور و فکر) کیلئے اکیلا ہونا چاہتی ہو تو میں جاؤں؟ میں جانتی ہوں میں تم سے زیادہ سوال شاید کر نہیں سکتی کیونکہ...... کیونکہ......''

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ''کہو نا ارم' کہو......''

''نور جب تم خود اکیلا ہونا چاہتی ہو تو میں بھی ہو جانا چاہتی ہوں...... مجھے پتہ ہے نور...... مجھے پتہ ہے تم صرف اسی رستے کو دیکھتی ہو جو اب میرا بھی بن چکا ہے۔ اب ''Come on God'' کے الفاظ تمہارے ہونٹوں پہ نہیں۔ میرے ہونٹوں پہ بھی ہوتے ہیں۔ مجھے ساتھ لے چلو' ساتھ لے چلو نا!

میرے دل میں جو تم نے اپنے اللہ میاں کا گھر بنایا ہے اس کی جلتی روشن بتیاں مجھے بہت تڑپاتی ہیں۔ ایسے جیسے میرا جسم ہو تو روح نہ ہو اور روح ہو تو بس روح ہی جسم نہیں' نور تم مجھے لے چلو نا! دیکھو تمہارا نام میں نے اسی لئے تو نور رکھا ہے کہ مجھے تم میں...... تم میں......'' اس کے بعد وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ ہاں اس کی آنکھیں بہت کچھ بول رہی تھیں۔

نور کے ساتھ لگتے ہی وہ ہلکی ہو رہی تھی...... ارم آج میں اللہ میاں جان سے کسی اور کو مانگ رہی ہوں۔ اپنی نئی محبت اور نئی چاہت کو اپنے نئے دوست کو I miss him, I miss him so much میرا دل کہتا ہے کہ میرے چلتے چلتے کہیں وہ اک دم سامنے آ جائیں''

اس نے سسکیاں لینی شروع کر دیں۔

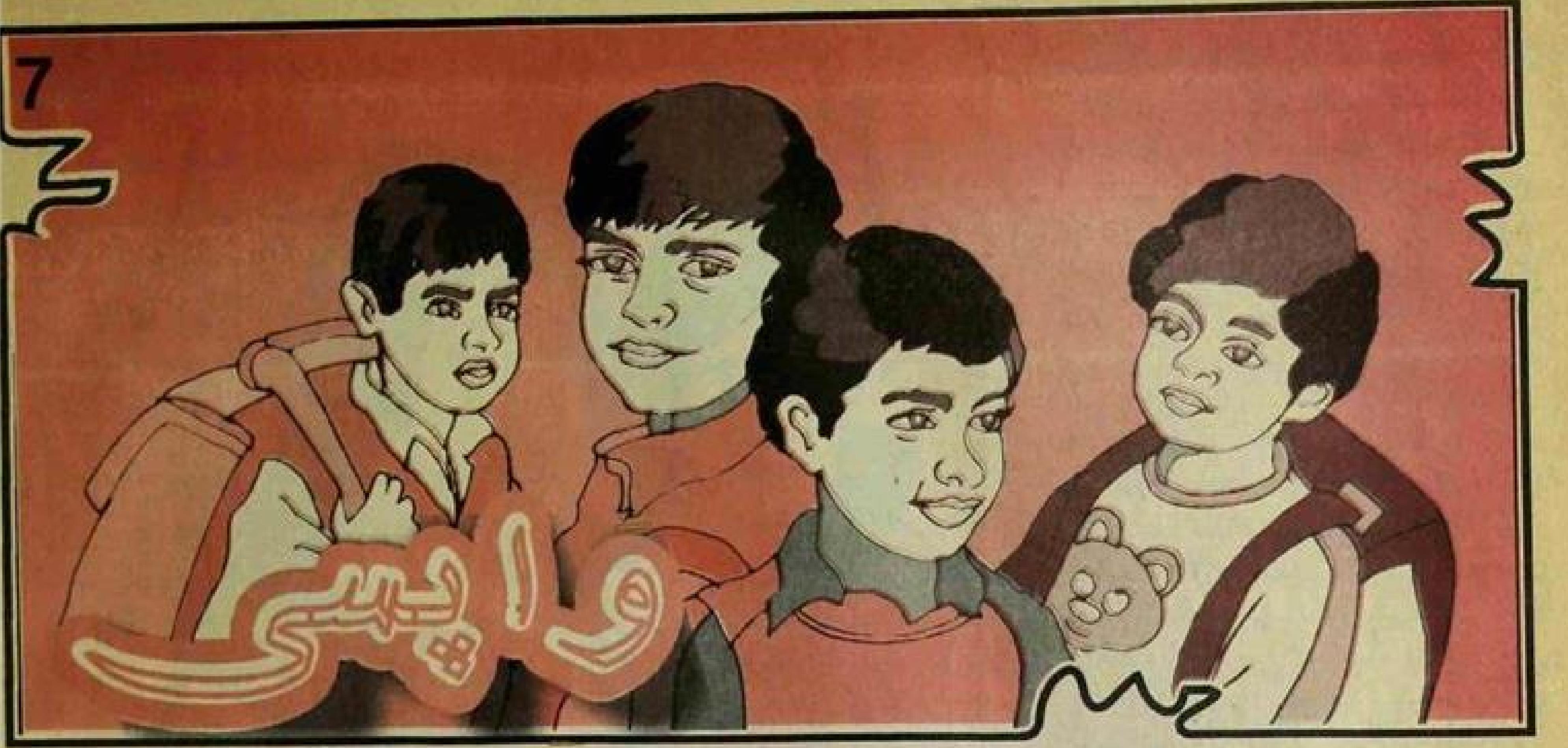
''تمہاری محبت کی ابتدا کیسے ہوئی؟''...... ارم نے پوچھا تو نور دھیرے سے بولی ''بہت دوری سے'' دوری سے؟ مگر کیسے''' ''ہاں دوست' میں ان سے بہت دور تھی اللہ میاں نظر آتے تھے وہ نہیں میں بہت جیلس ہوتی تھی کہ اللہ میاں ان سے اتنا پیار کیوں کرتے ہیں؟ دھیرے دھیرے ان کا نام مبارک دیکھ دیکھ کر میں نے انہیں سوچنا چاہا۔ اللہ جس سے محبت کرتا ہے اپنے بندوں سے محبت کروا لیتا ہے''

میں نے سوچا آخر کیا خوبی ہے کہ کل کائنات کا بے نیاز مالک کسی سے محبت کر رہا ہے۔ اس شخص میں کیا ہے۔ ایک دن ایک کتاب میں پڑھا'' جب حضورؐ پاک کے دادا وفات پا گئے تو آپؐ ان کے جنازے میں شریک تھے۔ ان کے چہرہ مبارک' معصوم گالوں پہ آنسوؤں کی لڑیاں تھیں۔ تو گویا میرے سینے میں کچھ ہوا۔ میرا دل رو دیا۔ صرف اس لئے کہ وہ روئے تھے

اللہ نے اپنا نام رحمٰن بتایا تو اپنے نبی کو رحمت اللعالمین بنایا۔ پھر ہم انؐ سے اتنا دور کیوں ہیں کہ اللہ میاں کا خیال آئے تو ہمارا دل لاڈیوں سے بھر جائے اور محمدؐ کا خیال آئے تو ہم چھپنے لگتے ہیں کیوں؟ یہ جھجک ہے؟ عقیدت ہے؟ ڈر ہے یا فاصلہ؟'' میرے دل نے کہا فاصلہ بھی ہے محبت بھی ہے۔ میں نے انؐ کے پاس جانا چاہا۔ میں نے محسوس کر لیا کہ قرآن پاک پھول اور محمدؐ اس کی خوشبو ہیں۔ قرآن پاک جسم اور محمدؐ اس کی روح ہیں' اللہ کی طرف میرا سفر میرے محمدؐ کے بنا مکمل نہیں۔

اللہ نے تو خود کہا کہ جو میرے نبی کی بات مانے گا میں اس سے محبت کروں گا' جو میرے نبی سے پیار نہیں کرتا میں بھی اس سے پیار نہیں کرتا۔ میں نے تمہارے لئے کتاب اور نور (حضرت محمدؐ) بھیجے ہیں۔ (جیسے روشنی کے بنا کتاب نہیں پڑھی جاتی) ارم تمہیں پتہ ہے نا وہؐ زندگی کے ہر روپ میں ہر پہلو میں نہایت نفیس اور کامل انسان ہیں۔ اک بار میں نے پڑھا کہ نبیؐ نے ایک صحابیؓ کو آواز دی۔ وہؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ جواب نہ دیا۔ نماز کے بعد جواب دیا تو حضورؐ نے فرمایا'' کیا تم نے نہیں سنا کہ جب اللہ اور اس کے نبیؐ بلائیں فوراً جواب دو؟'' میں نے چاہا میں وہ صحابی ہوتی تو فوراً نماز میں جواب دے دیتی مگر اک لمحے کو فوراً احساس ہوا کہ خیال کرو' خود کو اپنے پیغمبر کے صحابیؓ کے روپ میں دیکھتی ہو! میں ''سوری اللہ میاں'' کے سوا کچھ نہ کہہ سکی مگر میرا دل...... ایک بار معلوم ہوا کہ وہؐ بچوں کو اپنی سواری پہ بٹھاتے تھے۔ ان کے ساتھ کھیلتے تھے۔ میرا دل پھر سے مجھے دیکھا بچہ بنا گیا۔ مگر میں ''سوری اللہ میاں'' کے سوا کیا کہہ سکتی تھی۔

مگر اللہ نے مجھے پیار سے اتنا کہا کہ اب ان کی سنت پہ چلنا ہی ان سے محبت اور مجھ سے محبت ہے۔ ان کو دیکھنے کی طلب میں میں بہت ترسی ہوں۔ وہ بہت سوں کے خواب میں آئے میری کزن کو انہوںؐ نے بہت پیار دیا تھا۔ فوزی نہیں انکل سید نظر زیدی سے بھی تو اتنی بار ملے۔ مجھ سے کیوں نہیں ملتے۔ وہ میرے خواب میں کیوں نہیں آ جاتے۔ میں نے سارے طریقے اپنا کے دیکھ لئے جو کتابوں میں لکھے تھے مگر وہ نہیں ملے۔ وہ نہیں ملے...... جمعہ کے روز حضورؐ پاک خود درود پاکؐ سنتے ہیں۔ میں انؐ پہ بہت دیر سلامتی بھیجوں گی۔ ارم وہ میرے خواب میں آئیں گے نا! جلدی آئیں گے نا! میں طلب پوری ہو جائے گی نا۔ انہیںؐ میں بتاؤں گی کہ'' آپ میرے محمدؐ ہیں۔ آپ کی خاطر میں نے خود کو بہت بدلا ہے میں نے اللہ میاں کی انگلی تھام کر آپ کا نام بھی لیا ہے۔ آپؐ مجھ سے دوستی کر لیں۔ آپ مجھ سے دوستی کر لیں......'' رو رو کر وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خبر ہو چکی تھیں۔ ایک نئی محبت' ایک نئی طلب کیسی ہوتی ہے اس کی سچائی اور مٹھاس کیسی ہوتی ہے؟ اس کا اندازہ محبت والوں کو ہی ہوتا ہے۔ اس روز اس نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ وہ درود پاکؐ پڑھتی جا رہی تھی اور ایک پاکیزہ ہوا میں بہت بلند اڑتی جا رہی تھی۔ جیسے اسے کسی کی دوستی کا مان مل گیا ہو جیسے کسی نے اسے قبول کر لیا۔



ایک سوچ کا شاخسانہ۔۔غصے اور محرومی کی ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے۔۔بچوں کے معصوم معصوم سے حقوق کو پامال کرنے والوں کیلئے

نذیر انبالوی

اختر کے سامنے گرم سالن کی پلیٹ اور ٹھنڈے پانی کا جگ رکھا تھا وہ بار بار گھڑی کو دیکھ رہا تھا۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ اسے کہیں جانا ہے۔ وہ گھڑی کو دیکھنے کے بعد سالن کی پلیٹ کو تکتا جو کہتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی سالن ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ جگ میں رکھا پانی اسے گرم ہونے کی اطلاع دے رہا تھا۔

''کلثوم تم نے احسن کو کس تنور سے روٹی لانے کیلئے بھیجا ہے؟'' اختر نے پوچھا۔ ''رفیق کے تنور سے روٹی لینے گیا ہے۔ ابھی آ جاتا ہے'' کلثوم بولی۔ ''تنور کیا ہزار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے...... کام چور ست...... اسے آنے دو ابھی اس کی خبر لیتا ہوں۔'' ''احسن کے ابا پھر وہی غصہ بچوں سے کبھی پیار سے بھی بات کر لیا کرو...... ہر وقت کی سختی اچھی بات نہیں ہوتی......'' ''مجھے علم ہے کونسی بات اچھی ہے اور کونسی بُری...... مجھے دیر ہو رہی ہے۔''

''ہاں...... ہاں...... دیر ہو رہی ہے...... چورنگی میں تاش کے پتے انتظار کر رہے ہیں...... ہر وقت تاش...... تاش......۔'' ''پھر ہر وقت کا راگ الاپ رہی ہو'' اختر نے کلثوم کی بات درمیان سے اچک لی۔ ''تو کیا غلط کہہ رہی ہوں۔ صبح ہو شام ہو۔ تمہیں تو صرف ایک ہی کام ہے...... تاش کھیلنا اور صرف تاش کھیلنا۔'' ''اپنی زبان بند رکھو ورنہ ایک ہاتھ دوں گا......'' یہ کہہ کر اس نے سالن دیکھا تو وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا جبکہ سٹیل کے جگ کے بیرونی حصہ سے ٹپکتے ہوئے ٹھنڈے پانی کے قطرے بھی غائب ہو چکے تھے۔ احسن کا اب تک کچھ پتہ نہ تھا۔ وہ نہ جانے کہاں چلا گیا تھا۔ اختر غصے سے بھرا احسن کو دیکھنے کے لئے گھر سے باہر چلا گیا۔ چند منٹوں بعد وہ رفیق کے تنور پہنچا تو وہاں احسن نہیں تھا۔

''کیا یہاں احسن آیا تھا؟۔'' ''ہاں آیا تھا...... تین روٹیاں لے کر گیا ہے۔'' رفیق بولا۔

اب اختر کا رخ اپنے گھر کی طرف تھا۔ احسن کا ابھی تک کچھ پتہ نہ تھا۔ دوپہر سے شام اور شام سے رات ہو گئی۔ احسن کو گم ہوئے دس گھنٹے ہو چکے تھے۔ رات آٹھ بجے کے قریب اختر کے دو بیٹوں اکمل اور اجمل نے قریبی آٹو ورکشاپ سے واپس آنا تھا مگر وہ بھی ابھی تک نہ لوٹے تھے۔ اکمل اور اجمل تو پہلے بھی کئی بار کام زیادہ ہونے کی وجہ سے ورکشاپ سے دیر سے آتے تھے۔ احسن کو آس پاس کی آبادیوں میں تلاش کیا گیا۔ قریبی مساجد میں اعلان کروائے گئے۔ جب رات بارہ بج گئے تو اختر کو تشویش ہوئی وہ اکمل اور اجمل کے بارے میں معلوم کرنے کیلئے ورکشاپ پہنچا تو وہاں بڑا سا تالا پڑا تھا۔ جب ورکشاپ کے مالک سے رابطہ کیا گیا تو اس نے بتایا کہ دونوں آٹھ بجے ہی ورکشاپ سے چلے گئے تھے۔ یہ سن کر اختر چکرا سا گیا تھا۔ اس کے تینوں بیٹے پراسرار طریقے سے غائب ہو چکے تھے۔ اس کی آنکھوں تلے اندھیرا چھانے لگا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ وہ اب کیا کرے۔ کہاں جائے؟ کس سے فریاد کرے؟۔ چند دوستوں کے مشورے کے بعد وہ اپنے بچوں کی گمشدگی کی رپورٹ درج کروانے کیلئے تھانے جا پہنچا۔ محرر نے اسے سر سے پاؤں تک بغور دیکھا۔

''اچھا تو تم اپنے بچوں کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے آئے ہو۔'' ''جی...... جی...... ہاں......''

''کتنی کتنی عمر ہے تمہارے بچوں کی؟۔''

''وہ جی اکمل دس سال کا ہے، اجمل آٹھویں سال میں لگا ہے اور احسن چھ برس کا ہے۔'' ''تینوں کس سکول میں پڑھتے ہیں؟۔'' ''کسی سکول میں بھی نہیں......''

''کیا مطلب؟......'' محرر چونکا

''اکمل اور اجمل گندے نالے کے پاس واقع آٹو ورکشاپ میں کام سیکھ رہے ہیں جبکہ احسن ابھی تک گھر ہی میں ہوتا ہے'' اختر بولا۔ ''اور تم کیا کرتے ہو؟۔''

''میں جی...... کچھ نہیں کرتا...... بیمار ہوں کچھ کر نہیں سکتا۔'' اسی لمحے اختر کے کان میں سرگوشی ہوئی۔ ''میں صرف تاش کھیلتا ہوں...... صرف تاش......'' محرر نے مزید چند سوال پوچھنے کے بعد رپورٹ درج کر لی۔ پولیس کیلئے یہ واقعہ معمول کا واقعہ تھا کیونکہ آئے روز بچے گم ہوتے رہتے ہیں مگر گلشن نگر کے مکینوں کیلئے یہ کوئی معمولی بات نہ تھی، سب اختر اور کلثوم کو تسلیاں دے رہے تھے۔ لوگوں کو اس وقت حیرت کا جھٹکا لگا تھا جب دوسرے دن مجید کے دو بیٹے اور ایک بیٹی اچانک غائب ہو گئے تھے۔ تینوں سکول گئے تھے اور وہاں سے لوٹے نہ تھے۔ ابھی ان بچوں کا سراغ بھی نہ ملا تھا کہ خوش ذائقہ ہوٹل میں کام کرنے والے پانچ بچے غائب ہو گئے تھے۔ ان واقعات سے گلشن نگر میں خوف وہراس کی لہر دوڑ گئی تھی۔ پولیس اور عوام سر جوڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ سب اپنے خیالی گھوڑے دوڑا رہے تھے۔ کسی کا خیال تھا کہ کوئی

منظم گروہ بچوں کو اغواء کر کے کسی دوسرے علاقے میں پہنچا رہا ہے جبکہ کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ بچے خود ہی بھاگ گئے ہیں، غرض جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔ خوف کا یہ عالم تھا کہ والدین نے اپنے بچوں کو گھر سے نکلنے سے منع کر دیا تھا۔ والدین کی آنکھیں بچوں کے تعاقب میں رہتیں۔ ادھر کسی بچے نے گھر سے باہر قدم رکھنے کی کوشش کی ادھر یہ آواز اس کے کان میں گونجتی۔

"گھر سے قدم مت نکالنا بردہ فروش تمہیں اٹھا کر لے جائے گا....." اس طرح کی آوازیں بچوں کو گھر میں قید کرنے کیلئے کافی تھیں۔ بچوں کو گھر میں قید کرنے کے باوجود بچوں کے غائب ہونے کا سلسلہ بند نہ ہوا۔ ایک رات طفیل اپنے بچوں کے ساتھ صحن میں سویا ہوا تھا۔ جب صبح وہ اٹھا تو اس کے بچے چارپائیوں پر موجود نہ تھے۔ اس کے شور مچانے پر محلے والے اکٹھے ہوگئے۔ سب سوالیہ نشان بنے ہوئے تھے۔

"میرے بچے نہ جانے کہاں چلے گئے ہیں؟..... رات تو یہیں سوئے تھے۔" طفیل بولا۔ "بچے ہوسکتا ہے خود کہیں چلے گئے ہوں....." ایک محلے دار نے کہا۔ "نہیں وہ خود کہیں نہیں گئے، انہیں غائب کیا گیا ہے..... میرے بچے..... میرے لعل....." طفیل کی بیگم الماس روتے ہوئے بولی۔ صبر کرو، بہن..... صبر کرو..... اللہ اپنا کرم کرے گا....." ایک عورت نے الماس کو تسلی دی۔ گلشن نگر میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔ بچوں کے اس طرح غائب ہونے کی وارداتوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پولیس نے اپنی کوششیں تیز کردیں۔ پولیس کا خیال تھا کہ بچوں کو اغواء کرنے والا گروہ بہت چالاک ہے۔ وہ واردات کرتے وقت کوئی ثبوت بھی نہیں چھوڑتا۔ دن اور رات کے وقت بچوں کے غائب ہونے کی وجہ سے والدین بہت پریشان تھے۔ کچھ گھروں میں تو یہ بھی ہوا کہ ماں باپ رات کے وقت باری باری بچوں کی نگرانی کرتے، جمال مستری کے ہاں یہ عمل جاری تھا کہ جمال مستری اپنے حصے کی ڈیوٹی ادا کر رہا تھا کہ اس کی ایک لمحے کیلئے آنکھ لگ گئی۔ جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کے چاروں بچے غائب تھے۔ اس کے گھر میں بھی شور مچا، آس پاس کے رہنے والوں نے ہمدردی کی۔ پولیس اور خفیہ اداروں نے گلشن نگر سے غائب ہونے والے بچوں کا سراغ لگانے کیلئے ایک خصوصی ٹیم تشکیل دے دی تھی۔ والدین نے اپنی نگاہیں دروازوں پر جما رکھی تھیں۔ ان پر ایک ایک لمحہ صدیوں جیسا بھاری گزر رہا تھا۔ بچوں کی خوبصورت شکلیں ان کی آنکھوں کے سامنے گردش کر رہی تھیں۔ مائیں اپنے بچوں کی تصویریں کپڑوں اور دیگر دوسری چیزوں کو چوم چوم کر آنسو بہا رہی تھیں۔ ابھی پہلے غائب ہونے والے بچوں کا سراغ بھی نہ ملا تھا کہ ہر روز بہت سے بچے کسی نہ کسی طریقے سے غائب ہو رہے تھے۔

اقبال اپنے کمرے میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا کہ بلال باہر جانے لگا تو اس نے کہا تھا۔ "یہیں بیٹھے رہو..... باہر مت نکلو..... باہر خطرہ ہے....." یہ سن کر بلال اپنی جگہ بیٹھ گیا۔



اسی اثناء میں دوسرے کمرے میں فون کی گھنٹی گونجی۔

"میں فون سن لوں..... تم باہر مت جانا....." یہ کہہ کر اقبال دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ چند منٹوں بعد وہ واپس آیا تو بلال وہاں موجود نہ تھا۔ اقبال نے ادھر ادھر دیکھا بلال اس کو کہیں بھی دکھائی نہ دیا۔ بلال کی امی بازار گئی ہوئی تھی، باہر کا دروازہ بدستور بند تھا۔ "بلال..... بلال..... کہاں ہو؟..... میرے پاس آجاؤ۔" بلال گھر میں ہوتا تو جواب دیتا۔

"جن بھوت..... بھوت میرے بچے کو لے گئے..... میرے بچے کو لے گئے....." اقبال چلایا۔

گلشن نگر کے مکینوں نے جن بھوتوں کے بارے میں تو پہلے سوچا تک نہ تھا۔ ان کی یہی سوچ انہیں ان لوگوں تک لے گئی جو جن بھوت کو بھگانے کا کام کرتے ہیں۔ اب ہر گھر سے دھونی کا دھواں نکلتا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ دھونی بھی بچوں کو واپس نہ لا سکی۔ گلشن نگر سے بچوں کے غائب ہونے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ آہستہ آہستہ دوسرے علاقوں تک بھی پھیل گیا تھا۔ وزیراعظم کی خصوصی ہدایت پر ہر محلے میں سخت پہرہ بٹھا دیا گیا تھا۔ محلوں، بازاروں اور سڑکوں پر پہرے دار پہرے دیتے رہے اور بچے پہلے کی طرح نظروں سے اوجھل ہوتے رہے۔ اخبارات میں بچوں کی گمشدگی کے سوا کوئی نمایاں خبر نہ ہوتی۔ بازار ویران ہوگئے، سکولوں میں خاموشی چھا گئی، ہوٹلوں، قالین بافی کے کارخانوں، ورکشاپوں اور پنکچر لگانے والی دکانوں میں کام ٹھپ ہو کر رہ گیا۔ "اوئے چھوٹے..... اوئے کلے" کی آوازوں کا سلسلہ بند ہوگیا۔

ملک کے بہت سے ہسپتالوں میں بچوں کے وارثوں اور ڈاکٹروں، نرسوں اور ہسپتال کے دیگر عملے کے درمیان لڑائی مارکٹائی کے کئی واقعات رونما ہو چکے تھے۔ جب بھی کوئی بچہ غائب ہوتا اس کا الزام ہسپتال کی انتظامیہ پر لگا دیا جاتا۔ ہسپتال کی انتظامیہ اپنی طرف سے لاکھ صفائی پیش کرتی مگر بچے کے وارث ان کی ایک نہ سنتے۔ جو بچہ بھی دنیا میں آنکھ کھولتا وہ چند منٹوں ہی میں غائب ہو جاتا جب کوئی بچہ وارڈ سے غائب ہوتا وہاں پر موجود بھی لوگ کہتے "ابھی تو بچہ یہاں تھا اب نہ جانے کہاں ہے؟" بچوں کے غائب ہونے سے صورت حال یہ ہوگئی تھی کہ پورے ملک میں ایک دن کی عمر کے بچے سے لے کر اٹھارہ سال کی عمر کے بچے اور بچیاں مکمل طور پر غائب ہو چکے تھے۔ ہسپتال میں بھی جو بچے جس دن پیدا ہوتے ہی اس طرح غائب ہو جاتے۔ یہ صورت حال ایسی تھی جو حیران کن بھی تھی اور پریشان کن بھی۔ حکومت، پولیس، خفیہ ادارے، والدین، اساتذہ کارخانے دار، دانشور سوچوں میں گم تھے۔ اس معمے کا کوئی حل ان کے ذہنوں میں نہیں آ رہا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ صورت حال خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ انسانی تاریخ میں اس سے قبل ایسا واقعہ کبھی پیش نہ آیا تھا۔ انسان پر جب کوئی مشکل گھڑی آتی ہے تو اس کا رخ اس عظیم ہستی کی طرف ہو جاتا ہے جو خالق و مالک ہے لوگ گڑگڑا کے اپنی پیشانی اللہ کے سامنے جھکاتے۔ ایک اہل علم نے جب لوگوں کو یہ بتایا کہ جس نعمت کی قدر نہیں کی جاتی وہ نعمت اللہ تعالیٰ واپس لے لیتا ہے۔ جب انسان اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتا تو اللہ انسان سے یہ نعمت چھین لیتا ہے۔ بچے بھی اللہ کی ایک بہت بڑی نعمت ہیں اس نعمت کی ہمیں

قدر کرنی چاہیے یہ سن کر سب لوگ سوچ میں پڑ گئے۔ ہر ایک نے اپنا اپنا احتساب کیا۔ سب نے اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکا تو انہیں وہ کچھ دکھائی دیا جو اس سے قبل انہیں دکھائی نہ دیتا تھا۔

اختر کے دونوں بیٹے معصوم سی شکلیں لئے اس کے سامنے کھڑے تھے۔ "بولو کیا بات ہے؟ اکمل تم بتاؤ...... تم بڑے ہو...... اجمل نے کہنی مارتے کہا۔ تم خود ہی بتاؤ ...... اب بولو بھی کیا بات ہے؟ اختر نے دونوں کو گھورا۔ وہ ابا جان ہم ورکشاپ نہیں جانا چاہتے...... اکمل آخر بول پڑا۔

کہاں جانا چاہتے ہو؟ سکول پڑھنے کے لئے......

یہ نہیں ہو سکتا...... میں تمہیں پڑھے لکھے بیروزگار نہیں بنا سکتا...... تم سکول کی بجائے ورکشاپ جاؤ گے...... یہی میرا آخری فیصلہ ہے...... اس فیصلے کے سامنے اس کی امی بھی بے بس تھیں۔ طفیل کی بیگم روتے روتے اپنے بچوں کو یاد کرتی جا رہی تھی اس لمحے کو لگا کہ اس کے بچے اس کے سامنے آن موجود ہوں۔ آجاؤ میرے بچو آجاؤ میرے سینے سے لگ جاؤ ...... بچے اس سے دور کھڑے تھے وہ انہیں بلاتی، چمکارتی اور باہیں پھیلاتی رہی مگر بچے کس سے مس نہ ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ کیا یہی میرے بچے ہیں اسی وقت وہ دن اس کے سامنے آگیا جب اس نے اپنے شوہر سے کہا تھا۔

دفتر سے آتے ہوئے خشک دودھ کا ڈبہ لیتے آیئے گا۔ کس لئے......؟ بچوں کے لئے۔ اس جواب سے دونوں میں بحث وتکرار ہوئی۔ شوہر نے ماں کے دودھ کے فوائد گنوائے مگر ماں کے دودھ کے بجائے خشک دودھ ہی بچوں کا مقدر ٹھہرا۔ اقبال نے اپنے اکلوتے بیٹے بلال کیلئے کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ اس کیلئے دنیا کی ہر سہولت گھر میں مہیا کر دی تھی۔ وہ صبح سویرے اپنے کاروبار کیلئے نکلتا اور رات گئے واپس آتا تھا۔ وہ جب گھر سے جاتا تو بلال سو رہا ہوتا اور اس کی واپسی پر بھی بلال اپنے بستر پر نیند کے مزے لوٹ رہا ہوتا۔ بلال کے شکوہ وشکایت کے باوجود وہ اس کیلئے وقت نہ نکال سکا تھا۔ اس وقت اقبال یہ بات نہیں سمجھ پایا تھا کہ وقت، پیار اور توجہ دینا بھی بچے کے بنیادی حق ہیں۔

جمال مستری کا ایک پولیو زدہ بیٹا لنگڑاتے ہوئے اسے اپنی طرف آتا دکھائی دے رہا تھا۔ "تو آگیا ہے میرے بیٹے...... تو کہاں چلا گیا تھا۔" وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ اس کا بیٹا واجد پھر اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ "واجد بیٹا...... واجد بیٹا" پکارتا رہا اور اس کے کانوں میں یہ آواز گونجتی رہی۔ "میں اس حال میں پولیو کے قطرے نہ پلانے کی وجہ سے پہنچا ہوں۔" "ہاں میں اس کا ذمہ دار ہوں...... میں نے غفلت برتی ہے...... میں قصوروار ہوں۔"

عدالت لگ چکی تھی۔ فریقین، جج اور وکلاء آچکے تھے۔



باپ کے ساتھ آیا ہوا بیٹا چند لمحوں کیلئے عدالت سے باہر گیا تھا کہ واپس نہ لوٹا تھا۔ عدالت میں میاں بیوی میں علیحدگی کا مقدمہ زیر سماعت تھا۔ آج مقدمہ کے فیصلہ کا دن تھا کہ طلاق کے بعد بچہ کس کے پاس رہے گا۔ بچہ فیصلہ ہونے سے قبل ہی غائب ہو گیا تھا۔ بچے کے گم ہونے سے مقدمے کا فیصلہ بھی نہ سنایا جا سکا۔ اس کے ماں باپ جب آپس میں لڑتے تھے تو وہ سوچتا تھا کہ اس کا کیا قصور ہے۔ اسے کیوں نظر انداز کیا جا رہا ہے؟۔ شیرا سر جھکائے بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کے بھی دو بچے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔ کچھ ہی دنوں پہلے گلشن نگر کے کچھ بچے اسے ملنے کیلئے آئے تھے۔ جب انہوں نے اپنے آنے کا مدعا بیان کیا تو وہ فوراً بولا تھا۔

میں تو ہر حال میں پارک کی جگہ پلازہ بناؤں گا

"انکل چلڈرن پارک اس علاقے کا اکلوتا پارک ہے اگر یہاں بھی پلازہ کھڑا ہو گیا تو بچے کہاں جائیں گے۔" ایک بچہ بولا تھا۔ "میں نے کیا بچوں کا ٹھیکہ لے رکھا ہے...... ہر صورت پارک پلازہ میں تبدیل ہوگا۔" بچے شیرا کی بات سن کر خاموش ہو گئے تھے۔ آفتاب اور اس کی بیگم سب سے زیادہ پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ ان کی ایک دو نہیں سات بیٹیاں غائب ہونے والے بچوں میں شامل تھیں۔ آفتاب جب بھی انہیں دیکھتا تھا اسے غصہ آجاتا تھا۔ وہ سوچتا تھا کیا بیٹیاں ہی میری قسمت میں رہ گئی ہیں؟ ایک بیٹا اس کی خواہش تھی۔ اس نے کبھی اپنی بیٹیوں پر توجہ نہ دی تھی۔

ہوٹلوں، ورکشاپوں اور کارخانوں کے مالکان گہری سوچ میں گم تھے۔ ان کے بچے گم ہوئے تو انہیں وہ بچے دکھائی دینے لگے تھے جن کو وہ ہر وقت مارتے پیٹتے اور گالیاں بکتے رہتے تھے۔ مین بازار میں واقع ایک ہوٹل میں ننھے ذیشان سے چائے کا کپ کیا ٹوٹا تھا مالک نے اس کے منہ پر اس قدر زور سے تھپڑ مارا تھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ وہ کافی دیر تک اپنا گال سہلاتا رہا تھا۔ ذیشان مجبور تھا۔ بیمار باپ ماں کی بیماری نے اسے ہوٹل میں کام کرنے پر مجبور کیا تھا۔ وہ دن بھر گاہکوں اور مالک کی باتیں سنتا جس کا معاوضہ اسے صرف بیس روپے روزانہ ملتا تھا۔ ورکشاپ کے مالک مبشر کو اپنے گڈو کی یاد ستا رہی تھی کہ ورکشاپ میں سارا دن اوزار ڈھونے والا پپو اس کی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگا تھا۔ ایک ہفتہ پہلے کا واقعہ تھا وہ ایک گاڑی پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے گاڑی پر جھکے جھکے آواز لگائی تھی۔ "ابے او پپو دس نمبر کی چابی تو پکڑ۔"

پپو نے جب چابی اس کے ہاتھ میں تھمائی تو اس نے وہی چابی گھما کر پپو کو دے ماری تھی۔ "دس نمبر کی چابی کہا تھا...... یہ آٹھ نمبر کی چابی دے دی ہے۔ کیا اندھے ہو؟...... کام چور...... نکمے......" وہ بولتا ہی چلا گیا تھا۔ پپو چابی لگنے سے زخمی ہونے والی پیشانی سے رستا ہوا خون گندے ہاتھوں سے پونچھتے ہوئے دس نمبر کی چابی لینے کیلئے آگے بڑھا تھا۔

گٹر کے ڈھکن چوری کرنے والا آدمی بھی سوچوں میں گم تھا۔ اس کے چرائے ہوئے ڈھکن اس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہے تھے، اور بغیر ڈھکن کے گٹر میں گر کر ہلاک اور زخمی ہونے والے بچوں کی آوازیں اس کو پکار رہی تھیں، نہ جانے کتنے معصوموں کو گٹروں میں دھکیلنے والا آج اپنے بچوں کی گمشدگی سے پریشان تھا۔ سب لوگوں کے سر جھکے ہوئے۔ آنکھوں میں آنسو اور لبوں پہ دعائیں تھیں۔ انہیں کامل یقین تھا کہ ان کے بچوں کی واپسی ضرور ہوگی۔ سب اپنے رب سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتے اور روتے پیٹتے ہوئے اپنے بچوں کی واپسی کی فریاد کر رہے تھے۔ لوگوں کی آہوں اور سسکیوں کا اتنا شور تھا کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ میں اس شور سے چونکا تھا۔ میں نے اپنے ارد گرد کا جائزہ لیا تو میں اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میرے سامنے میز پر کاغذ اور قلم دھرا تھا جبکہ گلی سے بچوں کی آوازیں آرہی تھیں جو علاقے میں کوئی گراؤنڈ نہ ہونے کی وجہ سے گلی میں کرکٹ کھیل رہے تھے۔ میں نے کاغذ پر نگاہ ڈالی وہ بالکل صاف تھا۔ میں گلی میں کھیلتے ہوئے بچوں کی آوازیں سنتا ہوا قلم پکڑ کر صاف کاغذ پر جھک گیا اور سوچوں کی دنیا سے جو کہانی لے کر میری واپسی ہوئی تھی اسے تیزی سے لکھنے لگا تاکہ میرے ملک کا بھی کوئی بچہ اپنا کوئی حق نہ ملنے کی وجہ سے غائب نہ ہو جائے۔



شان شہید شہی

ڈاکٹر اظہر اے انور

نارائن نامی یہ ہندو آفیسر بطور خاص دہلی سے بھیجا گیا تھا۔ نارائن نے اپنے آنے کے کچھ عرصہ بعد ہی اپنے رابطے موثر کر لئے اور پولیس کی کارکردگی میں بہت تسلسل اور ربط پیدا کر دیا تھا۔ مجاہدین کی سرکوبی کے لئے اس کے ہتھکنڈے کارگر ہونے کے علاوہ مقامی آبادی کے مسلسل خوف وہراس میں اضافے کا سبب بھی بنتے جا رہے تھے۔ اس نے ہر مسلم آبادی میں اپنے کان اور آنکھیں بٹھا دی تھیں۔ اس اکیلے کی سینکڑوں آنکھیں اور کان مخبروں کی صورت اپنے کام میں دن رات لگے ہوئے تھے۔ یہ مخبر ان مقامی آبادیوں کا ہی حصہ تھے۔ یہ پہلو ان کے کام کرنے اور نظر رکھنے کے معاملے میں بہت اہمیت کا حامل تھا۔ وہ انجان بن کر بھی سب کچھ جانتے جا رہے تھے۔ آبادی میں کون آیا' کون گیا' کس کے گھر کون مہمان ہے' کون کہاں گیا ہے اور کیوں گیا ہے۔ بچوں سے لے کر گھر کی خواتین تک بھی غیر محسوس طریقے سے اپروچ کیا جاتا اور اپنے کام کی خبر اڑا لی جاتی۔

شروع میں مجاہدین کو ایسے اقدام سے خاصی زک پہنچی' دو ایک زخمی مجاہدین علاج کے لئے بڑی رازداری سے ایک نواحی آبادی میں ٹھہرائے گئے۔ اس سے قبل یہ آبادی محفوظ ترین علاقہ تھا۔ چند ہی دنوں بعد ایک شب دونوں مجاہدین اور متعلقہ دو علیحدہ گھروں کے مرد بھی سفید پوش مختصر سی نفری نے اٹھا لئے۔ اور خواتین کے تقدس اور حرمت کو الگ پامال کیا۔ پھر ہوتے ہوتے جب دوسری غیر معروف آبادیوں میں بھی اکا دکا ایسے واقعات ہونے لگے تو مجاہدین کو اپنی حکمت عملیاں از سر نو مرتب کرنا پڑیں۔ چھاپہ مار کارروائیوں میں ضروری مقامات کو نقصان پہنچانے کے علاوہ ان خطرناک افراد کو بھی شامل کیا جانے لگا جو تحریک کے لئے ضرر رسانی کا باعث بنے گئے تھے۔ اب شک کی بنیادوں پر مارے جانے والے چھاپوں میں ملتا تو کچھ نہیں تھا لیکن گھروں سے لوٹ مار اور خواتین کی بے حرمتی کے واقعات میں تسلسل سے اضافہ ہوتا چلا رہا تھا۔ مجاہدین کے جوابی منہ توڑ حملوں سے اس دکھ اور توہین کا مداوا ناممکن تھا جو متعلقہ خاندانوں پر مسلط ہوتا تھا۔

اس سفاک اور بے حرمتی کے موجد کو سخت سزا دینے کا فیصلہ تو عرصہ پہلے ہو چکا تھا۔ مگر ذریعہ سزا کا تعین نہیں ہو پاتا تھا۔ بشیر کی جدید گن نے ذریعہ سزا کا تعین کر دیا تھا۔ اب ضرورت صرف شکار کی دستیابی تھی۔ بشیر نے گن کی رینج بڑھا کے ایک طاقتور دوربین بھی گن پہ لگا دی تھی۔ اب فاصلے اور نشانے میں دوری ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ حفاظتی نکتہ نگاہ سے نارائن کی موجودگی میں گھر میں کوئی محافظ نہیں ہوتا تھا۔ سب باہر ہی اپنی ڈیوٹیاں انجام دیتے تھے۔ چند گھروں کے بعد ایک چھوٹا پارک تھا۔ اسی پارک کے گھنے درختوں نے مجاہدین کا چھپنا ممکن بنایا تھا۔ جب کامیابی نصیب ہوئی تو دو مجاہد گزشتہ دو راتوں سے مسلسل اوپر درختوں ہی مقیم تھے۔ وہ بہت مہارت سے کیموفلاج ہو گئے تھے۔ اونچے برگد کے درخت نے ان کو دیکھا جانا ناممکن بنا دیا تھا۔

جس کمرہ کے آرائشی شیشہ کو تاکا گیا تھا یہ کچن تھا اور نارائن کے بیڈروم کے ساتھ ملحق تھا۔ اس کا ایک دروازہ باہر صحن میں کھلتا تھا۔ نارائن جیسے ہی کچن میں آیا اور کافی بنانے کے لئے برنر آن کیا۔ شیشہ ایک ہلکے سے چھناکے سے ٹوٹا' اس نے سر اٹھا کے اوپر دیکھا۔ اسی لمحہ دو نرم سی گیندیں اس کے قدموں کے پاس گریں اور پھر گوشت پوست اور اینٹ و آہن میں کچھ فرق نہ رہا۔ کچن اپنی چھت سمیت زمین بوس ہو گیا تھا۔ مجاہدین نے حفاظتی نکتہ نگاہ سے یہ رات بھی اپنی کمین گاہ میں گزاری' صبح کاذب ہی انہوں نے راہ فرار اختیار

کی۔ اس پراسرار اور جان لیوا حملے نے مصنوعی دہشت اور ہراس کے غبارے میں پہلا سوراخ کر دیا تھا۔ انہی دنوں میں پولیس کی مدد کے لئے پیراملٹری فورسز کے دستے بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ فورسز گھروں کی ناکہ بندی کرنے اور پولیس گھر گھر تلاشی کا کام اپنے بدترین طریقے سے انجام دیتی۔

مجاہدین دوبدو لڑ ہی نہیں سکتے تھے۔ ایک مخصوص پہاڑی علاقہ دوبدو جنگ کے لئے سازگار ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ دوسرے مجاہدین کی اپنی تعداد ہزاروں پولیس اور پیراملٹری فورس کے مقابلے میں خاصی کم تھی۔ گوریلا وار یعنی ''ہٹ اور رن اوے'' ہی ان سب مسائل کا بھرپور حل تھی۔

اب دھیرے دھیرے کسی نہ کسی مقام سے پیراملٹری فورسز کو بھی گھیرا جانے لگا۔ سمارٹ گن نے گاڑیوں اور اسلحہ کو تباہ کرنے میں کلیدی کردار ادا کرنا شروع کر دیا تھا۔ سڑک کے کسی اندھے موڑ پر پھرتی سے کوئی رکاوٹ دھکیلی جاتی جتنی دیر میں چھوٹا سا کونوائے رکتا اور رکاوٹ ہٹاتا' اتنی دیر میں سمارٹ گن سے پھینکے جانے والے سمارٹ بم سب کچھ چاٹ جاتے۔

جلد ہی راتوں کو گشت مختصر سے مختصر ہوتا چلا گیا۔ اور راتوں کو سب شاہراہوں پر مجاہدین کا راج رہنا شروع ہو گیا۔ شہر کے اکثر موذی افراد ایسی موت کا شکار ہو گئے کہ ان کا کریا کرم بھی ناممکن ہو جاتا۔ مادی جسم کے تانے بانے اس طرح بکھرتے کہ جھاڑو سے اکٹھا کرنا بھی ممکن نہ رہتا۔

پیراملٹری فورسز کو یہ سنگین سلامیاں ملتیں تو وہ اپنا غصہ مقامی آبادیوں کی توہین کر کے پورا کرتے۔ اب ایسے ماحول میں رہنا دشوار ہوتا جا رہا تھا۔ مجاہدین نے بڑی خاموشی سے اپنے اہل خانہ کا انخلا شروع کیا اور انہیں محفوظ بارڈر سے یا تو آزاد خطے میں پہنچا دیا یا پھر کسی دوسرے قصبے میں شفٹ کر دیا۔ دوسرا کوئی قصبہ بھی اک عارضی حل ہی تھا۔ جلد یا بدیر آزاد خطہ ہی پہلی ترجیح بنتا تھا۔

بشیر اسلحہ سازی میں اس قدر مصروف تھا کہ اس کے لئے روزانہ اپنے گھر جانا بھی ممکن نہ رہا تھا۔ ابھی وہ اپنے اہل خانہ کے انخلا کا سوچ ہی رہا تھا کہ وہ سب کچھ ہو گیا' جس کا تصور کرتے ہوئے بھی وہ پریشان ہو جاتا تھا۔ ایک رات کے آخری پہر پولیس اور پیراملٹری فورسز نے اسی آبادی پر دھاوا بولا جہاں سعیدہ اور ایوب صاحب مقیم تھے۔ اس محفوظ آبادی میں خاصے گھرانے تھے جہاں مجاہدین کے اہل خانہ مقیم تھے۔ ان لوگوں میں سے کئی لوگ تو کسی نہ کسی محفوظ جگہ پر منتقل ہو چکے تھے۔ بس چند مجاہدین کے گھرانے بچے تھے۔ باقی عام لوگ تھے۔ جن کی صرف ہمدردیاں ہی مجاہدین کے ساتھ تھیں۔ اس خطرناک کریک ڈاؤن نے اس آبادی کا آن واحد میں نقشہ تبدیل کر دیا۔ علی الصبح بشیر گھر لوٹنے کے لئے روانہ ہونے لگا کہ اس تک کریک ڈاؤن کی خبر پہنچ گئی۔ ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں کے سامنے تاریکی سی چھا گئی۔ پھر دفعتاً اس نے اپنے اللہ سے حوصلے' سلامتی اور استقامت کی دعا کی اور روانہ ہو گیا۔

ساری بستی غم و اندوہ کی آوازوں سے کناروں تک چھلک رہی تھی۔ بظاہر یہ سب کچھ ویسے کا ویسے تھا مگر کہیں سب کچھ ہو چکا تھا۔ بشیر کے گھر کا بیرونی دروازہ بری طرح ٹوٹا پڑا تھا۔ انا اللہ پڑھتے ہوئے بشیر نے اندر قدم رکھا تو برآمدے کے ایک ستون کی اوٹ سے لگے ایوب صاحب آنکھیں موند کے بڑے سکون سے سوتے نظر آ رہے تھے۔ ہاں ان کا جسم زندگی کی حرارت سے محروم تھا۔ ان کا سینہ اور پیٹ گولیوں کے برسٹ سے چھلنی ہو چکا تھا۔ پیٹ پھٹ چکا تھا اور آنتیں چیتھڑے ہوئے کپڑوں سے راستہ پا کر باہر نکل آئی تھیں۔ جما ہوا خون ان کے چاروں اور تالاب بنائے ہوئے تھا۔

ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ بشیر گھسٹتے قدموں سے اندر پہنچا تو اپنے بیڈروم کا دروازہ بھی اکھڑا ہوا اور ٹوٹا ہوا پایا۔ یقیناً سعیدہ نے آخر دم تک مزاحمت کی ہو گی اندر سعیدہ کی نوچی کھسوٹی لاش فرش پر پڑی تھی۔ کمرے کی حالت دھینگا مشتی اور مزاحمت کو ظاہر کر رہی تھی۔ بشیر نے برستی خاموش آنکھوں سے مرحومہ کو سیدھا کیا تو اس کی اپنی روح کھنچ کر آنکھوں میں آ گئی۔ سعیدہ کا پیٹ خنجر سے مکمل چیرا ہوا تھا اور ایک معصوم ننھا سا جسم اس نے بازوؤں اور اکھٹے ہوئے جسم کی اوٹ میں کٹے ہوئے گلے کے ساتھ اکڑا پڑا تھا۔

یہ ننھی نیک روح دنیا میں آنے سے پہلے ہی سفاک درندوں کی بربریت کا شکار ہو کر اپنے خالق سے جا ملی تھی۔ ایک ننھا مجاہد زندگی کے سانس لینے سے قبل ہی شہید ہو گیا تھا۔ کئی دنوں تک بشیر گم سم

نشانہ باز

ایک ماہر نشانہ باز کے پاس ایک اخباری نمائندہ انٹرویو کرنے گیا' کمرے میں بہت سی آنکھیں بنی ہوئی تھیں اور ہر ایک آنکھ پر صحیح نشانہ لگا تھا۔ اخباری نمائندے نے نشانوں سے متاثر ہوتے ہوئے پوچھا ''آخر آپ ایسا اچھا نشانہ کس طرح لگا لیتے ہیں؟'' ''یہ کونسا مشکل کام ہے' پہلے ہم نشانہ لگاتے ہیں اور پھر اس نشانے پر آنکھ بنا لیتے ہیں''

سبطین احمد شاہد کوہاٹ

رہا۔ اس کی دنیا پھر اجڑ گئی تھی۔ اللہ سے جڑنے والوں کو دنیا میں بار بار آزمائش کا تلخ ذائقہ چکھنا ہی پڑتا ہے۔ امیر اور ساتھیوں نے بشیر کی بہت دلجوئی کی لیکن زندگی میں بہت دفعہ الفاظ اور معنی دونوں ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کا اثر اڑ جاتا ہے اور پیچھے خالی خولی کھوکھلی آوازیں رہ جاتی ہیں۔ بشیر کو اللہ میاں نے اپنا خاص بندہ بنایا تھا اور سختیاں' تکلیفیں ہمیشہ خاص لوگوں پر ہی انعام ہوتی ہیں۔ عام بندے کو تو مولا بھی ان آزمائشوں میں نہیں ڈالتا۔ جان اور مال سے تو ہمیشہ اہل ایمان ہی آزمائے جاتے ہیں۔

اسی بستی کے ہر گھر سے جانوں کا خراج لیا گیا تھا۔ صرف بہت بوڑھے اور بہت بوڑھی خواتین ہمیشہ رونے کے لئے چھوڑ دیے تھے۔ مردوں اور بچوں کی لاشیں کٹی پھٹی حالت میں گھروں کے اندر اور باہر ہر جگہ حوصلوں اور ہمتوں کو شق کیے جا رہی تھیں۔ جوان عورتیں کسی بھی گھر کی نظر نہیں آئیں۔ وہ سب مال غنیمت کے طور پر ساتھ لے جائی گئی تھیں۔ ہر گھر سے جو مال و اسباب' قیمتی لگا وہ بھی اٹھا لیا گیا تھا۔

بشیر کا سینہ لپٹیں چھوڑتی آگ سے دہک رہا تھا۔ اس کی راتیں اللہ کے حضور جھکے سر سے آباد ہو چکی تھیں۔ وہ سکون' سلامتی اور استقامت کے لئے سراپا دعا بن گیا تھا۔ آخر ایک رات اللہ نے اسکی سن لی اور اسے آزمائش کے لئے چن لیا جس کا وہ اہل تھا۔

نا بابا نہ

ایک دفعہ ایک ویگن میں کچھ ڈاکو گھس آئے۔ وہ سب لوگوں سے باری باری قیمتی چیزیں لے رہے تھے۔ ایک ڈاکو ایک بچے کے پاس آیا جس کے پاس ایک بڑا بیگ تھا اور اس سے پوچھا کہ اس میں کیا ہے؟ اس بچے نے جواب دیا اس میں میری کتابیں ہیں آپ لے جائیں۔ ڈاکو بولا نہ بابا نہ یہ کتابوں کا بوجھ ہم سے نہیں اٹھایا جائے گا۔ اس سے بچنے کے لئے تو ڈاکو بنے ہیں۔ (عاصمہ حسن...... رحیم یار خان)

بھول چوک

”بیٹے ایک اور آئس کریم کھاؤ گے؟ تفریح گاہ میں ایک کنجوس شخص نے اپنے بیٹے سے پوچھا۔
بیٹا حیرانی سے بولا: لیکن ابو میں نے تو کوئی آئس کریم نہیں کھائی۔
تم بھول رہے ہو بیٹا! پچھلے سال جب ہم یہاں آئے تھے تو کیا تم نے آئس کریم نہیں کھائی تھی: باپ نے پوچھا۔
(محمد عمران بٹ...... صادق آباد)

اقبال کا شعر

ایک آدمی گلی سے گزر رہا ہوتا ہے کہ سامنے چند لڑکے کرکٹ کھیل رہے تھے۔ بوڑھا آدمی کہتا ہے کہ علامہ اقبال نے تمہارے لئے ہی یہ شعر کہا تھا

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

ایک لڑکے نے کہا کہ جناب اقبال نے یہ شعر کب کہا تھا؟ بزرگ نے جواب دیا 60 یا 70 سال پہلے۔ لڑکے نے کہا معاف کیجئے جناب پھر یہ شعر انہوں نے ہمارے بارے میں نہیں آپ کے بارے میں کہا تھا۔
(مرسلہ...... محمد احمد)

کیوں جاؤں

امی جان بیٹے کو جھنجھوڑ کر اٹھا رہی تھیں۔ ”بیٹا اٹھو سکول سے بہت دیر ہو رہی ہے“۔
امی میں سکول نہیں جاؤں گا وہاں کوئی مجھے پسند نہیں کرتا۔ بچے مجھ سے نفرت کرتے ہیں اساتذہ میرا مذاق اڑاتے ہیں سکول کا سارا اسٹاف مجھے ناپسند کرتا ہے۔
مگر بیٹا! اب تم چالیس سال کے ہو گئے ہو اور سکول کے ہیڈ ماسٹر ہو۔ تم نہیں جاؤ گے تو سکول اسمبلی میں خطاب کون کرے گا۔

نتیجہ

ایک طالب علم نے اپنے دوست سے کہا ”بھئی تم ذرا میری مدد کرو یہ بتاؤ کہ میں اپنے ابو کو کیسے اطلاع دوں کہ میں تیسری بار بھی امتحان میں فیل ہو گیا ہوں“۔
”یہ تو بہت آسان بات ہے انہیں بتا دو کہ نتیجہ نکل آیا ہے اور کوئی نئی بات نہیں ہوئی“ دوست نے جواب دیا۔
(مبشر انعام...... لاہور)

آخر کب تک

(شوہر غصے سے) بیگم آخر کب تک تم میرے بلیڈ سے بچوں کی پنسلیں تراشتی رہو گی۔
بیگم ”جب تک آپ میری لپ سٹک سے بچوں کی کاپیاں چیک کرتے رہیں گے“۔ (محمد افضل بٹ، وار برٹن)



احتجاج

ماں بچے سے: یہ دوائی پی لو تاکہ آپ کا بخار اتر جائے۔
بچہ: میں دوائی نہیں پیوں گا
ماں بچے سے: ”کیوں“
اس لئے کہ اس پر لکھا ہے کہ تمام دوائیں بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں۔
(جمال ناصر پندرانی اوستہ محمد)

مرے سوا

ایک دفعہ ایک بچہ روتا ہوا گھر جاتا ہے۔ اس کی ماں اس کے رونے کی وجہ پوچھتی ہے تو بچہ بتاتا ہے
کہ آج استاد صاحب نے کلاس سے اک سوال کیا جس کا جواب میرے سوا کسی نے بھی نہیں دیا۔
ماں: وہ کونسا سوال تھا۔
بچہ: سوال یہ تھا کہ میری دراز میں مرا ہوا چوہا کس نے رکھا ہے؟
(صفیہ جبیں...... پنڈی سید پور)

اصل مشکل

”آٹھ سالہ حسن دس سالہ عدنان سے پوچھ رہا تھا تم دو مہینے کی چھٹیاں گزارنے اپنے خالو کے گھر گئے وہ تمہاری شرارتوں سے تنگ تو نہیں آئے۔
بالکل بھی نہیں! انہوں نے بڑے پیار سے مجھے رکھا خالو روز مجھے کشتی پر بٹھا کر سیر پر لے جاتے تھے۔ واپسی پر مجھے تیر کر آنا پڑتا تھا۔ وہ بے خیالی میں مجھے دریا میں پھینک دیتے تھے۔
اتنی دور سے تیر کر آنا مشکل تو لگتا ہوگا؟ تیرنا تو کچھ مشکل نہیں تھا اصل مشکل تو مجھے بوری سے نکلنے میں پیش آتی تھی۔“
(مہوش یوسف...... لاہور)

حسرت

ایک لڑکے نے اپنے والد سے کہا ابا جان میں اتنا بڑا کب ہو جاؤں گا جب مجھے امی سے پوچھے بغیر باہر جانے کی اجازت ہو گی۔
والد نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہا بیٹا اتنا بڑا تو ابھی میں ہی نہیں ہوا۔
(حاجی محمد عامر مغل...... ڈسکہ)

صبح صبح ہی

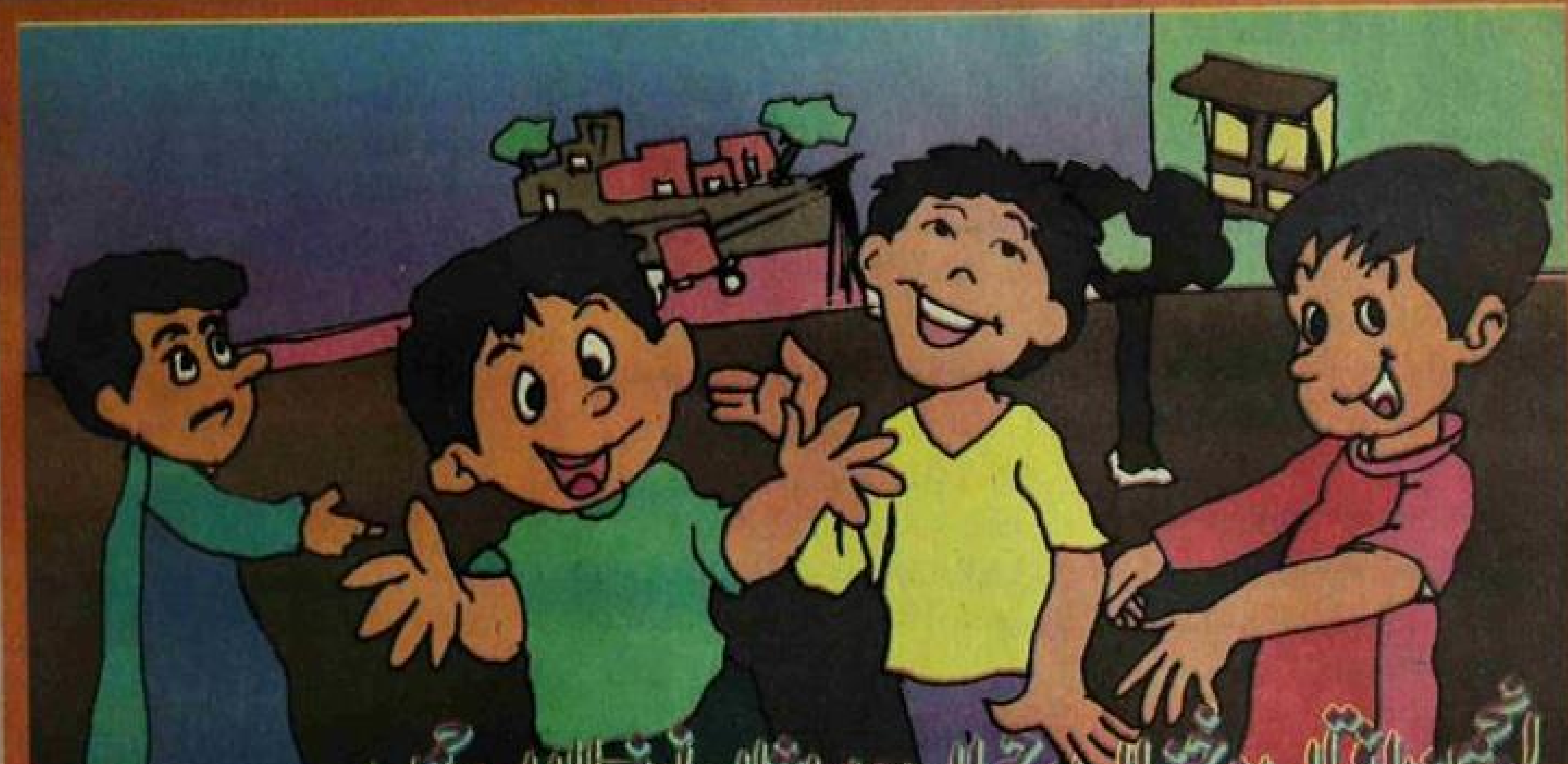
بچہ: ماں جب مجھے صبح سویرے اٹھاتی ہے تو کہتی ہے ’دوپہر ہو گئی ہے تم ابھی تک سوئے ہو جلدی اٹھو۔
دوست: تو پھر۔ بچہ ”لیکن جب میں دوپہر کا کھانا مانگتا ہوں تو ماں کہتی ہے آج تمہیں صبح صبح ہی بھوک لگی ہے۔

صرف ماں باپ

ایک مکان پر مالک نے مکان خالی ہے کا بورڈ لگا رکھا تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا کہ یہ مکان صرف ان لوگوں کو دیا جائے گا جن کے بال بچے نہ ہوں۔
ایک دن ایک بچہ مکان مالک کے پاس آیا اور بولا ”مہربانی کر کے یہ مکان مجھے دے دیجئے میرا کوئی بال بچہ نہیں ہے۔ صرف ماں باپ ہیں“۔ (فرحان عزیز...... لاہور)

فرمائش

ایک مشہور امریکن اداکارہ اداکاری سے پہلے ایک دکان پر سیلز گرل تھی۔ ایک دن ایک بچہ آیا اور ایک پیسٹری خرید کر کھائی اچھی لگی تو دل چاہا اور کھائے لیکن پیسے نہیں تھے۔
وہ تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر بولا ”آپ مجھ سے شادی کریں گی۔ اداکارہ نے کہا تم تو بہت چھوٹے ہو۔
لڑکا بولا ”بھئی ابھی نہیں جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو پھر تو مجھ سے شادی کریں گی۔ وہ بولی: ہاں
اس پر بچے نے کہا تو پھر آپ اپنے ہونے والے شوہر کو ایک پیسٹری بھی نہیں کھلا سکتیں۔
(فرزانہ شاہین...... پتوکی)



انجمن افتاں و خیزاں، حیراں و پریشاں نونہالان چمن

تنویر حسین

ایک دس سالہ بچے نے اپنے محلے ہی کے ہم عمر اور کم عمر بچوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور دکھ بھرے لہجے میں کہا ”دیکھو بچو! پورے ملک میں ہر طرح کی سوسائٹیاں موجود ہیں۔ ہر قسم کی انجمنیں وجود میں آ چکی ہیں۔ کائٹ ایسوسی ایشن ہے۔

گلی ڈنڈا انجمن ہے حتیٰ کہ کوڈی ڈنڈا تنظیم نے اعلان کیا ہے کہ وہ ملک بھر کی برائیوں کو پیس کر رکھ دے گی۔ پچھلے دنوں سبزی فروشوں نے تحفظ حقوق سبزی فروشاں اور دال فروشوں نے انجمن تحفظ دال فروشاں و دال خوراں نام سے الگ الگ انجمنیں قائم کر لی ہیں۔ ہم بچے ہیں لیکن بڑے ہمیں اس قابل ہی نہیں سمجھتے کہ ہمارے بھی کچھ مسائل ہیں۔ آج ہم ایک انجمن کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ اس کا نام ہو گا انجمن افتاں و خیزاں، حیراں و پریشان نونہالان چمن۔ ایک بچہ صدر بن جاتا ہے۔ ایک جنرل سیکرٹری کا عہدہ سنبھال لیتا ہے۔ اسی طرح باقی عہدے بھی بچے قبول کر لیتے ہیں۔

آپ بچوں کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اپنا صدر چن لیا۔ میں گھر میں دو ٹکے کا بچہ ہوں۔ خیر اب ٹکوں کا زمانہ نہیں، میں زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے کا بچہ ہوں کیونکہ میں جب بھی پیسے مانگتا ہوں، مجھے آٹھ آنے ہی ملتے ہیں۔

نہ مجھے مہنگائی الاؤنس ملتا ہے اور نہ سالانہ انکری منٹ مجھے نہ تو کوئی چندا کہتا ہے، نہ ستارہ کہتا ہے اور نہ جگرگوشہ۔ بس جی چاہتا ہے کہ یہ گانا گاتا پھروں۔ نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں، نہ کسی کے دل کا سرور ہوں۔ آپ تو جانتے ہیں کہ بچوں کے لئے یہ الفاظ کسی ٹانک سے کم نہیں ہوتے۔

ان الفاظ سے بچوں پر ایک خاص قسم کی غنودگی طاری ہو جاتی ہے۔ اس طرح ان کے بچپن کے دن بہت جلد جلد گزر جاتے ہیں۔ ایک بچے نے مجھے بتایا کہ جن جانوروں کے زبردست اور پرکشش کھلونے بن چکے ہیں، اسے ان زندہ جانوروں سے بہلایا جاتا ہے۔

اسے صحن میں بٹھا کر کہا جاتا ہے کہ وہ دیکھو شیر کی خالہ جان تشریف لا رہی ہیں۔ اس بچے کا کرب دیدنی تھا، جب اس



بچوں کو ان جانوروں سے ڈراتے ہیں جنکے کھلونے بن چکے ہیں

ہمارے بڑے کافی پڑھے لکھے ہیں کوئی بیچلر آف ڈانٹ ہے اور کوئی ماسٹر ان گھرکیاں

نے بتایا کہ بلی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کس سمت سے تشریف لائیں گی۔ اول تو ان کے دبے پاؤں آنے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ صرف غلطی سے اگر منہ سے میاؤں میاؤں نکل جائے تو۔

بلی سارا سارا دن برآمدوں، کمروں، صوفوں، کرسیوں اور بستروں پر آرام فرماتی رہتی ہے۔ کبھی جمائی لیتی ہے، کبھی انگڑائی لیتی ہے اسے پھر خیال آتا ہے تو ایک اور جمائی اور انگڑائی لے لیتی ہے۔ بے پاؤں خراماں خراماں ٹہل کر اپنا وقت ضائع کرتی پھرتی ہے۔ بلی کی فراغت اور آرام طلبی دیکھ کر مغلیہ دور آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ بلی کو دیکھ کر بندے کو بھی انگڑائیاں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ میرے خیال میں بلی ترقی کی علامت نہیں، سستی کی علامت ہے۔

سامعین میں سے ایک بچے نے اپنا مسئلہ بیان کیا کہ بڑوں کی آنکھوں میں ہمیشہ صبح شام سرخی رہتی ہے حالانکہ اسے شفق کہتے ہیں، جو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نظر آتی ہے۔ بڑوں کو اس کے آگے "ت" لگا لینا چاہئے۔ ہمارے بڑے ہمارے خلاف الٹے سیدھے بیان دیتے رہتے ہیں یعنی ایک کہتا ہے کہ تم سیدھے ہو جاؤ، نہیں تو میں تمہیں سیدھا کر دوں گا۔ دوسرا کہتا ہے کہ ٹھیک ہو جاؤ، نہیں تو میں تو الٹا کر

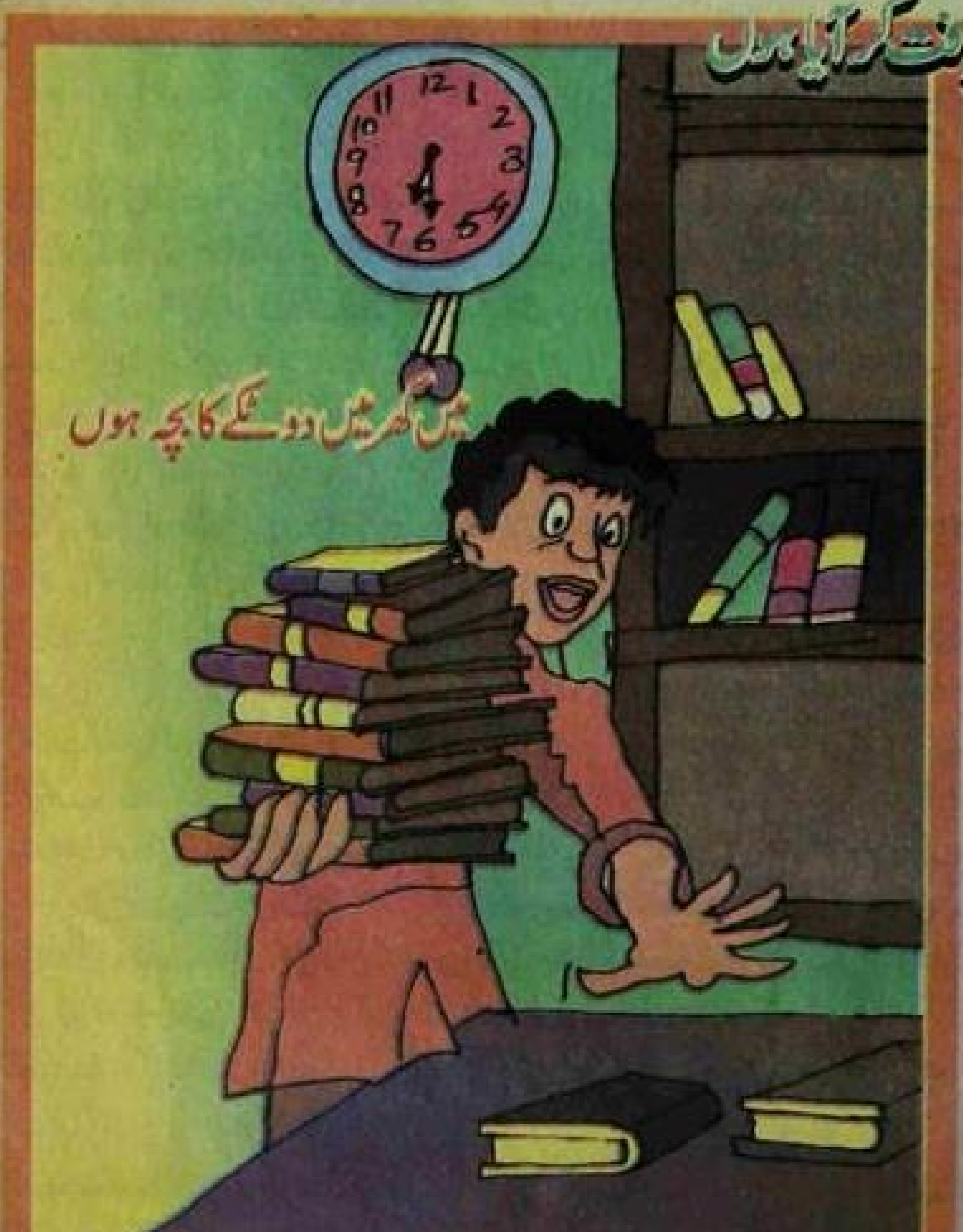
پودوں اور پھولوں میں جگنو پکڑیں لیکن بعض بچے پودوں، پھولوں، خوشبوؤں اور جگنوؤں سے بے نیاز وال کراری، مرغ وال اے اور بوتل اے وغیرہ کی آوازیں نکال رہے ہوتے ہیں۔

ایک عہدے دار بچے نے کہا کہ دیکھئے کتنے۔ ظلم کی بات ہے کہ بچے اب چھوٹی چھوٹی شرارتیں کرنا بھول رہے ہیں۔ مثلاً پہلے بچے جانوروں کی بولیاں بولتے، چٹکیاں کاٹتے، منہ چڑاتے، رقص کرتے، نہاتے ہوئے گاتے اور دوسروں پر پانی پھینکتے۔

اب دگرگوں حالات کے پیش نظر ان کا زاویہ نگاہ تبدیل ہو چکا ہے۔ پہلے بچے ٹے، قلفی، گول گپوں اور دال سویوں کی باتیں کرتے تھے۔ اب وہ آٹے دال اور پانی بجلی کے بلوں کی باتیں کرتے ہیں۔ اب بچے بھی ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک نے ہمارا قرضہ منظور کیا ہے یا نہیں۔ ہم سی ٹی بی ٹی پر کب دستخط کر رہے ہیں۔

پراپیگنڈہ سیکرٹری نے اپنے خطاب میں کہا۔ ''اے امریکہ! تجھے کولمبس نے دریافت کیا۔ وہ بھی قبر میں پچھتا رہا ہو گا کہ میں دنیا میں کیا دریافت کر آیا ہوں۔ اے امریکہ! تیرا نہ کریکٹر ہے اور نہ کریکٹر سرٹیفکیٹ۔ تیری نیم باز آنکھوں میں ساری مستی شراب کی سی ہے۔ تجھے اپنی گندم، اپنے چاولوں، ٹماٹروں اور آلوؤں کا خمار سا چڑھا رہتا ہے۔ تیری نظر میں عراق کے بچے بچے نہیں۔ تجھے فلسطینی اور کشمیری بچے بھی دکھائی نہیں دیتے۔ کیا تیرے اپنے بچے نہیں ہیں؟

وہ بھی قبر میں پچھتا رہا ہوگا کہ میں دنیا میں کیا دریافت کر آیا ہوں



دوں گا۔ ہمارے بڑے کافی پڑھے لکھے ہیں، کوئی بیچلر آف ڈانٹ ہے اور کوئی ماسٹر ان گھرکیاں۔ بڑے ہمارے رونے پر بھی پابندی لگاتے ہی حالانکہ غالب جیسے بڑے شاعر نے رونے کو ایک آزادانہ فعل قرار دیا ہے۔

''روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں! جب ہم بڑی محنت اور خلوص سے رو رہے ہوتے ہیں تو بڑے فوراً کہتے ہیں۔ ''وہ دیکھو! کتا آ رہا ہے'' بین الاقوامی سطح پر کتے کو بھونکنے اور کاٹنے کی وجہ سے کتا تسلیم کیا گیا ہے بلکہ کتے کو دیکھتے ہی پیٹ میں درد اٹھتا ہے اور آنکھوں میں مزید آنسو آ جاتے ہیں لیکن ہمارے ہاں کتا روتے بچوں کو چپ کرانے کے کام آتا ہے۔ ویسے پاکستانی بچے کتے کو دیکھ کر سہم جاتے ہیں روتے روتے چپ ہو جاتے ہیں۔

جنرل سیکرٹری بچے نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ بچوں کے ہاتھ نرم ملائم اور خوبصورت ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں کتابیں ہونی چاہیں لیکن ان بچوں کے ہاتھوں میں ڈسٹر اور جھاڑن دکھائی دیتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ باغوں میں تمام بچے



محمد عادل منہاج...... قسط نمبر 10

(25 سال بعد)

25 سال پورے 25 سال بعد عمران نے قید خانے کی چاردیواری سے قدم باہر نکالا تو اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر وہیں بیٹھ گیا۔ آج سے 25 سال قبل اسے امریکہ میں غیر قانونی طور پر داخل ہونے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا اور پھر اس پر نہ جانے کون کون سے کیس بنا دیئے گئے اور مستقل طور پر جیل کی چاردیواری میں دھکیل دیا گیا۔ اب اتنے عرصے بعد اس کی رہائی بھی ایک معجزہ ہی تھا۔ انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی ایک تنظیم جیل میں قید غیر ملکیوں کے کوائف جمع کر رہی تھی اور ایسے قیدیوں کی رہائی کے لئے کوشاں تھی جو طویل عرصے سے بغیر کسی وجہ کے قید تھے۔ جب ان کو عمران کے حالات کا پتہ چلا تو انہوں نے اس کی رہائی کے لئے بھی کوشش کی اتنا عرصہ گزر جانے کی وجہ سے موجودہ حکومت کو شاید اس پر ترس آ گیا اور اس کی رہائی کے آرڈر کر دیے گئے۔ اب وہ تنظیم اسے پاکستان پہنچانے کا بندوبست کر رہی تھی اور عمران سوچ رہا تھا کہ ان پچیس سالوں میں تو نہ جانے اس کے گھر والوں پر کیا کچھ بیت چکی ہوگی نہ جانے وہ لوگ کس حال میں ہوں گے۔ چند دن کی کارروائی کے بعد اس کے پاکستان جانے کا بندوبست ہو گیا۔ انسانی حقوق کی اس تنظیم نے عمران کو تنظیم کے لئے کام کرنے کی بھی آفر کی تھی۔ جو عمران نے قبول کر لی تھی۔ اسے فی الحال پاکستان میں موجود اس تنظیم کی ایک شاخ میں ملازمت دے دی گئی تھی۔ اسے پاکستان پہنچ کر ان کے دفتر میں رپورٹ کرنا تھی۔ عمران سوچ رہا تھا کہ اسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔ اس لئے ان لوگوں کی پیشکش قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں جنہوں نے اس کی مدد کی تھی۔ وہ پہلے ان لوگوں کے دفتر میں رپورٹ کرے پھر اپنے گھر والوں سے جا کر ملے۔

پی آئی اے کا وہ جہاز امریکہ سے اڑا تو عمران کے دل کی عجیب سی حالت تھی۔ آج سے پچیس سال پہلے جب وہ امریکہ آیا تھا تو اس نے سوچا بھی نہ تھا کہ وہ اتنے طویل عرصے کے لئے یہاں قید ہو کر رہ جائے گا۔ بعض اوقات غلط راستے کی طرف اٹھا ہوا ایک قدم انسان کو کتنی گہرائی میں دھکیل دیتا ہے۔ اس کا عمران کو بہت اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا۔ اس کا دل سیٹھ جمال اور کمال کے خلاف نفرت سے بھرا ہوا تھا اور وہ ان سے انتقام لینے کے لئے بے چین تھا۔ مگر پہلے وہ اپنے گھر والوں سے ملنا چاہتا تھا۔ 'ہیلو کس سوچ میں گم ہو؟' عمران کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص بولا عمران نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ ایک تقریباً چالیس سالہ شخص تھا جو مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ 'جی کچھ نہیں' عمران بے دلی سے بولا۔

'میرا نام ڈاکٹر شیرازی ہے۔ یہاں امریکہ میں ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے آیا تھا۔ آپ بھی پاکستان کے ہی رہنے والے ہیں' اس نے پوچھا۔ 'جی...... جی ہاں......' عمران بولا۔ 'آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں' شیرازی نے کہا۔ 'عمران' عمران نے جواب دیا۔

'عمران' شیرازی چونک اٹھا۔ 'آپ کیا کرتے ہیں؟' شیرازی نے پوچھا۔ 'جی میں انسانی حقوق کی ایک تنظیم کا کارکن ہوں' عمران بولا۔ اسے اس شخص کی بات چیت سے الجھن ہو رہی تھی۔ 'اوہ اچھی بات ہے۔ آپ کی رہائش کدھر ہے؟' شیرازی نے سوال کیا۔ 'رہائش' عمران کے منہ سے نکلا 'میں تنظیم کے دفتر میں ہی رہتا ہوں' اس نے سنبھل کر جواب دیا۔

'ہوں ...... یہ میرا کارڈ ہے کبھی میرے گھر تشریف لائیے' شیرازی نے اپنا وزیٹنگ کارڈ عمران کی طرف بڑھایا۔ اسے نہ جانے کیوں عمران میں اتنی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ عمران نے اس سے کارڈ لے لیا۔ کئی گھنٹوں کے سفر کے بعد جہاز نے کراچی ائرپورٹ کو چھوا۔ عمران اور شیرازی آگے پیچھے ہی جہاز سے اترے۔ 'ہیلو انکل' ایک نوجوان شیرازی کی طرف بڑھا۔ 'ہیلو ارشد کیسے ہو؟' شیرازی نے نوجوان کو گلے سے لگایا۔ 'ارشد' عمران ٹھٹھک کر رک گیا۔ اسے اپنا چچازاد ارشد یاد آ گیا۔ اس نے سوچا کہ وہ بھی اب اتنا ہی بڑا ہو چکا ہوگا۔ عمران کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ ارشد اس کا چچازاد بھائی ہی ہے۔ 'السلام علیکم غالباً آپ ہی مسٹر عمران ہیں' ایک

مٹھی

بیٹا: (ماں سے) آپ تو کہتی ہیں آس پاس کے سب لوگ تمہارے ابا کی مٹھی میں ہیں۔ آج میں نے ابا کی مٹھی کھلوا کر دیکھی تو سوائے چند ٹیڑھی لکیروں کے اور کچھ نہیں ملا۔

پٹائی

باپ بیٹے کو حساب کا سوال سمجھاتے ہوئے۔ دیکھو بیٹے فرض کرو میں نے تمہیں پانچ روپے دیئے۔ اس میں سے تم نے تین روپے کھو دیئے اور دو روپے خرچ کر دیئے تو باقی کیا بچا

بچہ معصومیت سے۔۔ ''صرف پٹائی''

شخص عمران کی طرف بڑھا۔ وہ تنظیم کی یہاں کی شاخ کا کارکن تھا جو عمران کو لینے آیا تھا۔ عمران ارشد کو غور سے دیکھتے ہوئے اس شخص کی طرف بڑھا۔ 'او کے مسٹر عمران خدا حافظ ملنے ضرور آیئے گا' شیرازی بولا اور عمران سر ہلاتا اس شخص کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ 'تمہارا پراجیکٹ کہاں تک پہنچا؟' عمرانہ نے ارشد سے پوچھا۔ 'بس پورا ہونے ہی والا ہے۔ بڑی محنت کی ہے میں نے اس پر' ارشد نے جواب دیا۔ 'انشاء اللہ محنت کا صلہ بھی ملے گا' عمرانہ نے کہا۔ 'بس پراجیکٹ جمع ہو جائے تو پھر میں یونیورسٹی سے فارغ ہو جاؤں گا۔ جاب کے سلسلے میں تو انکل شیرازی نے کسی سے بات کی ہوئی ہے' ارشد بولا۔ 'ہوں ان لوگوں نے ہماری بہت مدد کی ہے۔ ورنہ ہم تو لٹ ہی گئے تھے۔' عمرانہ بولی 'ہاں ابو تایا جی ایک ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ عمران بھائی ایسے غائب ہوئے کہ آج تک ان کا کچھ پتہ نہیں چلا! امی بے چاری بھی ان سب کے غم میں گھل گھل کر مر گئیں' ارشد تاسف سے بولا۔

'خیر اللہ نے چاہا تو ہمارے اچھے دن بھی آئیں گے۔ اچھا اب میں چلتی ہوں۔ قاسم آنے ہی والے ہوں گے' عمرانہ بولی کرامت صاحب نے اس کی شادی اپنے ایک دوست کے بیٹے قاسم سے کروا دی تھی۔ وہ یہاں قریب ہی رہتے تھے۔ اس لئے عمرانہ اکثر ارشد سے ملنے کے لئے چلی آتی تھی۔ 'تم دیکھ لینا ظفر میرا یہ تجربہ ضرور کامیاب ہوگا' شیرازی پرجوش لہجے میں کہہ رہا تھا۔ 'میں اب بھی کہتا ہوں شیرازی اس پاگل پن سے باز آ جاؤ' ظفر بولا۔ 'تمہاری نظر میں یہ پاگل پن ہے۔ ذرا سوچو ایک شخص جو مر چکا ہے۔ اس کا دماغ ہم کسی دوسرے شخص کے جسم میں ڈال دیتے ہیں۔ تو گویا وہ شخص دوبارہ زندہ ہو جائے گا۔ جسم کسی اور کا اور دماغ اس کا' شیرازی بولا۔ 'مگر جس شخص کے جسم میں تم مردہ شخص کا دماغ ڈالو گے وہ تو ختم ہو جائے گا اور یہ جرم ہوگا' ظفر فکرمندانہ لہجے میں بولا۔

'نہیں اس مقصد کے لئے ہم ایسے قیدیوں کو استعمال کر سکتے ہیں جنہیں سزائے موت سنائی جا چکی ہو۔ ذرا سوچو انہیں تو مر ہی جانا ہے۔ اگر ہم کسی مرنے والے کا دماغ اس کے جسم میں ڈال دیں تو کیا فرق پڑے گا۔ اس طرح ہم ذہین افراد مثلاً سائنسدان کو زندہ رکھ سکتے ہیں' شیرازی نے پرزور انداز میں کہا۔ 'بہر حال میرے خیال میں تو یہ ٹھیک نہیں حکومت ہمیں اس کی اجازت نہیں دے گی۔ آخر سزائے موت پانے والے کے بھی عزیز رشتہ دار ہوں گے۔ وہ کس طرح چاہیں گے کہ ان کے عزیز کا جسم کسی اور شخص کے لئے استعمال کیا جائے' ظفر نے کہا۔

'پہلے ہم تجربہ تو کر کے دیکھ لیں۔ اگر کامیابی ہوئی تو حکومت سے اجازت بھی لے لیں گے' شیرازی بولا۔ 'جیسے تمہاری مرضی' ظفر نے کندھے اچکائے۔ 'پہلے ہم بندر پر یہ تجربہ کر کے دیکھیں گے' شیرازی نے کہا۔ ظفر اب بھی پریشان لگ رہا تھا۔ دروازہ کھلا اور اس کا بیٹا سلطان اندر داخل ہوا۔ 'آؤ سلطان کیسے؟' سیٹھ جمال نے پوچھا۔ 'ایک مسئلہ ہے ڈیڈی' سلطان بولا۔ 'مسئلہ کیسا مسئلہ سیٹھ جمال کا بیٹا اور مسئلہ!' سیٹھ جمال بولا۔ 'یونیورسٹی میں پراجیکٹ جمع کروانے کی آخری تاریخ قریب آتی جا رہی ہے اور میں اب تک کچھ کر نہیں سکا' سلطان بولا۔ 'تو تم نے اب تک پراجیکٹ کیوں نہیں کیا' سیٹھ جمال نے پوچھا۔ 'مجھے اور دوسرے کام کم ہیں کیا کچھ کریں ڈیڈی مجھ سے نہیں ہوتا پراجیکٹ وراجیکٹ' سلطان منہ بنا کر بولا۔ 'اچھا اچھا کرتے ہیں کچھ میں وائس چانسلر سے بات کرتا ہوں کچھ نہ کچھ ہو جائے گا تم فکر نہ کرو' سیٹھ جمال نے کہا۔ 'تھینک یو ڈیڈی۔ ویسے بھی یونیورسٹی میں یونین کے انتخابات ہونے والے ہیں۔ میں ان کی تیاری کر رہا ہوں' سلطان نے کہا۔ 'ضرور کرو تیاری۔ آخر تمہیں بھی سیاست میں آنا ہے۔ تمہارے پراجیکٹ کا مسئلہ میں حل کروا دوں گا' سیٹھ جمال نے کہا اور سلطان مسکراتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ عمران نے حیرت سے اس عالیشان مکان کو دیکھا جہاں کبھی اس کا چھوٹا سا گھر ہوا کرتا تھا۔ اس نے گھنٹی کا بٹن دبایا کچھ دیر بعد دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کے شخص کی صورت میں نظر آئی۔

'جی فرمایئے آپ کو کس سے ملنا ہے؟' اس نے حیرت سے عمران کو دیکھا۔ 'جی...... وہ یہاں عثمان علی صاحب رہتے تھے' اس نے کہا۔ 'عثمان علی...... ! جی نہیں اس نام کا کوئی شخص یہاں نہیں رہتا۔ یہ تو میرا گھر ہے' وہ بولا۔ 'یہ آج سے پچیس سال پہلے کی بات ہے جب وہ یہاں رہا کرتے تھے' عمران بولا 'پچیس سال پہلے...... بھائی اتنی پرانی بات کا تو مجھے پتہ نہیں میں تو یہاں گزشتہ دس سال سے رہ رہا ہوں' اس شخص نے جواب دیا۔ 'آپ نے مکان کس سے خریدا تھا؟' عمران نے پوچھا۔ 'احسان صاحب سے مجھ سے پہلے وہی یہاں رہتے تھے' اس نے جواب دیا۔ 'ان کا پتہ مل سکتا ہے' عمران نے پوچھا۔ 'ہاں کاغذات میں لکھا ہوگا۔ آپ اندر آ جائیں میں دیکھتا ہوں' اس نے کہا اور عمران کو اندر بٹھایا عمران حیرت سے اپنے گھر کو دیکھ رہا تھا۔ جو بالکل بدل چکا تھا۔ جلد ہی مالک مکان نے اسے احسان صاحب کا پتہ لا دیا۔ اس کے بعد عمران یوسف علی کے گھر بھی گیا مگر وہاں بھی کوئی اور ہی لوگ مقیم تھے۔ آخر وہ ڈھونڈتا ہوا احسان صاحب کے گھر جا پہنچا۔

'آپ اس گھر میں کب سے مقیم تھے؟' عمران نے احسان صاحب کے ڈرائینگ روم میں بیٹھنے کے بعد پوچھا۔ 'میں نے پندرہ سال وہاں گذارے پھر اسے بیچ کر یہاں شفٹ ہو گیا تھا' احسان صاحب نے بتایا

'پندرہ سال...... پھر تو آپ عثمان علی کو ضرور جانتے ہوں گے' عمران جلدی سے بولا۔ 'جی نہیں میں نے تو وہ گھر کرامت صاحب سے خریدا تھا' احسان صاحب بولے۔ 'کرامت صاحب سے......' عمران الجھن کے عالم میں بولا اس کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ عثمان علی گھر چھوڑ کر کدھر گئے اور یہ کرامت صاحب کون تھے۔ مطلوبہ ایڈریس پر پہنچ کر عمران نے دروازے کی گھنٹی بجائی جلد ہی کسی خاتون نے دروازہ کھولا۔ 'مجھے کرامت صاحب سے ملنا ہے۔' عمران بولا۔ 'کرامت صاحب...... اوہ...... وہ تو پہلے یہاں رہتے تھے۔ پھر کہیں شفٹ ہو گئے تھے' خاتون بولیں۔ 'جی......' عمران کے منہ سے نکلا اس کی منزل دور ہی ہوتی جا رہی تھی۔ 'اب وہ کہاں رہتے ہیں؟' عمران نے پوچھا۔ 'پتہ نہیں وہ جاتے ہوئے اپنا پتا کر نہیں گئے' خاتون بولیں۔ عمران سکتے کے عالم میں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے کہاں جائے اپنے گھر والوں کو کہاں تلاش کرے۔ ارشد پھٹی پھٹی نگاہوں سے یونیورسٹی کا نوٹس بورڈ دیکھ رہا تھا۔ جس پر پراجیکٹ جمع کروانے والوں کے نام اور نمبر لکھے تھے۔ پوری لسٹ میں ارشد کا نام کہیں بھی نہیں تھا اور ارشد نے جو پراجیکٹ جمع کروایا تھا اس کے آگے سلطان کا نام لکھا تھا۔ 'سلطان......!!' ارشد کا چہرہ غصے سے تن گیا۔

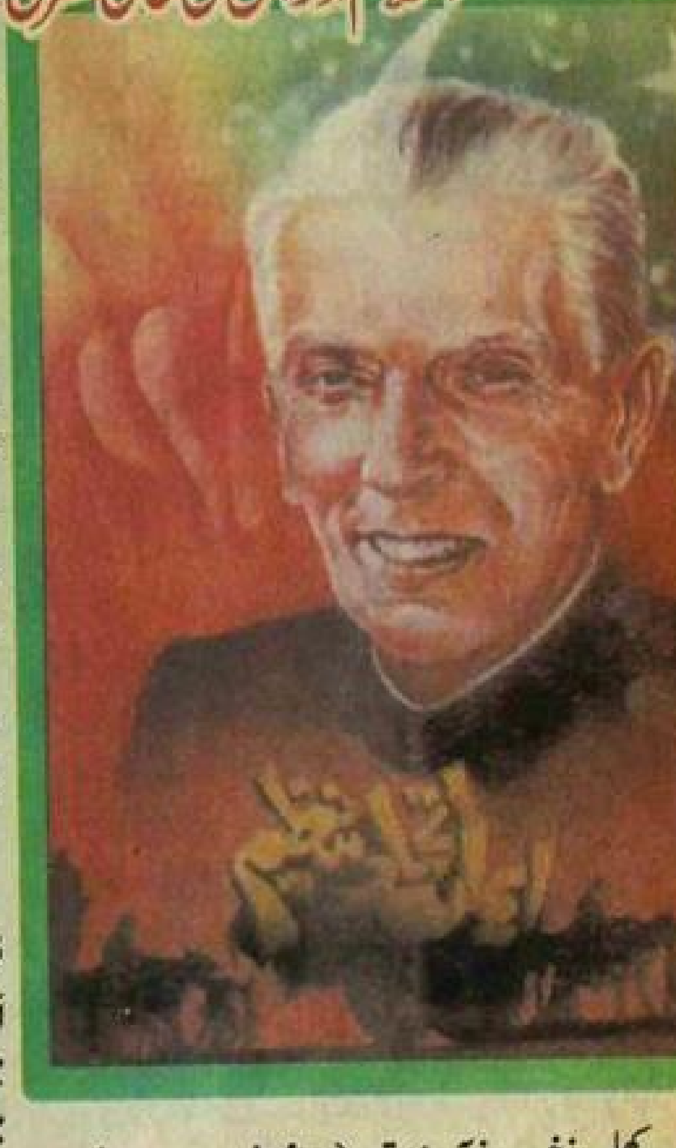
(باقی آئندہ)

مسلمانوں کی تاریخ لکھ نہیں رہا بنا رہا ہوں

اسلام اور اس کی عالی نظری نے جمہوریت سکھائی ہے

قائد کی بچوں سے محبت

کوئٹہ کے بازار میں بہت چہل پہل تھی لوگ خرید و فروخت میں مصروف تھے اچانک وہاں ایک کار آ کر رکی اور اس میں سے ایک لمبا، دبلا پتلا اور باوقار شخص نکلا اس نے باہر نکل کر بڑی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ بازار کا جائزہ لیا اور کھلونوں کی ایک دکان میں داخل ہو گیا اردگرد کے کچھ لوگوں کے ذہن میں اچانک اس باوقار شخص کا نام بجلی کے کوندے کی مانند لپکا اور وہ چلا اٹھے "قائداعظم زندہ باد" اس پکار کے ساتھ ہی دکان کے باہر لوگوں کا ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ اپنے محبوب رہنما کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ہر شخص بے تاب تھا انہیں حیرانی بھی تھی کہ وہ کھلونوں کی دکان میں کیا کر رہے ہیں اب انہیں کیا خبر تھی کہ قائداعظم کوئٹہ جس گھر میں ٹھہرے تھے وہاں ایک چھوٹا سا معصوم بچہ بھی رہتا تھا وہ ہر وقت قائد کے قریب گھومتا رہتا، وہ ان سے بہت پیار کرنے لگا تھا۔ قائداعظم اسے اپنے گھٹنوں پر بٹھا کر اکثر باتیں کیا کرتے تھے اور آج وہ اس کی خاطر کھلونے خریدنے آئے تھے۔ (رانا محمد شاہد بورے والا)



انکی قوم جاگتی ہے

انتخابات کے سلسلے میں ملکی اور غیر ملکی اخبار نویس خبریں فراہم کرنے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے تھے، انہی میں سے دو غیر ملکی صحافی رات کے ایک بجے قائداعظم محمد علی جناح کے ہاں آئے۔

بابائے قوم اس وقت اپنے کام میں مصروف تھے۔

اخبار نویسوں نے آتے ہی سوال کیا

"ہم لوگ ابھی ابھی کانگرس کے کیمپ سے آ رہے ہیں وہاں تمام لیڈر سو چکے ہیں، ادھر آپ رات گئے تک کام میں مصروف ہوئے ہیں اس کا مطلب کیا ہے؟

اس پر قائداعظمؒ نے جواب دیا "ان کی قوم جاگتی ہے وہ سوتے ہیں میری قوم سوتی ہے اور میں خود جاگتا ہوں" (مسکین صابری......جھنڈا نگ)

اقوال قائد

کردار کسے کہتے ہیں؟ کردار کا مطلب یہ ہے کہ عزت نفس، خودداری، ارادے کی پختگی، اور دیانت داری، ان تمام خصوصیات کا بدرجہ اتم موجود ہونا بلندی کردار ہے۔ قوم کے اجتماعی مفاد کیلئے افراد کا اپنے آپ کو قربان کر دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا بلند کردار ہے۔

(مسلم کنونشن دہلی 17 اپریل 1946ء)

☆......اسلام اور اس کی عالی نظری نے جمہوریت سکھائی ہے۔ اسلام نے مساوات سکھائی ہے۔ ہر شخص سے انصاف اور رواداری کا حکم دیا ہے۔ کسی بھی شخص کے پاس کیا جواز ہے کہ وہ عوام الناس کیلئے انصاف اور رواداری پر اور دیانت داری کے اعلیٰ معیار پر مبنی جمہوریت، مساوات اور آزادی سے گھبرائے۔

☆......صوبائیت ایک لعنت ہے ایک بیماری ہے میں مسلمانوں کو اس سے نجات دلانا چاہتا ہوں (عید میلاد النبی ﷺ 1948ء)

میں اقبال کو منتخب کروں گا

قائداعظم نے علامہ اقبال کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے "کارلائل نے شیکسپیر کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے ایک انگریز کا ذکر کیا کہ اسے جب شیکسپیر اور دولت برطانیہ میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تو اس نے کہا میں شیکسپیر کو کسی قیمت پر نہ دوں گا یہ بیان کر کے قائداعظم نے ارشاد کیا "گو میرے پاس سلطنت نہیں، لیکن اگر سلطنت مل جائے اور اقبال اور سلطنت میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کی نوبت آئے تو میں اقبال کو منتخب کروں گا"

دو کانٹوں میں پھول

ایک موقع پر مسز ماؤنٹ بیٹن اور قائداعظمؒ کی تصویر وائسرائے ہاؤس میں بنائی جا رہی تھی اس خیال سے کہ لیڈی موصوف درمیان میں ہوں گی قائداعظم نے از راہ مزاح خاتون کو مخاطب کرتے ہوئے بے ساختہ کہا آپ دو کانٹوں کے درمیان پھول ہوں گی اس پر خوب قہقہہ لگا۔

تاریخ بنانے والا

قیام میسور کے دوران ایک موقع پر ایک صحافی نے مسٹر جناح سے پوچھا "جناب کیا آپ مسلم انڈیا کی تاریخ لکھ رہے ہیں؟" آپ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "میں مسلمانوں کی تاریخ لکھ نہیں رہا بلکہ ان کی تاریخ بنا رہا ہوں" (ثمینہ رحمٰن......ڈی جی خان)

حکومت باغ کی طرح ہے

اپریل 1948ء میں قائداعظم نے اسلامیہ کالج پشاور کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا "یاد رکھئے آپ کی حکومت آپ کے باغ کی طرح ہے جو آپ کی توجہ سے پھلتا پھولتا ہے اسی طرح آپ کی حکومت اس کی بہتری کے لئے آپ کی تعمیری کوششوں سے پروان چڑھتی ہے" (التمش احمد......لاہور)

"اصل چیز"

پاکستان کے دفاع کو مضبوط سے مضبوط بنانے میں آپ میں سے ہر ایک کو اپنی جگہ الگ الگ انتہائی اہم کردار ادا کرنا ہے۔ اس کے لئے آپ کا نعرہ یہ ہونا چاہئے، ایمان، تنظیم اور ایثار، آپ اپنی تعداد کے کم ہونے پر نہ جائیے اس کی کو آپ کو ہمت و استقلال اور بے لوث فرض شناسی سے پورا کرنا پڑے گا کیونکہ اصل چیز زندگی نہیں ہے، بلکہ ہمت، صبر و تحمل اور عزم صمیم ہیں جو زندگی کو زندگی بنا دیتے ہیں" (جہاز "دلاور" کے افتتاح پر 23 جنوری 1948ء)

"عظیم اور مستحکم قوم"

"ہم استقلال مزاجی، انتھک محنت، اور جذبہ ایثار سے پاکستان کو انشاء اللہ ایک عظیم اور مستحکم قوم بنا دیں گے۔ پاکستان قائم رہنے کے لئے بنا ہے اور زمین پر کوئی ایسی طاقت نہیں جو اسے تباہ کر سکے" (امریکی نامہ نگار سے انٹرویو فروری 1948ء)

What is Charactor

قائداعظم محمد علی جناح جب بدترین مشکلات سے گذر کر تاریخ میں دائم برقرار رہنے والی عظمت کے مقام تک پہنچے تو ارشاد فرمایا تھا

What is Charactor

It is self Respect

کردار کیا ہے؟ عزت نفس کا شعور (عابدہ روبینہ۔۔ مخدوم پور)

میں دیر سے آیا ہوں

1946ء میں جب قائداعظم مذاکرات کے لئے لندن گئے تو وہاں قیام کے دوران جمعہ آ گیا۔ آپ نے اپنے سیکرٹری سے کہا "میں کسی ایسی مسجد میں نماز جمعہ کے لئے جانا چاہتا ہوں جو کسی خاص فرقے سے متعلق نہ ہو وہاں غریب مسلمان نماز پڑھتے ہوں" چنانچہ مشرقی لندن کی ایک مسجد میں جب قائد نماز کے لئے پہنچے تو خطبہ شروع ہو گیا تھا لوگوں نے ان کے لئے اگلی صف خالی کر دی لیکن آپ نے کہا "میں دیر سے آیا ہوں اور اسی جگہ کا مستحق ہوں" چنانچہ آپ نے آخری صف میں نماز پڑھی۔ نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے روتے ہوئے کہا "اے خدا میری زندگی اس عظیم انسان کو بخش دے"

(محمد احمد گوندل ...... دھریمہ (سرگودھا)

قائد کی جرات

ایک مرتبہ قائداعظمؒ عدالت میں انگریز جج کے سامنے کسی خاص نکتے کی وضاحت کر رہے تھے قانونی موشگافیوں کی وجہ سے گفتگو طویل ہو گئی تو جج نے بیزاری کے عالم میں قائداعظمؒ کو ٹوکا "مسٹر جناح!" "آپ کی گفتگو الجھ گئی ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ ایک کان سے سنتا ہوں اور دوسرے سے نکل رہی ہے۔ قائداعظمؒ کو جج کی یہ ذہنی غیر حاضری ناگوار گزری۔ آپ نے فوراً جواب دیا "جناب عالی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دونوں کانوں کے درمیان والی جگہ خالی ہے" جج صاحب خاموش ہو گئے دوبارہ ٹوکنے یا کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔

علم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے

ایک دفعہ دورہ بلوچستان کے موقع پر مسلمانان بلوچستان کی طرف سے قائداعظمؒ کی خدمت میں تلوار پیش کی گئی۔ قائداعظم نے یہ تحفہ قبول کرتے وقت بلوچستان کی بیداری پر اظہار مسرت فرمایا اور کہا "یہ تلوار جو آپ نے مجھے عنایت کی ہے صرف حفاظت کے لئے اٹھے گی لیکن فی الحال جو سب سے ضروری امر ہے وہ تعلیم ہے علم تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہے جائیے اور علم حاصل کیجئے میں جانتا ہوں کہ اگر وقت آ جائے تو ہم اپنی جان اور سب کچھ قربان کر دیں گے لیکن اس کی تیاری کر لو۔ (باسط علی نسیم ہاشمی ..... کوٹلی آزاد کشمیر)

وقت کی پابندی

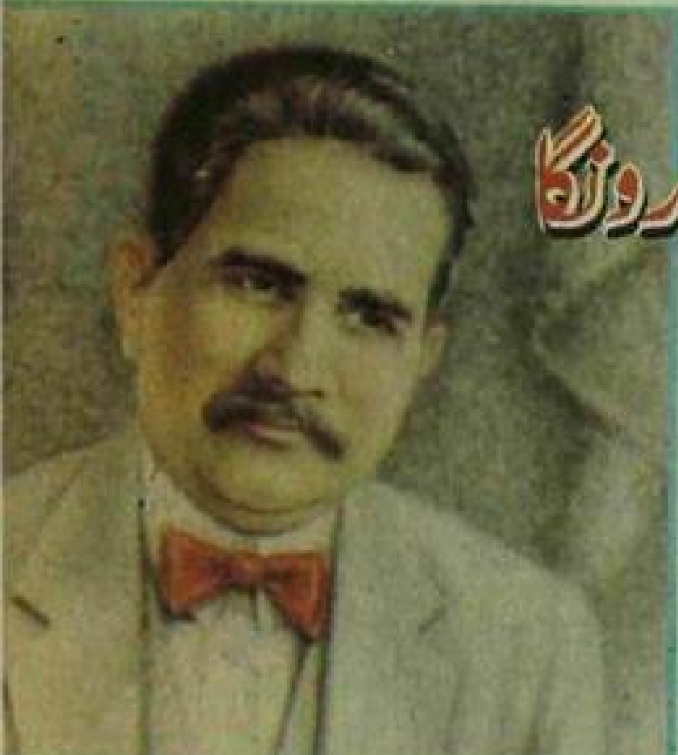
پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد سٹیٹ بینک کا افتتاح ہوا اس تقریب میں قائداعظم Chife Guest کے طور پر مدعو تھے آپ مقررہ وقت پر تشریف لائے لیکن کئی افسران اور دیگر وزراء ابھی تک تقریب میں نہیں پہنچے تھے ان میں وزیر اعظم لیاقت علی خان بھی شامل تھے یہ دیکھ کر آپ نے تقریب شروع کرنے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی حکم دیا کہ تقریب گاہ میں موجود تمام خالی کرسیاں اٹھالی جائیں تاکہ جو حضرات بعد میں آئیں انہیں کھڑا رہنا پڑے۔ اس طرح انہیں پابندی وقت کا خیال رہے گا۔ تمام خالی کرسیاں اٹھالی گئی کچھ دیر کے بعد لیاقت علی خان تشریف لائے۔ انکے ساتھ کچھ دوسرے وزراء بھی تھے لیکن کسی شخص کو ان کے لئے کرسی لیکر آنے کی جرات نہ ہوئی۔ دوسری طرف قائد ملت اور وزیر اعظم کا ظرف بھی یہ تھا کہ کسی کو کرسی سے نہ اٹھایا بلکہ تقریب کے دوران وہ اور ان کے کئی رفقا کھڑے رہے قائداعظم جب روانہ ہونے لگے تو ان حضرات نے دیر سے آنے پر بڑی معذرت کی۔ قائد نے فرمایا آئندہ پابندی وقت کا خیال کریں۔ (ساجد محمود ..... مخدوم پور پھوڑاں)

ہماری اقدار سب سے مختلف ہیں

قائداعظم اسلام کو مکمل ضابطہ حیات سمجھتے تھے۔ ایک برطانوی صحافی بیورلی نکولس کو انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا "اسلام صرف مذہبی عقائد ہی کا نام نہیں بلکہ زندگی تاریخ اور فقہ کے ہر دن اور ہر اہم معاملے میں حقیقی ضابطہ عمل ہے۔ ان تمام چیزوں میں ہماری سوچ نہ صرف ہندوؤں سے بنیادی طور پر مختلف ہے بلکہ متضاد ہے۔ زندگی کی کوئی ایسی بات نہیں جو ہمیں جوڑتی ہو۔ ہمارے نام ہمارا لباس، ہماری رسومات، بالکل مختلف ہیں۔ ہماری اقتصادی زندگی ہمارے تعلیمی نظریات، خواتین سے ہمارا سلوک، جانوروں سے ہمارا رویہ اور ہماری انسانی اقدار سب سے بہت مختلف ہیں۔ (انتش احمد ..... یثرب کالونی لاہور)

مجھے یقین ہے

الفاظ کی اتنی نہیں، جتنی قدر و قیمت افعال کی ہوتی ہے



میں اقبال کا انتخاب کرونگا

مجھے یقین ہے کہ جب پاکستان کے دفاع اور قوم کی سلامتی اور حفاظت کے لئے آپ کو بلایا جائے گا تو آپ اپنے اسلاف کی روایات کے مطابق شاندار کارناموں کا مظاہرہ کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ پاکستان کے ہلالی پرچم کو سربلند کئے رکھیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی عظیم قوم کی عزت اور وقار کو برقرار رکھیں گے۔

(پنجاب مشین گن رجمنٹ پشاور سے خطاب: 5 اپریل 1948ء) (نسیم یوسف ..... لاہور)

خدا کی آزمائش

"خدا اپنے نیک بندوں کا امتحان لیتا ہے۔ ان سے قربانی پیش کرنے کی خواہش کرتا ہے جس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کی قربانی دینے کے موقع پر اللہ کے حکم سے روگردانی نہیں کی اس طرح ہمیں ان مسلمانوں کے لئے قربانیاں دینی چاہئیں جو ہندوستان میں ظلم وستم کا شکار ہیں" (قائداعظم نے عیدالاضحیٰ کے موقع پر یادگاری الفاظ فرمائے تھے)

(عابدہ رحمٰن ..... کے ای سی ایچ سوسائٹی کراچی)

"قائد علامہ شبیر کی نظر میں"

علامہ شبیر احمد عثمانی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھتے وقت آپ کے بارے میں فرمایا

"برصغیر میں شہنشاہ اورنگزیب کے بعد اتنا بڑا مسلمان پیدا نہیں ہوا جس کے غیر متزلزل ایمان اور اٹل ارادے نے دس کروڑ شکست خوردہ افراد کی مایوسیوں کو کامرانیوں میں بدل دیا"

اپنا اخلاق بلند رکھو

اپنا اخلاق ہر صورت بلند رکھو موت سے نہ ڈرو ہمارا مذہب بھی سکھاتا ہے کہ ہمیں موت کیلئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ اسلام اور پاکستان کی عزت بچانے کیلئے ہمیں موت کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہئے۔ مسلمان کیلئے اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نجات نہیں کہ وہ صداقت کی خاطر شہید کی موت مر جائے۔ (لاہور میں طلبہ سے خطاب، 30 اکتوبر 1947ء) سین بتول لاہور

گدا

ایک مرتبہ قائداعظم اپنے ڈرائیور حنیف آزاد پر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے اور بڑے سخت لہجے میں فرمایا "گدا" محمد حنیف نے فوراً سر جھکا کر تصحیح کی "نو سر گدا نہیں گدھا"

یہ سنتے ہی قائداعظم کا غصہ رفع ہو گیا اور بے اختیار ہنس پڑے کہنے لگے اس غلطی پر ٹوکنے کا بہت شکریہ۔ (صدف بتول لاہور)

NO PROBLEM

صوفیہ آپی

آپ کی دلی اور ذہنی الجھنوں کو سلجھانے کا سلسلہ

السلام علیکم پیارے پھول دوستو☆

وہ کون سی چیز ہے جو انسان تو دیکھتا ہے مگر اللہ نہیں؟ ہاں ...... جی ہاں...... "خواب" آپ کتنے پیار اور کتنی محبت سے خواب بنتے ہیں اور ان کا ہر تانا بانا آپ کی خواہشات میں لپٹا ہوتا ہے۔ کتنی بے شمار خواہشیں' ارمان' خواب' عزائم اور مقاصد آپ کے ذہن میں ہوں گے اور آپ وہ سب کچھ کر ڈالنا چاہتے ہیں۔

ایک ہی وقت میں ڈاکٹر' انجینئر' آرٹسٹ اور نہ جانے کیا کچھ بننا چاہتے ہیں۔ اللہ خواہشات اور خوابوں کا بہت احترام کرتا ہے۔ آپ ان تمام آرزوؤں اور سپنوں کو اپنی محبت کی گٹھڑی میں باندھ کر اللہ جی کے حوالے کر دیجئے اور خود محنت شروع کر دیجئے۔

یقین مانیے آپ اتنے ہی سرخرو ہوں گے جتنا آپ کا یقین اپنے پیارے اور خوبصورت ترین دوست اللہ میاں پر ہو گا! پیار اور پیار کی خواہش کے ساتھ' صوفیہ آپی☆

****

اپنے مسئلے' اپنے حل

o ...... صوفیہ آپی کبھی کبھار لگتا ہے کہ اللہ انصاف نہیں کرتا؟ (آصف بلال ...... گوجرانوالہ)

☆...... اچھے آصف! بزرگ کہتے ہیں کہ شکر کرو اللہ ہر وقت انصاف نہیں کرتا بلکہ رحم کرتا ہے۔ اگر اللہ کا رحم نہ ہوتا اس کا کرم نہ ہوتا تو حقیقت میں جب وہ اپنے انصاف پہ آتا تو ہمیں بار بار پکڑتا اور سزا کے علاوہ ہماری کوتاہیوں کے بغیر ہمارا مقدر کچھ اور نہ ہوتا۔ یہ تو اس کا کرم ہے کہ ہمیں معاف ہی کرتا رہتا ہے۔ ہم سے ہی پیار کرتا رہتا ہے اور انصاف نہیں کرتا۔ اس سے کبھی انصاف مانگئے بھی مت۔ دوسری بات یہ کہ زندگی میں اللہ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا وہ منصف ہے اور سچا ہے۔ اس سے ہمیشہ اس کا کرم اور رحم مانگئے۔

o ...... صوفیہ آپی میرا کھیلنے کو دل نہیں کرتا۔ (محمد اخلاق احمد ..... کوٹ ادو)

☆...... اچھے کھیل تو ذہنی اور جسمانی صحت کے لئے بے حد ضروری ہیں۔ اگر کبھی آپ اکتا جاتے ہو اور شور میں نہیں رہنا چاہتے تو کوئی بات نہیں۔ آپ اچھی کتب پڑھا کریں۔ اچھے مشاغل اپنائیں جو آپ کو خوش اور ہلکا کرتے رہیں۔ نہ کھیلیں گے نہ سیر کریں گے تو کوئی بات نہیں صرف کمزور رہ جائیں گے اور بوڑھے بھی شاید جلدی ہو جائیں۔

The Winner of the Month

o ...... مجھے پھول سے انعام نہیں چاہئے۔ ابوؤں کی قسم یہ بھی ہے جو مرغی کی طرف اپنے بچوں کو سنبھالتے ہیں۔ (سعدیہ یونس)

☆...... سعدیہ آپ نے ایک بار پھر اتنا خوبصورت خط لکھا اور انعام لینے کی خواہش کی نہیں کی اور پچھلا بھی واپس دینا چاہتی۔ اری پگلی ہم محبت ہی تو کر سکتے ہیں اور اس سے بھی ہمیں روکتی ہیں۔ ہم انعام تو اپنے پیار کے تحفے کے طور پر بھجواتے ہیں۔ ہمیں اپنے تمام قارئین دوستوں کی خوشی بہت پیاری ہے۔ ایڈیٹر بھیا کے رابطے کی بات تو آپ نے خود ہی لکھ دیا کہ "مشہور بندوں کے پاس ٹیم (ٹائم) کہاں" اور آپ کے خط کا سب سے خوبصورت جملہ' "محبت مطلوب کی ساری خامیاں ایک ہی نظر میں مٹا دیتی ہے۔"

o ...... خوابوں اور خیالوں میں ڈوب جاتا ہوں۔ (قمر جاوید سرکانی ...... ڈیرہ غازی خان)

☆...... اچھے مون! خواب اور خیال ہماری زندگی کا اہم حصہ ہیں اور ہمارے ذہن اور دل کے لئے اچھے خیالات کا ہونا بہت ضروری ہے مگر ان میں توازن رکھنا چاہئے۔ پلاؤ چاہے خیالی ہو چاہے دوسرا' زیادہ مصالحہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ ثابت قدمی کے ساتھ اپنے ٹارگٹ پر دھیان دو اور اللہ سے مدد مانگو!

Be Busy and Be easy

o ...... میرا گیارہواں خط ہے مہمانوں سے کھل کر بات نہیں کر سکتی۔ (ناہید اختر ...... چکوال)

☆...... آپ شرماتی رہیں یہ بری بات نہیں مگر کسی کے لئے دل میں اچھی سوچ رکھنا ہی کافی نہیں محبت زبان سے اظہار چاہتی ہے اپنے آپ کو تیار کر لیجئے اور سب عزیزوں سے ملا کریں۔ جب آپ کی دوستی بننا ہونا شروع ہو گی آپ کی ہچکچاہٹ دور ہو جائے گی۔

o ...... صوفیہ آنٹی اتنی دفعہ خط لکھا کہ میرا دوست ناراض ہے۔ (محمد اکبر جاوید بلوچ ...... پانیگاں)

☆...... بلوچ صاحب میں نے اتنی بار بتایا ہے اسے مناؤ اور پوچھو کہ اس کے دل میں کیا بات ہے اگر آپ کی غلطی ہے تو اسے درست کر لو۔ اگر اس کی غلطی ہے تو اسے معاف کر دو اور درست کرنے میں اس کی مدد کرو۔ پھر بھی نہیں بولتا تو نہ سہی۔ اپنے آپ کو اتنا پریشان نہ کرو۔ اللہ میاں آپ کو اور اچھے دوست دے دے گا۔

o ...... میں اونچے خواب دیکھتا ہوں کہ ڈاکٹر بن گیا ہوں۔ میرے پاس بہت دولت آ گئی ہے علاج بتائیں۔ (عمران صابر ...... پتوکی)

☆...... صابر بچہ! ڈاکٹر آپ بنتے ہیں اور علاج بھی پوچھتے ہیں۔ بیٹا ایسے خواب دیکھنا بری بات تو نہیں اچھی بات ہے۔ آپ خوب لگن اور محنت سے اپنے خوابوں کے لئے کوشش کرو۔ اللہ سے دعا کرو۔ وہ ضرور اسے پورا کرے گا۔ دوسری بات دولت کی تو پیارے اصل دولت "انسانیت سے پیار" ہے۔ آپ اسے حاصل کرنے کی خواہش کرو۔ پیسے کی خواہش بہت اچھی ہے اگر مثبت استعمال ہو تو ورنہ یہی بھٹکا بھی دیتی ہے اور اللہ نے جس کے لئے جتنا رزق لکھا ہوتا ہے وہ اس کو ہر حال میں ملنا ہوتا ہے۔

O-K Dear Friends
leave all trends
be Allah`s Friends!!!

بقیہ: پر دل کے کالے نہ ہوں

میں ایک مقابلہ ہو رہا ہے میڈم نے کہا ہے کہ جو سٹوڈنٹ کچھ different سا لکھے گی اسے پرائز بھی دیا جائے گا۔

کمشالہ تم حصہ لوگی ہاں دیکھو کوشش کروں گی ......

اچھا پھر بات کریں گے میں نے کچھ سوچتے ہوئے فون کریڈل پر رکھا اور میں سوچنے لگی کہ کونسا ایسا ٹاپک منتخب کروں جو سب سے مختلف ہو لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا مجھے یاد آیا کہ بی جی نے بلایا تھا بی جی میں آ جاؤں...... آ جاؤ ...... آ جاؤ آپ نے مجھے بلایا تھا ہاں عیبہ میں نے تجھ سے بات کرنی تھی تمہاری ماں نے مجھے بتایا ہے کہ تو صرف رنگت کیوجہ سے کالے سے اچھا سلوک نہیں کرتی ...... بی جی تو کیا ہے۔

وہ مجھے اچھا نہیں لگتا...... دیکھ بیٹی بری بات ہے تو تو پڑھی لکھی ہے پھر بھی جاہلوں کی سی باتیں سوچتی ہے تعلیم تو انسان کو اچھے کو اچھا اور بروں کو اچھا بنانے کا گر سکھاتی ہے۔ دیکھ بیٹے انسان کی ظاہری شکل رنگ اس کی سیرت بتانے سے قاصر ہوتا ہے صرف شکل وصورت اور رنگوں کے فرق سے تو کسی کو اچھا یا برا نہیں کہہ سکتی اور ویسے بھی جو جیسا بھی ہو ہمیں کیا ہمیں تو اس سے اچھا برتاؤ کرنا چاہئے کیونکہ ہمارے سوہنے رب کا حکم ہے اور ایک بات عیبہ ان لوگوں سے نفرت نہ کر جن کے رنگ کالے ہیں بلکہ ان سے نفرت کر جنکے دل کالے ہیں۔

جن کے وچار کالے ہیں جن کے دل میں سوائے سیاہی مائل دھوئیں کے اور کچھ نہیں جو دوسروں کی خوشی میں تو خوش نہیں ہوتے لیکن کسی کے غم میں آنسو بہانے کی بجائے اس کو تسلی دینے کی بجائے تماشا دیکھتے ہیں۔ خود تو زندگی میں اعلیٰ مقام حاصل کر نہیں پاتے لیکن دوسروں کی کامیابی سے جلتے ہیں وہ کالے دل والے لوگ جو ہمیشہ دوسروں کو اذیت دینے میں خوشی اور اطمینان محسوس کرتے ہیں ایسے لوگ جو دوسروں کی غلط بات کو ہنس کر صحیح کہتے ہیں۔

لیکن کبھی نہیں چاہتے کہ اس کی اصلاح ہو دیکھو عیبہ اچھی سوچیں، اچھے خیالات عمر کے محتاج نہیں ہوتے سکھانے کو اور سمجھانے کو کوئی اچھی اور عقل کی بات تمہیں ہشام بھی سمجھا سکتا ہے حالانکہ وہ تم سے چھوٹا ہے اور میرے ذہن میں فوراً کالے کی تصویر ابھر آئی کس طرح اس نے مجھے اور ہشام کو اپنی اچھی سوچوں اور باتوں سے ایک اچھا سبق دیا تھا۔ اس دن کے بعد نہ تو ہشام نے میرے ساتھ بدتمیزی کی اور نہ ہی میں نے اسے ڈانٹا کہ تم میرے ساتھ تمیز سے بات کرو بی جی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے پھر کہا وہ دل کے کالے جو دوسروں کو خود تو اپنے کسی عمل سے خوشی نہیں پہنچاتے لیکن چاہتے ہیں کہ دوسرے اچھے اور سچے دل کے لوگ بھی ان جیسے ہو جائیں وہ لوگ جنکے دلوں پر صرف نفرت، خودغرضی اور مطلب پرستی کی کالک جمی ہے اور کچھ نہیں لیکن ان کے گورے گال ان کے دل کی کالک کو چھپائے ہوئے ہیں۔

بی جی کی پیاری آواز اور سمجھانے کا پیارا انداز میرے ذہن ودل پر کوڑے برسا رہا تھا اور ان کی من موہنی باتوں نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بس میری بچی یہ دعا کر بے شک لوگ کالے ہوں پر دل کے کالے نہ ہوں...... اچھا بی جی اب میں چلتی ہوں جا سو جا سب ایسے ہی میری لاڈلی کو پاگل سمجھتے ہیں...... وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا دسمبر کی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں بی جی چھٹیاں گزار کر واپس بڑے چچا کے گھر لاہور چلی گئیں تھیں۔ بی جی چلی گئیں لیکن اپنی باتوں کی شرینی میرے ذہن ودل میں انڈیل گئی تھیں یکم جنوری کا دن تھا آج ہمارے کالج میں منفرد topics پر لکھنے والوں کو انعام student of theyear کے خطاب سے نوازا جانا تھا بی جی کی باتیں سننے سے پہلے میرے ٹاپک کا نام تھا "کالے لوگ" مگر باتوں کی خوبصورتیوں کا رنگ چڑھا تو میرے ٹاپک کا نام "کالے ہوں پر دل کے کالے نہ ہوں" میں بدل گیا صبح صبح کالا میرے کمرے میں داخل ہوا مجھے سلام کیا اور میں نے بھی بہت گرم جوشی سے اس کے سلام کا جواب دیا۔ آج میں اپنے آپکو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے چاروں طرف سکھ اور شانتی کا راج ہو میں کالج گئی اور جب مقابلہ شروع ہوا سب نے اپنی اپنی تحریریں سب کے سامنے عمدہ سٹائل سے سنائیں۔

جب کمپیئر نے میرا نام لیا...... اب تشریف لاتی ہیں عیبہ احمد سال دوم سے اور انکی تحریر کا عنوان ہے "کالے ہوں پر دل کے کالے نہ ہوں" اور میں نے اردگرد سے دھیمے دھیمے قہقہوں کی آوازیں سنیں حتیٰ کے کمپیئر بھی نام پڑھتے ہوئے تھوڑا سا مسکرائی لیکن میں بہت اطمینان و سکون کے ساتھ ڈائس کی طرف بڑھی ذرا میرے رنگ پر نگاہ ڈالئے۔ کئی ایک کو بہت اچھا لگا ہوگا۔ مجھے بھی یہ رنگ بہت عزیز تھا اور ہے مگر اب اچانک چند دنوں سے ایک کالو نے میرے خیالات کا عجیب رنگ کر دیا ہے۔ وہ کالا ہے مگر خیالات میں کوئی گورا اس کا کیا مقابلہ کرے گا۔ کہنے کو وہ ہمارا نوکر ہے مگر اچھی باتیں اور خدمت کرنے کا جذبہ۔ اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں۔ میں جو کل تک کالو کی دشمن تھی۔ آج اپنی ہار کا اعلان کرتی ہوں۔ دشمنی کے اختتام کا اظہار کہ بندہ کالا ہو مگر دل کا کالا نہ ہو۔

انسان کی اچھائی کا معیار اس کی صاف رنگت کے نیک خیالات پیاری سوچوں اور شفاف دل کی ہے وہ شفاف دل جس میں خدا بستا ہے۔ بس میں اتنا ہی کہنا چاہتی تھی اور میں اس بات کو سچ مانتی ہوں اور دل سے کہتی ہوں کہ چاہئے لوگوں کی رنگت کالی ہو مگر وہ دل کے کالے نہ ہوں...... اختتام پر میں تالیوں کی گونج میں اپنی سیٹ تک پہنچی سب لوگ بے چینی کیساتھ نتائج کا انتظار کر رہے تھے اور پہلی پوزیشن حاصل کی ہے عیبہ احمد سال دوم نے اور میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی سب مجھے ستائشی نظروں سے دیکھ رہے تھے میں بہت خوش خوش گھر پہنچی میں نے بڑے جوش کے ساتھ بتایا کہ میں نے پہلی پوزیشن حاصل کی ہے ممی آج میں بہت خوش ہوں۔

پاپا مجھے شاباش دے رہے تھے ممی اپنے آپکو اس. کامیابی کا سہرا دے رہی تھیں...... آخر تو بیٹی تو میری ہی ہے ہشام بھی اپنی بجو کی کامیابی پر بہت خوش تھا اور میرا کندھا ہلا ہلا کر مجھ سے چاکلیٹ کی فرمائش کر رہا تھا سب خوش ہو رہے تھے پر میری نظریں تو کسی اور کو ڈھونڈ رہی تھیں مجھے کچن سے کھٹ پٹ کی آوازیں سنائی دیں میں کچن میں گئی کالا کچن میں شیلف کو رگڑ رگڑ کر صاف کر رہا تھا کالے...... جی وہ ایک دم میری آمد پر پریشان ہو گیا تھا کیا حال ہے تمہارا ...... ٹھیک ہوں آج وہ اپنے اس گندے حلیے میں بھی مجھے اجلا اجلا محسوس ہو رہا تھا کالے تمہیں کونسا رنگ اچھا لگتا ہے بی بی جی میں کالا ہوں ناں تو بس مجھے کالا رنگ ہی اچھا لگتا ہے...... تم کالے ہو یہ تمہیں کس نے کہا تمہیں پتہ ہے تم تو مکھن اور دودھ کی طرح سفید ہو اچھا بی جی ...... میں نے کالے کے چہرے پر ایک انجانی سی خوشی محسوس کی اور یہ کہا تم نے بی بی جی کی رٹ لگا رکھی ہے عیبہ بجو نہیں کہہ سکتے...... آج مجھے اس کے مقابلے میں اپنا رنگ کالا لگ رہا تھا لیکن اب میں خوش تھی کیونکہ میں نے کالے پر اجلے دل والوں کی حقیقت کو پا لیا تھا۔

فرمائش

ایک آدم خور قبیلے کے سردار کی شادی ہوئی تو شادی کے بعد پہلی صبح بیدار ہوتے ہی بیوی سے پہلی فرمائش ناشتے کی ہوئی۔

بیوی نے پوچھا "کیا پیش کروں" جواب ملا "اپنی والدہ ماجدہ کو" (محمد صابر رحمانی...... لودھراں)

ٹھہریئے اس طرح بات نہیں بنے گی

آیئے کمپیوٹر کو ذرا ڈھنگ سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں

نعیم احسن

مائی کمپیوٹر ونڈو

اب ہم آپ کو ونڈو مختلف انداز میں ڈسپلے کرنے اور اس کے باقی کاموں کے بارے میں بتاتے ہیں۔اس کے لئے ہم "مائی کمپیوٹر" ونڈو ہی استعمال کریں گے کیونکہ ونڈوز میں جتنی بھی ونڈو کھلتی ہیں ان کے کام کرنے کا طریقہ ایک جیسا ہی ہے۔جب آپ ایک ونڈو کو سمجھ جائیں گے تو دوسری ونڈوز استعمال کرنا بھی آپ کے لئے مشکل نہیں رہے گا۔

ونڈوز کے ڈیسک ٹاپ پر موجود مائی کمپیوٹر آئیکون پر ڈبل کلک کریں یا اس پر رائٹ کلک کرکے ظاہر ہونے والے مینو میں سے "اوپن" کمانڈ پر کلک کریں۔

دونوں میں سے کسی بھی طریقے کو اختیار کریں گے تو مائی کمپیوٹر ونڈو کھل جائے گی۔

ونڈوز کے ویو

اس ونڈو کے علاوہ دیگر ونڈوز کو بھی مختلف انداز میں ظاہر کرنے کے لئے "ویو" مینو استعمال ہوتا ہے۔ کوئی بھی ونڈو اور اس کے اندر ظاہر ہونے والی معلومات آپ کو کس طرح اچھی لگتی ہیں اس کا فیصلہ آپ انہیں دیکھنے کے بعد کرسکیں گے۔ اس کے علاوہ کئی چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں جیسے ٹول بار، سٹیٹس بار اور ایڈریس بار وغیرہ اگر آپ چاہیں تو ان کو بھی ونڈو میں سے غائب کر سکتے ہیں اور چاہیں تو دوبارہ بھی انہیں ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

یہ سب کام کرنے کے لئے ہمیں "ویو" مینو کو پل ڈاؤن کرنا پڑے گا۔کسی بھی مینو کو پل ڈاؤن کرنے کے دونوں طریقے' کی بورڈ کے ذریعے اور ماؤس کے ذریعے' ہم آپ کو بتا چکے ہیں۔

1-اگر آپ ماؤس استعمال کرنا چاہتے ہیں تو مائی کمپیوٹر ونڈو کی مینو بار میں سے view پر ماؤس پوائنٹر کو لے جاکر کلک کردیں۔

2-اگر آپ کی بورڈ استعمال کرنا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ بھی آپ کو بتایا جاچکا ہے۔اس کے لئے Alt بٹن پریس کئے رکھتے ہوئے مینو بار کی مطلوبہ کمانڈ کا انڈر لائن کیا ہوا حرف پریس کرتے ہیں۔

اس میں انڈر لائن کیا ہوا حرف V ہے۔پہلے Alt بٹن کو پریس کریں۔اب اس کو چھوڑنا نہیں ہے بلکہ پریس کئے رکھنا ہے۔اسے پریس کئے رکھتے ہوئے اب V کو ہٹ کریں۔ V کو مستقل طور پر دبانا نہیں ہے۔بلکہ ٹھوکر لگانی ہے۔

دونوں طریقوں میں سے کوئی سا طریقہ بھی اختیار کریں گے تو ویو کا مینو کھل جائے گا۔

اس مینو میں آپ کو مختلف کمانڈیں نظر آرہی ہوں گی۔ ان میں سے کچھ کے آگے چھوٹی تکون بنی ہوگی۔ کچھ کے آگے (......) تین نقطے ہوں گے۔ ان کا مطلب اس مینو میں بھی وہی ہے جو ہم پیچھے پڑھ آئے ہیں۔ یعنی چھوٹی تکون والی کمانڈ پر جب سلیکشن بار آتی ہے تو اس کے آگے مزید ایک مینو کھل جاتا ہے' اور جن کے آگے......تین نقطے ہوتے ہیں ان کے لئے ایک وضاحتی ڈائیلاگ باکس ظاہر ہوتا ہے۔اس مینو میں ان کے علاوہ بھی آپ کو کچھ علامتیں نظر آئیں گی۔جیسے جس کمانڈ



ونڈو کا خالی حصہ بھی غیر اہم نہیں ہوتا

کے آگے نشان ہوگا اس کا مطلب ہے کہ وہ کمانڈ سلیکٹ کی گئی ہے۔ اس نشان کے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کمانڈ سلیکٹ نہیں کی گئی۔

جس کمانڈ کے آگے بڑا سا گول ڈاٹ ہوگا اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ وہ کمانڈ سلیکٹ کی گئی ہے۔

ان دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ مارک کو آپ چاہیں تو لگا سکتے ہیں اور چاہیں تو ختم کرسکتے ہیں جبکہ جس حصے میں ڈوٹ کا نشان ہوتا ہے اس میں سے کوئی نہ کوئی کمانڈ لازمی طور پر سلیکٹ کرنی ہوتی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ نشان مکمل طور پر ختم ہوجائے بلکہ اس حصے میں جتنی بھی کمانڈیں ہوں گی کسی نہ کسی کے آگے یہ لازمی طور پر آئے گا۔اس کی مثال ریڈیو بٹن کی سی ہے۔ یعنی جب آپ ایسی کمانڈوں کے سیٹ میں جہاں ڈوٹ موجود ہوتا ہے' کسی کمانڈ پر کلک کرتے ہیں تو یہ اس کے ساتھ لگ جاتا ہے اور ساتھ ہی کمانڈ پر عمل درآمد بھی ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جب کسی دوسری کمانڈ پر کلک کیا جاتا ہے تو یہ اس کے آگے لگ جاتا ہے اور اس کمانڈ پر عمل ہوجاتا ہے۔

اب ہم واپس مینو کی طرف آتے ہیں جسے ہم نے کھلا چھوڑ رکھا ہے۔ view پر کلک کرنے سے یا Alt+v پریس کرنے سے یہ مینو کھلا تھا۔

نوٹ:جب Alt بٹن یا Ctrl بٹن کے ساتھ کوئی اور بٹن پریس کرنے کو کہا جاتا ہے تو اسے Alt+v کی صورت میں لکھتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے Alt کو پریس کریں اور پھر v کو ہٹ کریں۔

کھلے ہوئے مینو کو استعمال کرنے کے بھی دو طریقے ہیں۔ایک میں آپ ماؤس استعمال کرسکتے ہیں اور دوسرے طریقے میں کی بورڈ استعمال کرسکتے ہیں۔

1-ماؤس استعمال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب مینو کھل جائے تو ماؤس کو نیچے کی طرف اس کھلے ہوئے مینو میں لائیں جونہی ماؤس پوائنٹر اس کھلے ہوئے مینو میں آئے گا ایک پٹی جسے سلیکشن بار کہتے ہیں اس میں ظاہر ہوجائے گی جو ماؤس کو اوپر کرنے سے اوپر جائے گی اور نیچے کرنے سے نیچے آئے گی۔

2-اگر آپ کی بورڈ استعمال کرنا چاہتے ہیں تو جب مینو کھل جائے اس وقت ایرو بٹن پریس کریں۔ اس مینو میں سلیکشن بار ظاہر ہوجائے گی

اب ان دونوں طریقوں میں تھوڑا فرق ہوگا۔اگر آپ ماؤس کو ڈریگ کرکے سلیکشن بار کو مینو کے اندر لائیں گے تو جس کمانڈ کے آگے تکون کا نشان ہوگا اس کمانڈ کا ذیلی مینو بھی کھل جائے گا۔ماؤس کے ذریعے کسی کمانڈ کو سلیکٹ کرنے کے لئے اس پر کلک کیا جاتا ہے۔اس کے برعکس جب آپ کی بورڈ کے ایرو بٹن استعمال کرکے سلیکشن بار کو کے اندر لائیں گے تو جن کمانڈوں کے آگے تکون کا نشان ہوگا۔ان کے ذیلی مینو خود بخود نہیں کھلیں گے بلکہ اس کے لئے ہمیں ایرو بٹن (ذیلی مینو کھولنے کے لئے) ذیلی مینو بند کرنے کے لئے پریس کرنا پڑے گا' اور جس کمانڈ کو سلیکٹ کرنا ہوگا اس کے اوپر سلیکشن بار کو لاکر انٹر پریس کرنے کی ضرورت ہوگی۔

اب آپ کو جو طریقہ ٹھیک لگے اس پر عمل کر لیں۔ کھلے ہوئے مینو میں سلیکشن بار لانے کے لئے ان دونوں میں سے کوئی طریقہ اپنالیں۔

☆ ماؤس پوائنٹر کو مینو کے اندر لانے کے لئے ماؤس کو نیچے کی سمت ڈریگ کریں۔یا

☆ کھلے ہوئے مینو میں سلیکشن بار کو لانے کے لئے کی بورڈ سے ایرو پریس کریں۔

اس مینو کی پہلی کمانڈ Toolbars ہے جونہی ماؤس کی مدد سے اس پر سلیکشن بار کو لائیں گے اس کے ساتھ ہی ذیلی مینو بھی کھل جائے گا اور اگر آپ نے کی بورڈ کا ایرو بٹن اس کے لئے استعمال کیا ہے تو Toolbars کا ذیلی مینو کھولنے کے لئے یا تو آپ کو ایرو پریس کرنا پڑے گا یا پھر (انٹر) پریس کرنا پڑے گا۔



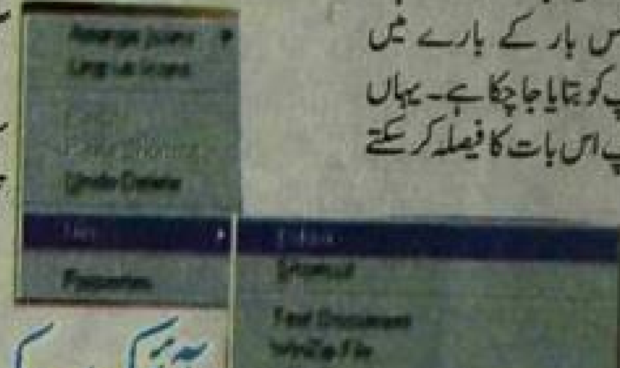
دونوں صورتوں میں Toolbars کا ذیلی مینو آپ کے سامنے آجائے گا۔

نوٹ: Alt بٹن کے ساتھ انڈرلائن کیا ہوا حرف پریس کرکے کی بورڈ کے ذریعے کوئی مینو کھولا جاسکتا ہے اور مینو میں موو کرنے کے لئے یعنی سلیکشن بار کو کسی مطلوبہ کمانڈ پر لانے کے لئے ایرو بٹن جبکہ ذیلی مینو کو کھولنے کے لئے اور بند کرنے کے لئے ایرو پریس کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی ذیلی مینو میں بھی آگے یہی اصول کام کرتے ہیں یعنی اس میں بھی اوپر جانے کے لئے ایرو اور نیچے آنے کے لئے ایرو استعمال ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم کی بورڈ کا استعمال مینوز کے حوالے سے نہیں بتائیں گے۔ ان اصولوں کو اسی جگہ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کیونکہ یہ تمام مینوز اور ذیلی مینوز میں یکساں رہتے ہیں۔ مینو استعمال کرنے کے لئے آگے ہم صرف ماؤس کا استعمال ہی بتائیں گے۔

ایک ونڈو کو سمجھ جانے پر دوسری استعمال کرنا مشکل نہیں ہوگا

ٹول بار کمانڈ کا ذیلی مینو ایسی کمانڈوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن کے ذریعے ٹول بار کو سکرین پر ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ ٹول بار میں اور ٹول شامل کئے جاسکتے ہیں یا پہلے سے موجود کسی ٹول کو ٹول بار میں سے نکالا جاسکتا ہے۔

ویو (view) مینو میں ٹول بار کمانڈ کے نیچے "سٹیٹس بار" کمانڈ ہے۔ سٹیٹس بار کے بارے میں آپ کو بتایا جاچکا ہے۔ یہاں آپ اس بات کا فیصلہ کرسکتے ہیں کہ سٹیٹس بار کو ظاہر کرنا ہے یا اسے ونڈو میں سے ختم کرنا ہے۔



اس کمانڈ پر ماؤس پوائنٹر لائیں اور کلک کردیں۔ اس کمانڈ کے ساتھ نشان ظاہر کرتا ہے کہ سٹیٹس بار دکھائی دے گی اور اگر یہ نشان نہیں ہوگا تو سٹیٹس بار دکھائی نہیں دے گی۔ ایک دفعہ اس پر کلک کرنے سے یہ نشان لگ جاتا ہے اور دوسری دفعہ کلک کرنے سے یہ ختم ہوجاتا ہے۔

ونڈوز کے جن ورژنز میں ایکسپلورر شامل ہوتا ہے ان میں یہ سہولت موجود ہوتی ہے کہ آپ اسے ویب کی طرح ڈسپلے کرسکیں۔ اس کے لئے ویو مینو کے اندر ہی As Web Page کے نام سے کمانڈ ہوگی۔ اس پر کلک کرنے سے اس کے ساتھ بھی نشان لگ جاتا ہے اور دوبارہ کلک کرنے پر یہ نشان ختم ہوجاتا ہے۔ اگر آپ کی ونڈوز کے ویو مینو میں یہ کمانڈ موجود ہے تو اسے استعمال کرکے دیکھیں کہ ونڈو میں کیا تبدیلیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ ویو (view) مینو کے اندر چار کمانڈیں ایسی ہیں جن میں سے کسی ایک کا انتخاب کرکے اپنی ضرورت کے مطابق ونڈو کے وسطی حصے میں انفارمیشن ڈسپلے کرسکتے ہیں۔ ان کمانڈروں کے سیٹ میں سے جس کمانڈ کے آگے ایک بڑا گول ڈوٹ ہوتا ہے وہی ویو سلیکٹ ہوتا ہے۔

کسی بھی ونڈو کے اندر جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں ان کو چار مختلف صورتوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ان چاروں کا تجربہ کرلیں تاکہ آپ بہتر انداز میں سمجھ سکیں کہ کس کمانڈ کو سلیکٹ کرنے سے ونڈو میں کیا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

آئیکون کی اصل شکل بھی برقرار رہے گی

1- جب ویو مینو میں Large Icons پر کلک کیا جاتا ہے تو ونڈو کے اندر تفصیلات بڑے بڑے آئیکونز کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ہر آئیکون یا تصویر اس چیز کی پوری پوری ترجمانی کرتی ہے۔ جس چیز کے لئے وہ بنائی گئی ہوتی ہے۔ مثلاً جو آئیکون فلاپی ڈرائیو کے لئے ہے اس میں فلاپی ڈرائیو جو سی ڈی ڈرائیور یا ہارڈ ڈرائیور کے بارے میں ہے اس میں ان ڈرائیوز کی تصویر ظاہر ہوگی اور پرنٹرز کے آئیکون میں پرنٹر کی تصویر دکھائی دے گی۔

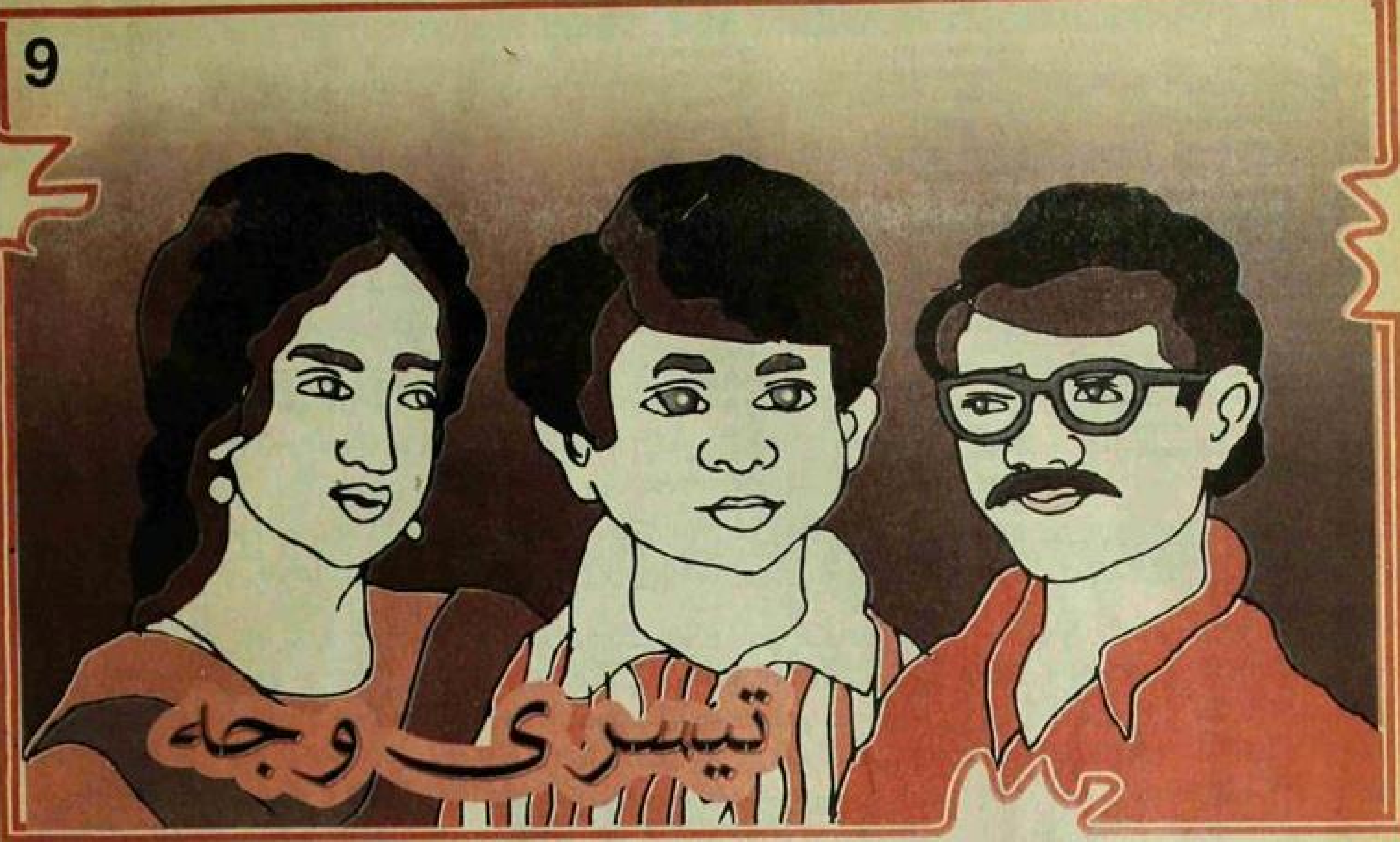
2- لارج آئیکونز کے نیچے سمال آئیکونز: Small Icons کی کمانڈ ہے۔ اس پر ماؤس پوائنٹر کو لاکر کلک کریں۔ فوری طور پر دو تبدیلیاں ہوں گی۔ ایک تو سلیکشن کی علامت گول نشان "سمال آئیکونز" پر آجائے گا اور دوسرے ونڈو کے مرکزی حصہ میں دکھائی دینے والے بڑے آئیکونز کا سائز چھوٹا ہوجائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ آئیکون کی اصل شکل بھی برقرار رہے گی۔

3- اب ویو کی اگلی کمانڈ "لسٹ" کے اوپر ماؤس پوائنٹر کو لاکر کلک کردیں اور دیکھیں کہ اس میں کیا تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ ایک تو گول نشان List کے ساتھ آگیا ہے اور دوسرے ونڈو کے اندر تمام تفصیلات ایک لسٹ یا فہرست کے انداز میں ظاہر ہوجائیں گی بڑے اور چھوٹے آئیکون غائب ہوجائیں گے۔

4- ویو مینو کے اس حصے میں آخری کمانڈ Details کے نام سے ہے۔ اب ماؤس پوائنٹر کو اس کے اوپر لاکر کلک کریں۔ یہ کسی بھی ونڈو کا سب سے تفصیلی ویو ہوسکتا ہے۔ اس پر کلک کرنے سے گول نشان اس کمانڈ پر آجائے گا اور ونڈو کے مرکزی حصے میں دکھائی دینے والی لسٹ زیادہ تفصیلی انداز میں ظاہر ہوگی۔ صرف لسٹ کی صورت میں ونڈو آئٹمز کی صرف لسٹ ہی نمودار ہوتی ہے لیکن Details پر کلک کرنے سے اس لسٹ کے ساتھ بہت سی دیگر تفصیلات بھی ظاہر ہوجائیں گی۔ مثال کے طور پر ہارڈ ڈسک کے آگے اس کا کل سائز، اس کی قسم، استعمال شدہ سپیس اور خالی سپیس جیسی تفصیلات لسٹ میں اس کے اندراج کے سامنے ظاہر ہوجائے گی۔

جس ونڈو میں فائلیں یا فولڈر ظاہر ہوں گے ان میں تفصیلی لسٹ کا ویو سلیکٹ کرنے پر ان فائلوں اور فولڈرز کے متعلق بھی تمام تفاصیل ظاہر ہوجائیں گی۔

ونڈو کے مرکزی حصے میں ظاہر ہونے والی مختلف چیزوں پر رائٹ کلک کرنے سے مختلف طرح کے پوپ اپ مینو ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ مینو ہر جگہ پر متعلقہ چیز کے لئے تمام آپشن فراہم کرتے ہیں۔



تیسری وجہ

ایک مسافر کی داستان۔۔وہ ان جانے میں ایسی راہ پر چل نکلا تھا جس کے اختتام پر صرف موت تھی
اس پریشان حال گھر کا ماجرا جو موت کی صرف دو وجوہات سے واقف تھے
نازک سے موضوع پر نازک کہانی کہ اس سے آگاہی بچوں کا بنیادی حق ہے

علی اکمل تصور

اس کی مٹھیاں بھنچی ہوئی تھیں۔ اندرونی گھٹن کی وجہ سے چہرہ مسخ ہو کر رہ گیا تھا۔ گہری نیند نے اسے اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ شعور سے لاشعور تک کا سفر لمحوں میں طے ہو گیا تھا اور اب تخیلاتی دنیا میں زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی اور وہ جیسے جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ ایک بہت بڑا کچرا گھر ...... جو گندگی سے بھرا پڑا تھا۔ ساری دنیا کی غلاظت اس میں جمع ہو چکی تھی۔ تعفن کا یہ عالم تھا کہ سانس سینے میں ہی اٹک جائے۔ اس کا سانس بھی سینے میں اٹکا ہوا تھا۔ آنکھیں ابل آئی تھیں۔ ایسے میں اس کے کانوں سے بھنبھناہٹ کی آواز ٹکرائی۔ اس نے دیکھا ایک مکھی پرواز کرتی چلی آ رہی تھی پھر ایک نیا تماشا شروع ہو گیا۔ مکھی لہرا لہرا کر آتی تھی اور گندگی کی سطح پر بیٹھنے کی کوشش کرتی تھی۔ غلاظت چونکہ مائع حالت میں تھی اسلئے اس کی سطح پر بیٹھنا موت کو دعوت دینے کے برابر تھا لیکن اپنی خوراک کو سامنے دیکھ کر وہ بے قرار ہوئی جا رہی تھی اور پھر بیتابی اپنی تمام حدود توڑ کر پاگل پن بن گئی۔ پاگل پن کی تعریف یہ ہے کہ اس کے شکار کے دل میں سے موت کا خوف جاتا رہتا ہے۔ اس بار مکھی جو اپنی خوراک پر جھپٹی تھی تو غڑاپ سے غلاظت میں دھنس گئی تھی۔ اس کی خوراک اس کیلئے دلدل بن گئی تھی۔ اس نے زندگی بچانے کیلئے جدوجہد کی لیکن زندگی کی طرف اٹھایا جانے والا اس کا ہر قدم اسے موت کے اور زیادہ قریب لے گیا اور پھر وہ غلاظت میں ڈوب گئی۔ یہ منظر بڑا ہولناک تھا۔ وہ کپکپایا اور پھر اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا دماغ پھٹ رہا تھا۔ اسے اپنے وجود سے بدبو اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے پتھرائی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ کرسی کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ شاید بیٹھے بیٹھے وہ سو گیا تھا۔ سامنے میز پر کتاب کھلی پڑی تھی۔ چھت پر چل رہے پنکھے کی ہوا سے کتاب کے صفحات پھڑپھڑا رہے تھے۔ اس کے سالانہ امتحانات سر پر تھے۔ لیکن علم کے حصول کی لگن کو جیسے زنگ لگ گیا تھا۔ وہ ساری رات جاگتا رہا تھا۔ پڑھنے کی ناکام کوشش میں اسے نیند نہیں آئی تھی اور اس کے والدین اس کے رتجگے سے بہت خوش تھے۔ ان کا اکلوتا بیٹا وسیم ایف ایس سی کی تیاری میں دن رات ایک کیے بیٹھا تھا اور انہیں کامیابی سامنے کھڑی مسکراتی نظر آ رہی تھی لیکن وہ بیچارے وسیم کی شخصیت کے اس پوشیدہ رخ سے کب آگاہ تھے جو آنے والے دنوں میں پورے گھرانے کو تباہ کرنے والا تھا۔ کل ہی وسیم کے ابو نے اسے دو ہزار روپے دیئے تھے۔ ابو کے بینک اکاؤنٹ کا نمبر وسیم کو معلوم تھا۔ ابو نے ہدایت کی تھی کہ یہ روپے کل پہلی فرصت میں وہ بینک جمع کروا آئے لیکن اس کی سستی کا یہ عالم تھا کہ اب دن کے بارہ بجنے والے تھے اور وہ جیسے نشے کے عالم میں کرسی پر ڈھیر ہوا بیٹھا تھا۔ اس کی امی اسے پڑھتا دیکھ کر ملائی والے دودھ سے بھرا گلاس اس کے پاس میز پر رکھ گئی تھی۔ وسیم اٹھا اس نے گلاس اٹھایا ایک ہی سانس میں سارا دودھ پیٹ میں اتارا اور پھر گھر میں سے باہر نکل آیا۔ وہ بہت بدمزہ ہو چکا تھا۔ اس نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ ٹھیک بارہ بج رہے تھے۔ پھر وہ بینک کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ اچانک اس کے اٹھتے قدم رک گئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ایک سجی سجائی دکان موجود تھی۔ دکان کے کاؤنٹر پر ایک آدمی پان کے پتے کاٹ رہا تھا۔ پان دیکھ کر وسیم کا دل

مچلنے لگا تھا۔ وہ پان کھانے کا عادی نہیں تھا لیکن دوستوں کی محفل میں وہ نشہ آور پان کھانے سے ہچکچاتا بھی نہیں تھا اور آج تو جانے کیوں وہ کچھ زیادہ ہی بیقرار تھا۔ پھر پان کھانے کے ارادے سے وہ کاؤنٹر پر آ کھڑا ہوا۔ اس کے نتھنوں سے تمباکو کی مہک ٹکرائی تھی اور وہ مسرور ہو گیا تھا۔ دکاندار فوراً ہی اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

”جناب! کیا لیں گے......“

پان لگا دیں ...... پتہ سیلون کا ہونا چاہئے ...... چونا کم لگایئے گا ...... وسیم پان لگوانے لگا۔

”تمباکو کون سا ڈالوں ......“ دکاندار کا لہجہ سوالیہ تھا۔ وسیم نے اپنی پسند کے تمباکو کا نام لیا اور پھر چند لمحوں میں ہی دکاندار نے پان لپیٹ کر وسیم کی طرف بڑھا دیا۔ وسیم نے بڑی مہارت سے پان اپنے منہ میں رکھ لیا اور پھر جیب سے پرس نکال لیا اور سو روپے والا نوٹ دکاندار کی طرف بڑھا دیا۔ دکاندار نے باقی پیسے اسے واپس کر دیئے۔ وسیم چلنے لگا لیکن پھر ٹھٹھک کر رک گیا۔ ایک ادھیڑ عمر آدمی اسے تاڑ رہا تھا۔ جانے کیوں وسیم کا دل دھڑک کر رہ گیا تھا۔ وسیم کے پرس میں موجود سو سو روپے والے نوٹوں کی جھلک اس آدمی نے دیکھ لی تھی۔ یہ روپے اس کے ابو کے تھے جو وہ بنک جمع کروانے جا رہا تھا۔ پھر وسیم تیزی سے قدم اٹھانے لگا۔

پان اس کے منہ میں تھا اور اپنا اثر دکھا رہا تھا۔ اس کا دماغ بوجھل ہونے لگا تھا۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے تیرنے لگے تھے۔ عجیب سکون بخش کیفیت تھی۔ لیکن اندرونی ہیجان اسے بے چین کر رہا تھا۔ وہ آدمی اس کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔ وہ وسیم کے قدم سے قدم ملاتا چلا آ رہا تھا۔ یہ ٹکسالی کا علاقہ تھا۔ آبادی بہت گنجان تھی۔ بازار میں ہجوم بھی بہت تھا۔ وسیم کو ایک اطمینان تھا کہ یہ آدمی اسے لوٹ نہیں سکتا۔ پھر وہ اس کا پیچھا کیوں کر رہا ہے۔ یہ ایک سوال تھا جو وسیم کو بے چین کر رہا تھا۔ پھر وسیم کے اٹھتے قدم رک گئے۔ وہ ایک نتیجے پر پہنچ چکا تھا۔ وہ آدمی بھی اس کے ساتھ ہی رک گیا تھا اور اب ایسے انداز میں وسیم کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس سے کچھ کہنا چاہ رہا ہو۔ وسیم نے اپنے منہ میں موجود پان کی تھوک کو ایک طرف پھینکا اور پھر سخت لہجے میں بولا۔

”کیا بات ہے ...... کیا چاہتے ہو......“ وہ مسکرایا اور پھر سرگوشی کے انداز میں بولا۔

”میں چاہتا ہوں کہ آپ نئی دنیا کی سیر کر لیں۔ کیا آپ میرے ساتھ چلیں گے......“ اس کی اتنی سی بات وسیم کو اندھیرے سے اجالے میں لے آئی تھی۔ وہ اس وقت ایک ایسی منڈی کے آس پاس موجود تھا جہاں ہیرے بکھرے ہوئے تھے۔ لیکن یہ ایسے ہیرے تھے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی اس جنت سے نکلنے کا باعث بن سکتے تھے جو اس نے اپنے پرہیزگار بندوں کیلئے تخلیق کر رکھی ہے۔ وہ پرہیزگار بندے جو اس گندی بستی کا نام سنتے ہی توبہ کر اٹھتے ہیں۔ وہ گندی بستی جو زمین پر شیطانی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔ جہاں پاؤں رکھتے ہی اشرف المخلوقات کا تاج انسان کے سر پر سے گر پڑتا ہے اور وہ ان حقیر حشرات سے بھی بدتر ہو جاتا ہے جنہیں نیکی اور بدی کا فلسفہ ہی نہیں ہے۔ وسیم بھی انسانیت کی معراج پر سے گر پڑا تھا۔ وہ شیطان کا پیروکار بن چکا تھا۔ اس کے پرس میں موجود رقم اس ادھیڑ عمر دلال کی جیب میں چلی گئی تھی۔ معاملات طے ہو چکے تھے۔ غلاظت کے ڈھیر پر منڈلانے والی مکھی اسی غلاظت میں گر پڑی تھی۔

شام کو وسیم گھر واپس لوٹا تو ایک اور گناہ اس کا منتظر تھا۔ اس کے ابو نے اس سے دو ہزار روپے کی بابت پوچھا تھا اور وسیم کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔ ابو کے گاڑھے پسینے کی حلال کمائی وہ گندی بستی کے شیطانی مجسموں کی بھینٹ چڑھا آیا تھا۔ ایسے میں وہ ابو کو کیا جواب دیتا۔ پھر اس نے جھوٹ بولا۔

”ابو جی! میں بنک جا رہا تھا کہ کسی نے میری جیب کاٹ لی اور ......“ وہ چاہ کر بھی اپنی بات مکمل نہ کر پایا اور اس کے ابو صبر کا گھونٹ بھر کر رہ گئے۔ پھر دن گزرنے لگے۔ گناہ میں لذت ہوتی ہے۔ یہ لذت وسیم کو اپنی جانب کھینچتی تھی۔ شیر کے منہ کو خون لگ جائے تو وہ آدم خور بن جاتا ہے۔ وسیم کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی وہ اپنے انجام سے غافل اللہ کی پاک ذات سے لاپروا شیطان کی پیروی میں زندگی گزارتا چلا جا رہا تھا کہ ایسے میں اللہ نے مہلت کی رسی کھینچ لی۔

وسیم فٹ پاتھ پر چلا جا رہا تھا کہ تیورا کر گر پڑا۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ چکا تھا۔ جسم پر لرزا طاری تھا۔ راہگیروں نے اسے ہسپتال پہنچا دیا۔ فوراً ہی یہ خبر وسیم کے گھر والوں تک پہنچا دی گئی۔ قابل ڈاکٹر وسیم کو ابتدائی طبی امداد دے رہے تھے۔ مختلف طرح کے ٹیسٹ لئے جا چکے تھے اور اب رپورٹ کا انتظار تھا۔ بظاہر کسی بیماری کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور وسیم نارمل ہو چکا تھا لیکن جانے کیوں وسیم کو اپنے وجود میں خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس رہی تھیں۔ اس کے والدین کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ اکلوتے بیٹے کا غم اس آندھی کے جیسے ہوتا ہے جو بڑے بڑے شہہ زور درختوں کو اکھاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ انچارج ڈاکٹر نے انہیں اگلے روز آنے کی ہدایت کی تھی اور وسیم کو ہسپتال میں داخل کر لیا گیا تھا۔ وہ رات وسیم کے والدین پر بڑی سخت گزری۔ انہیں کسی پل قرار نہیں تھا۔ اگلی صبح وہ وقت پر ہسپتال پہنچ گئے۔ وہاں پر روح کو لرزا دینے والے انکشافات ان کے منتظر تھے۔ وسیم سر جھکائے بیٹھا تھا۔ انچارج ڈاکٹر اس کی رپورٹ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ ڈاکٹر کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات موجود تھے پھر اس نے وسیم کے ابو کو مخاطب کیا۔

”آپ نے ایک صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی گزاری ہے ......“ ڈاکٹر کا سوال بڑا عجیب سا تھا۔”جی ہاں ...... میں ایک سچا مسلمان ہوں ......“ انہوں نے مختصراً جواب دیا۔

”آپ کی بیوی زندگی میں کبھی بیمار نہیں ہوئی......“”جی نہیں ...... کوئی بڑی بیماری قابل ذکر نہیں ہے......“ اب ڈاکٹر وسیم کی طرف متوجہ ہوا۔”بیٹا جی! تم نے کسی کی استعمال شدہ سرنج سے انجکشن لیا ہے یا کسی سے لگوایا ہو......“ وسیم نے انکار میں سر ہلا دیا۔ بولنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔

”پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے......“ ڈاکٹر جیسے خود سے مخاطب تھا۔”ایک تیسری وجہ ہو سکتی ہے لیکن آپ شریف لوگ ہیں۔ سچے مسلمان اور پاک سوچ رکھنے والے لوگ ہیں۔“

”ڈاکٹر صاحب آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کچھ ہمیں بھی تو بتایئے ہم سمجھ نہیں پا رہے......“ وسیم کے ابو بیتابی سے بولے۔”آپ کے بیٹے کو ایڈز ہے......“ ڈاکٹر نے جیسے دھماکہ کر دیا۔ وسیم اور اس کے والدین کی روحیں تک لرز کر رہ گئی تھیں۔ ایڈز ایک لاعلاج بیماری ہے۔ اس کے پھیلنے کی تین بڑی وجہیں ہیں۔ ایڈز کی شکار ماں سے بچے کو ایڈز کے مریض کی استعمال شدہ سرنج سے اور تیسری وجہ...... ڈاکٹر نے بات ادھوری چھوڑ دی۔ تیسری وجہ ہو نہیں سکتی کیونکہ آپ شریف لوگ ہیں...... آپ شریف لوگ ہیں...... آپ شریف لوگ ہیں ...... ڈاکٹر کی بات وسیم کے ذہن پر ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا لیکن وسیم اس تیسری وجہ سے آگاہ تھا۔

یہ مرض اسی گندی بستی کی سوغات تھا پھر وسیم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس کے سسکنے کی آواز خاموش کمرے میں گونج رہی تھی۔ مکھی جب غلاظت پر گرتی ہے تو موت اس کا مقدر بن جاتی ہے اس سے کم اسے بھلا اور کیا سزا مل سکتی ہے۔

میری بہنوں نے بھیا کی خواہش پر ''آری دبکے'' کڑھائی کر کے دکھائی



توکیا یہ سرپرائز وزٹ تھا؟

ملتان سے نعیم اقبال کی ہنستی مسکراتی رپورٹ

اس وقت رات کے آٹھ بجے تھے جب میں نے مظہر بھائی کو تجویز پیش کی کہ ایڈیٹر بھیا کی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیوں نہ میں اپنے گھر کے قریب پھول کلب ملتان کے دفتر کا باقاعدہ افتتاح کروالوں مظہر بھائی نے میری تجویز کو پسند کیا اور دوسری صبح 10 بجے کا اعلان تمام عہدیداروں میں کردیا گیا اس وقت ہم بھیاء جی کی آمد کے سلسلے میں منعقدہ آخری تقریب سے فارغ ہوئے تھے اور سبھی تھکن محسوس کر رہے تھے لیکن جیسے ہی انہیں پھول کے دفتر کے افتتاح کی خوشخبری ملی تو سب کے چہرے کھل اٹھے۔

صبح 8 بجے سے ہی پھول کلب کے ممبران کی آمد شروع ہوگئی ہم نے دفتر کو بھی سجالیا اور پھر خدا خدا کر کے دس بج گئے اس وقت تک کافی ممبر اکٹھے ہوچکے تھے فوٹوگرافر صاحب بھی وقت پر پہنچ گئے۔ اس دوران ہمیں اطلاع ملی کہ بھیاء تشریف لے آئے ہیں ہم بھاگم بھاگ گھر سے دفتر پہنچے جہاں پھولوں کے ہار اور پتیوں سے بھیاء جی کا استقبال کیا اور پھر دفتر کا افتتاح ہوا میں نے بھیاء جی سے اپنے گھر لیجانے کی خواہش کی اور پھر مظہر بھائی اور بھیاء کو لیکر گھر چل دیا جہاں سب گھر والے بے چینی سے بھیاء کا انتظار کر رہے تھے۔

یہاں میں آپکو بتاتا چلوں کہ میرے گھر والے پھول سے تعلق پر اکثر مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں اور میرے بڑے بھائی ندیم اور چھوٹے ظفر، جاوید تو بے حد مخالفت کرتے ہیں لیکن اس دن حیرت انگیز طور پر وہ سب ایڈیٹر بھیاء کی آمد کا سن کر گھر پر موجود تھے اور اپنی دکانوں پر بھی دیر سے گئے تھے۔ بھیاء جی کو لیکر گھر داخل ہوا تو امی اور ابو نے پھولوں کے ہار پہنا کر بھیاء کو خوش آمدید کہا پھر ہم ہال کمرے میں پہنچے جہاں بھیاء سے سب گھر والوں کا تعارف ہوا۔

ہال کمرے میں ہی میری بڑی بہن فرزانہ اور چھوٹی بہن فرحانہ کوٹ دستی کڑھائی کا کام کر رہی تھیں بھیاء جی انہیں دیکھ کر ان کے پاس ہی پہنچ گئے انہوں نے کام چھوڑ کر بھیا کا استقبال کیا۔ وہ ایک قمیص پر کڑھائی کر رہی تھیں بھیانے بڑے غور سے کڑھائی ہوئی قمیص کو دیکھا اور ان سے بولے یہ کام آپ نے کیا ہے ان کی اس بات پر جواب دینے کے بعد بھیاء بولے یہ تو بڑی محنت اور مہارت کا کام ہے اور اس میں تو بینائی بھی بہت صرف ہوتی ہے وہ بولیں جی ہاں پھر تو بھیاء نے ان سے سوال و جواب شروع کردیئے اور ہم سب صرف ان کی باتیں سننے تک ہی محدود ہوگئے، بھیاء نے پوچھا ایک قمیص پر کتنا وقت لگتا ہے تو فرزانہ باجی نے کہا کہ یہ تو کام پر منحصر ہے کڑھائی آسان ہو تو جلد اور اگر مشکل اور باریک کام ہو تو کئی دن بھی لگ جاتے ہیں یہ قمیص کتنے دنوں میں تیار ہوگی بھیاء نے پوچھا تو جواب ملا 2 دن میں اور اگر میں یہ کام کروں تو پھر کتنے دن لگیں گے تو اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا مظہر بھائی بول پڑے ''پھر تو کئی ماہ لگ سکتے ہیں'' اس پر ایڈیٹر بھیانے مظہر بھائی کو گھورتے ہوئے پوچھا وہ کیوں تو مظہر بھائی بولے اس لئے کہ پہلے آپکو یہ کام سیکھنا ہوگا اور چونکہ یہ کام کافی

کامیاب پروگرام کروالیتے ہو تو یہ کام آپ کیلئے مشکل تو نہیں میرے جواب دینے سے قبل ہی امی جان بول اٹھیں مشکل تو نہیں ہاں البتہ ''ناممکن'' ضرور ہے کیونکہ پروگرام کروانے اور اس کام میں بڑا فرق ہے۔

بھٹی صاحب تصاویر بنا رہے تھے مظہر بھائی نے ان سے کہا مٹھائی بچا کر ورنہ پھول ساتھی سمجھیں گے کہ بھیاء نے اتنی مٹھائی کھائی ہے، کیونکہ اسوقت ان کے سامنے مختلف مٹھائیوں کی تین ڈشیں موجود تھیں، شاہد بھٹی گروپ فوٹو بنانے کیلئے جگہ ڈھونڈنے لگے کہ جہاں سے سب کی مکمل تصویر لی جاسکے اور آخر کار بیچارے ایک کونے میں جا پہنچے جہاں وہ نہ ٹھیک سے کھڑے تھے اور نہ ہی بیٹھے ہوئے تھے ان کے انداز پر سب کھل کھلا کر ہنس پڑے انہوں نے بڑی مشکل سے وہاں سے چند تصاویر بنائیں اور جیسے وہ باہر آئے تو ایڈیٹر بھیاء کیساتھ ہی کرسی

انہوں نے مجھے ملتان کے صدر بنانے کا اصل راز میرے گھر والوں کو بتادیا

محنت مشقت والا اور وقت طلب ہے لہٰذا نہ آپکے پاس وقت ہوگا نہ آپ سیکھ سکیں گے اور نہ کر پائیں گے۔ بھیاء نے پھر پوچھا آپ نے یہ کام کس سے سیکھا اور کتنے وقت میں تو چھوٹی فرحانہ بولی کہ بڑی بہن نے اپنی کزن سے اور میں نے انہیں کام کرتے دیکھ کر سیکھا۔ بھیاء کی خواہش پر انہوں نے ان کے سامنے ''آری دبکے'' کا کام شروع کیا اور بھیاء کافی دیر تک بیٹھے انہیں کام کرتا دیکھتے رہے اور آخر میں بھیاء اٹھ کر ہمارے درمیان آبیٹھے جہاں امی، ابو، بھائی ندیم، ظفر اور میرا سب سے اچھا دوست سہیل اور مظہر بھائی موجود تھے یہاں تعارف اور گفت و شنید شروع ہوئی، بھیاء نے امی ابو سے کہا کہ نعیم کافی محنتی اور کام کرنے والا ہے اور اسی وجہ سے اسے پھول کلب ملتان کا صدر بنایا گیا ہے۔ بھیاء نے پوچھا نعیم آپ تو یہ کام جانتے ہونگے میں نے انکار کیا تو کہنے لگے بھئی آپ تو کام کرنے والے ہو اتنے بڑے بڑے اور

پر سہیل آبیٹھا اور بولا میری تصویر بھی بنائیں بھٹی صاحب بولے تو کیا اب میں پھر ''ڈربے'' میں جا کر پھنسوں، تو سب بے اختیار مسکرا اٹھے، اسی طرح اور بہت سی ایسی باتیں ہوتی رہیں کہ جن سے محفل کشت زعفران بنی رہی اس پر مظہر بھائی نے کہا نعیم آپ جب رپورٹ لکھیں تو اس کا نام ہنستا مسکراتا سرپرائز لکھیے گا تو اس پر ایڈیٹر بھیاء ایک دم حیرت سے بولے ''تو کیا یہ سرپرائز وزٹ ہے'' جس پر سب نے زوردار قہقہہ لگایا ہماری پیاری امی جان نے ایڈیٹر بھیا اور مظہر بھائی کو مکہ مکرمہ سے آئی ہوئی تسبیح کا تحفہ دیا اس کے بعد بھیا جی اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ ابھی انہیں اور بھی کئی پروگراموں میں شرکت کرنا تھی شاہد بھٹی بولے یہ وزٹ تو واقعی ''سرپرائز'' تھا تو بھیاء بولے ہاں مگر اس کا تحفہ نہیں ملے گا۔ ویسے بھیاء ہم نے تو اب بھی آپ کی طرف سے کسی سرپرائز تحفے کا انتظار نہیں چھوڑا۔

میرے گھر والے پھول سے تعلق پر اکثر ڈانٹتے رہتے مگر اس وقت سبھی پھولوں کے ہار لئے دروازے پر کھڑے تھے

دنیا ایک بہت بڑی کتاب ہے

ڈاکٹر زاہد منیر عامر کے ساتھ مرکزی نشست کی روداد



کرن گوریجہ

ہمارے پھول سٹڈی ڈیبل کے پروگرام کے مہمان خصوصی پروفیسر ڈاکٹر زاہد منیر عامر نے پھول کی پیشانی پر چمکنے والے جملے کے پیش نظر یہ کہا کہ پھول ہر عمر کے بچوں کے لئے ہے۔ اس لئے آپ لوگوں کے درمیان خود کو آپ کا ہم عمر محسوس کر رہا ہوں۔ زاہد منیر عامر پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے بہت قابل استاد ہیں۔ انہوں نے کہا زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان بچپن کو محسوس کرے۔ اس طرح زندگی کو صحیح زاویہ نظر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ قرآن پاک میں پرندوں کا ذکر ہے جس طرح یہ اپنی زندگی کے آغاز میں تنہا اور بے سروسامان ہوتے ہیں ایک وقت میں ایک تنکا اٹھا سکتے ہیں مگر ایک ایک تنکے کے ساتھ مسلسل کاوش سے اپنا آشیانہ بنا لیتے ہیں۔ اگر یہ سوچے کہ میں ہزاروں تنکے لے جا کر گھونسلا نہیں بنا سکتا تو وہ کبھی گھونسلا نہ بنا سکے مگر وہ ایک تنکے کو جوڑتے ہوئے پرامن معاشرہ بنا لیتا ہے۔ ہر انسان زندگی کا آغاز ایک تنکے سے کرتا ہے امید کی قوت تنکے کو آشیانے میں تبدیل کرتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ سکول کے زمانے ہی سے اخبار پڑھنے کا شوق تھا سکول کے دور میں ہی نوائے وقت کا اداریہ پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ پھر مجھے پاکستان اور تحریک پاکستان سے دلچسپی پیدا ہوئی اور موضوع کے متعلق کوئی کتاب ملتی تو خرید لیتا یا لائبریری سے یا پھر بک سٹال پر کھڑے کھڑے پڑھنے کی کوشش کرتا۔ استاد کی وساطت سے تین کتابیں "دیوان جوہر" مارشل لاء سے مارشل لاء تک اور سیارہ ڈائجسٹ کا رسول نمبر پڑھیں تحریک پاکستان کے خاص پہلو سے متعلق جب مجھے تسلی بخش جواب نہ ملا تو خود جواب لکھنے کا سوچا اور گھر والوں سے چھپ کر لکھنے لگا۔ میٹرک کی چھٹیوں میں وہ کتاب میں نے مکمل کر لی اس کا رد عمل شدید ہوا کہ پہلے اپنی تعلیم مکمل کرو لیکن پھر بھی میں جستجو میں لگا رہا تاہم وہ کتاب دو ادارے شائع کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ "عطاء اللہ شاہ بخاری" پر کتاب لکھی تھی جس کا نہ صرف دیباچہ مولانا تاج محمود صاحب نے لکھا بلکہ انہوں نے خود ہی اسے چھاپنے کا ارادہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ اس طرح یونیورسٹی تک آتے آتے میں 8 کتابوں کا مصنف بن چکا تھا زندگی میں اپنے امکانات کے دائروں کو خود وسعت دینی چاہئے پہلے والے لوگ جہاں سے کام چھوڑ گئے ہیں وہاں سے آپ کو کام لے کر بڑھنا چاہئے۔ اس کے لئے مطالعے کی ضرورت ہر وقت رہتی ہے۔ جو پھول کی صورت اور کتابوں کی محبت کی صورت آپ کے پاس ہے۔ ان کی گفتگو کے بعد شرکاء محفل نے اپنا اپنا حاصل مطالعہ پیش کیا یوں یہ بے حد دلچسپ اور یادگار نشست ثابت ہوئی۔

نسرین نادر........ پھول گرلز کلب لاہور کی صدر ہیں انہوں نے "ہمہ یاراں دوزخ" کا مطالعہ کیا اور یہ آگہی پائی کہ انسان اسیری میں کیا پاتا ہے۔ اسیری میں انسان اللہ کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے پس منظر میں لکھی کتاب بہت سے نئے گوشے سامنے لاتی ہے۔

رشید فیصل........ نے ڈاکٹر زاہد منیر عامر کی نوعمری میں لکھی گئی کتاب "لمحوں کا قرض" سے استفادہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ ایک نوجوان کو درپیش مسائل کو سوچ کے ہر پہلو سے زیر بحث لایا گیا ہے اس میں یہ کتاب جوابات کی منزل پر پہنچا کر سوالوں کی کہکشاؤں میں سفر کرنے پر مجبور کرتی ہے۔

صبا خان........ پھول سٹڈی ڈیبل لاہور گرلز ونگ کی انچارج ہیں۔ انہوں نے "قرۃ العین حیدر" کا ناول "آگ کا دریا" پڑھا اس میں انہیں تہذیب کا اچھوتا بیان بہت پسند آیا۔

رخسانہ کوثر...... انہیں "جہان دانش" نے بہت متاثر کیا۔ اس سے یہ بات حاصل ہوئی کہ ضروری نہیں کہ ڈگری ہی آپ کے علم کا ثبوت ہو لگن ہو تو آپ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

روزینہ سعید........ لیکچرار ہیں یہ کسی کتاب کا نہیں پھول کا مطالعہ کر کے آئی تھیں۔ کہا کہ پھول نئی نسل کو سیدھے راستے پر لانے کے لئے اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

کرن گوریجہ........ نائب صدر پھول سٹڈی ڈیبل...... "ممتاز مفتی" کی "تلاش" پڑھی جس سے یہ احساس ہوا کہ واقعی قرآن مجید مذہبی کتاب نہیں بلکہ کائناتی کتاب ہے۔

ڈاکٹر زاہد منیر عامر کہنے لگے کہ دنیا میں جو بھی وجود ہے اس کی تین خصوصیات ہیں ا۔ انفرادی' ۲۔ حرکت' ۳۔ انجذاب۔ مثال پودے کی لے لیں گلاب کے کتنے پودے ہوں گے لیکن جو پودا آپ کے آنگن میں لگا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ پوری دنیا میں اس جیسا کوئی پودا ہو۔ وہ اپنی انفرادیت قائم رکھتا ہے۔ حیوانات کی مثال لے لیں وہ بھی انہیں خصوصیات کے ساتھ اپنا وجود رکھتے ہیں۔ جب نباتات وحیوانات کی مثال لے لیں وہ بھی انہیں خصوصیات کے ساتھ اپنا وجود رکھتے ہیں

جب نباتات وحیوانات میں یہ صلاحیتیں ہیں تو انسان میں تو لازمی ہوں گی۔ اگر یہ صلاحیت کسی انسان میں کمزور ہے تو پھر انفرادیت اور وجود کی اہمیت میں بھی کمی ہوتی ہے۔ انفرادیت تو یہ ہے کہ رکاوٹوں کے باوجود آگے بڑھنے کی صلاحیت موجود ہو۔ انسان میں یہ صلاحیتیں اللہ کی طرف سے ودیعت ہیں۔ جینے کا سلیقہ سیکھنے کے لئے ہم آگے بڑھتے ہیں اور مطالعہ کرتے ہیں۔ علم حاصل کرتے ہیں۔

"دنیا ایک بہت بڑی کتاب ہے" کتابوں پر یہ جملہ لکھا ہوتا تھا جو کہ بہت عمدہ ہے۔ اس طرح آپ دنیا سے سبق سیکھتے ہیں۔ اور خود آگے بڑھتے ہیں۔ اپنے راستوں کا خود انتخاب کرتے ہیں کتاب کا انتخاب ہماری مرضی پر ہوتا ہے۔ اس

میں خود کو آپ کا ہم عمر محسوس کر رہا ہوں اس وقت

انتخاب کا سلیقہ آپ کے اندر موجود ہے۔ یہ سلیقہ اس وقت آئے گا جب اپنی زندگیوں میں ہم بامعنی سرگرمیوں کو جگہ دیں۔ حکیم لقمان ایک جگہ تقریر کر رہے تھے کہ ایک چرواہا آ گیا اور کہا "ارے لقمان تم وہی ہو جو میرے ساتھ بکریاں چراتے تھے۔" انہوں نے کہا ہاں میں وہی ہوں "تو تم یہاں فکر کی باتیں کرنے کیسے آ گئے؟" حکیم لقمان نے جواب دیا "میں نے دنیا کی بے معنی باتیں چھوڑ دیں اس لئے یہاں غور و فکر کی باتیں بکھیر رہا ہوں"

میری پسندیدہ کتاب "قرآن مجید" ہے اس نے بتایا کہ انسان دنیا میں منفرد ہے اور اسکے سامنے دو راستے کھول دیئے ہیں اور اس کے دل میں یہ بات الہام کر دی گئی ہے کہ سیدھا راستہ کونسا ہے۔ آپ کو سیدھے راستے پر جبراً گامزن نہیں کیا گیا۔ سیدھے راستے کا ادراک اور شعور تب ممکن ہے جب ہم قرآن حکیم کو اپنی گائیڈ بک بنا لیں۔ آئن سٹائن کا تصور Growing World سامنے آیا تو علامہ اقبال نے قرآن میں اس کی تلاش شروع کی تو ایک آیت میں جواب مل گیا "خدا جیسے چاہتا ہے اپنی تخلیق میں اضافہ کرتا ہے"

لے دے کے اپنے پاس فقط اک نظر تو ہے
کیوں دیکھیں زندگی کو کسی کی نظر سے ہم

کتاب کے انتخاب کا سلیقہ آپ کے اندر ہوتا ہے



اہتمام۔ محمد اعظم یاد

حافظ طاہرہ فاطمہ

عکاسی۔ اختر شاہ

تعاون۔ سکائی لینڈ واٹر پارک + ڈان بریڈ

پھول سکائی واٹر شو

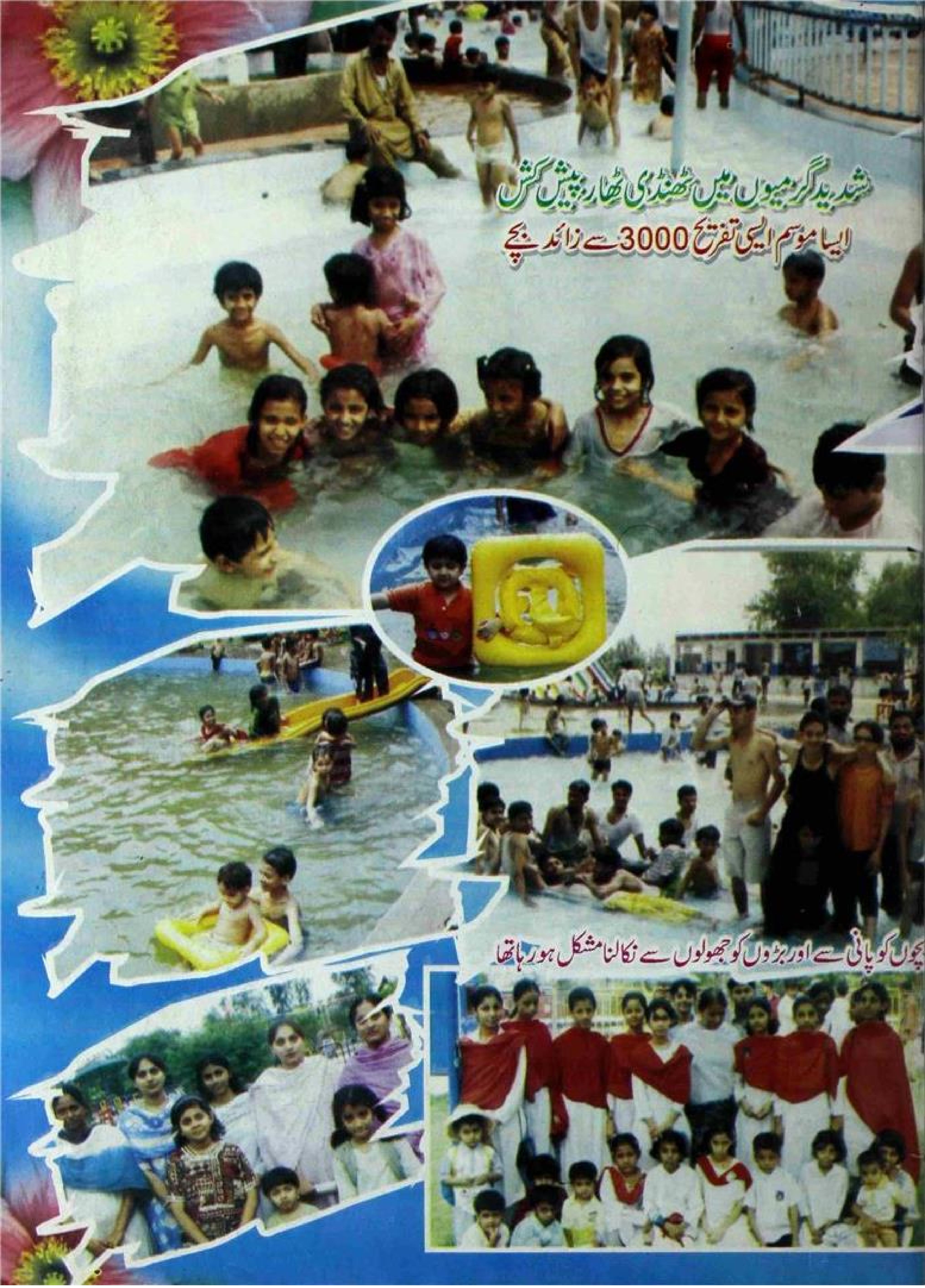
بچوں کا حق تو یوں خوش دلی سے ادا ہوتا ہے

جونؑ کا مہینہ ہو تو سخت گرمی میں طبیعت چاہتی ہے کہ ٹھنڈی ٹھار ہوا کے ساتھ ساتھ ٹھنڈک والی کوئی زبردست سی چیز بھی ہو۔ بس اسی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے ماہنامہ پھول نے سکائی لینڈ واٹر پارک میں خصوصی شو کا اہتمام کر ڈالا۔ اس دن سورج صبح صبح ہی اپنی آنکھیں کھولے زمین کی جانب تک رہا تھا۔ اب اپنے مقررہ مقام پر پہنچے تو کیا دیکھا کہ ...... کہ ...... کہ سورج نے آنکھیں موندھ لیں۔ گیٹ پر پاس کے ساتھ ساتھ میگزین بھی چیک ہو رہے ہیں۔ خیر چیکنگ کے مرحلے سے نکل کر پارک کے اندر جا پہنچے۔ چیکنگ کے فرائض کلیم چودھری اور ان کے ساتھی بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے۔ مجال ہے کہ کوئی چکر دے کر گزر جائے۔ (بہت اچھے بھئی بہت اچھے) گیٹ کے قریب ہی منصور بھائی کرسی پر تشریف فرما تھے۔ پارک کے اندر خاصی گہما گہمی تھی۔ ایک جانب پھول کے پروگرام کی تیاری ہو رہی تھی۔ بہت سارے سکولوں کے بچے اپنے طرح طرح کے یونیفارم میں ملبوس بھاگ دوڑ رہے تھے اور خوشی ان کے چہرے سے چھلک رہی تھی۔ پھول نے ان کا وہ حق ادا کر دیا تھا جس کا ذکر سبھی کرتے ہیں۔ ادا کوئی کوئی کرتا ہے۔اب ہم نے سوچا کیوں نہ پارک گھوم پھر کر دیکھ لیں۔ ایک طرف لوگ نہا رہے ہیں تو دوسری طرف کھا رہے ہیں۔ کچھ لوگ اس بحث کو طول دیئے ہوئے ہیں کہ پہلے سوئمنگ کر لی جائے پھر کھایا جائے جبکہ دوسرا مؤقف ''پہلے پیٹ پوجا فیر کم دوجا'' گھومتے گھومتے اس کونے پہ پہنچیں جہاں پر عثمان خادم اور ان کے گھر والے بیٹھے تھے۔ ساتھ ہی میری امی جان اور بھانجے محمد طلحہؒ محمد طہٰ (حافظ طیبہ فاطمہ کے جڑواں بیٹے) بھی تھے۔ تھوڑی گپ شپ کرنے کے بعد پھر دوبارہ اپنی مہم پر روانہ ہوئے اور مہم تھی۔ ''پھول'' کی ''پھولیوں'' کی تلاش۔ یہ بیتابی اسلئے تھی کہ بڑے عرصے بعد کسی پروگرام میں شرکت کا موقع ملا تو دل چاہ رہا تھا ہر ایک سے ملاقات ہو جائے۔

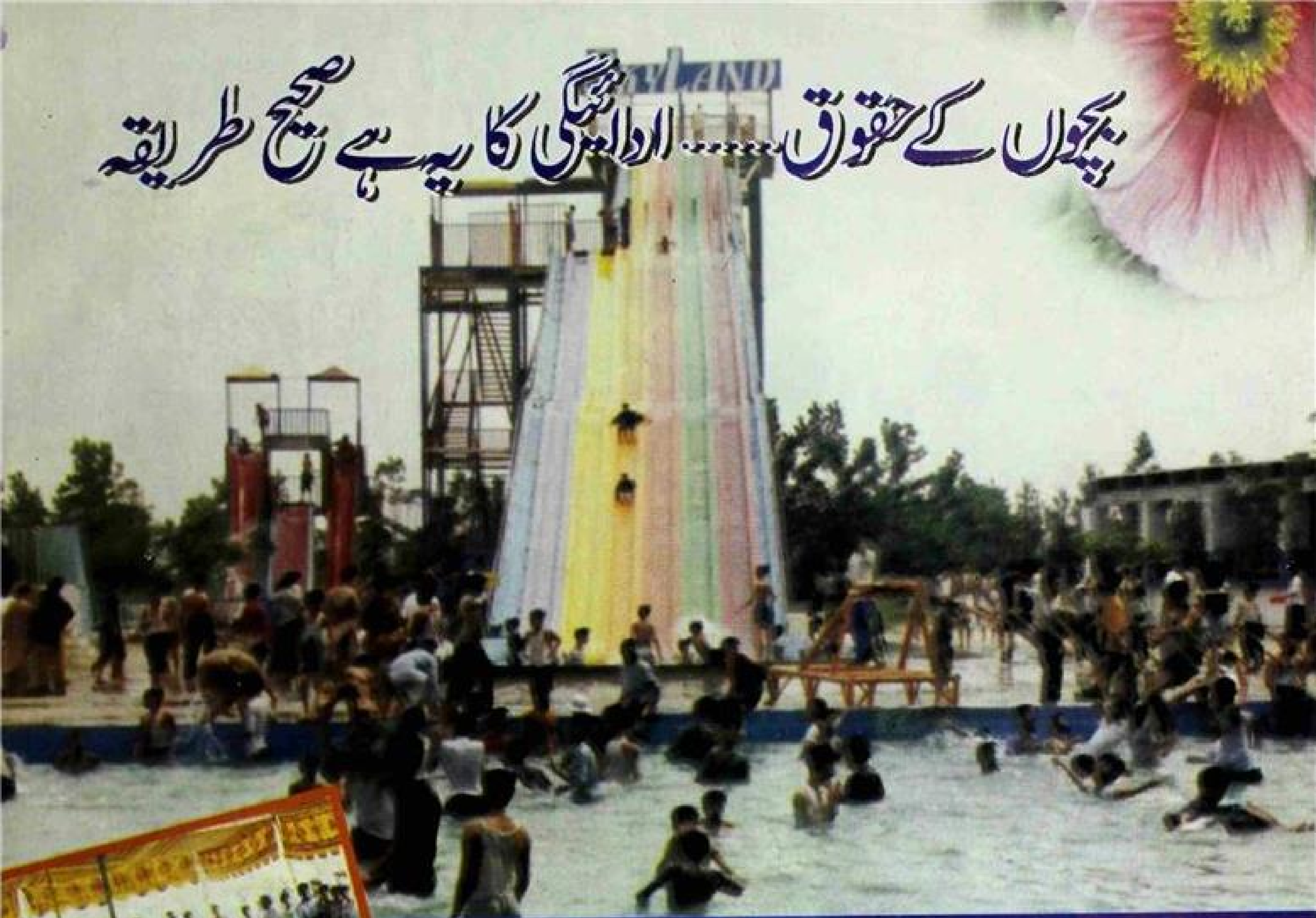
چلیں بھئی اس طرف چلتے ہیں۔ دیکھیں تو سہی کیا ہو رہا ہے۔ ارے! یہاں تو پروگرام شروع ہو گیا ہے اور ادھر عقیلہ اقبال اور ماریہ مجید بھی موجود ہیں۔ ہوں۔ بھیا بھی چمکتے دمکتے چہرے کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔

پھول کے مشہور و معروف تھیٹیشن عابد مشتاق اپنے تھیٹر ''واؤ'' کے ساتھ اس پھول شو میں شریک تھے۔ سب سے پہلا آئٹم انہوں نے جو




شدید گرمیوں میں ٹھنڈی ٹھار پیشکش
ایسا موسم ایسی تفریح 3000 سے زائد بچے
بچوں کو پانی سے اور بڑوں کو جھولوں سے نکالنا مشکل ہو رہا تھا

بچوں کے حقوق...... ادائیگی کا یہ ہے صحیح طریقہ





پیش کیا وہ تھا ابرارالحق کے گانے ''اج میلا ویکھن آیاں کڑیاں لہور دیاں'' پر پتلی کا ڈانس تھا۔ جسے بچوں نے کیا بڑوں نے بھی انجوائے کیا کہ سب کھلی آنکھوں کے ساتھ ساتھ کھلے منہ کے ساتھ پپٹ شو دیکھ رہے تھے۔ گانے کے اختتام پر تالیاں بڑے پرجوش انداز میں بجائی گئیں۔

اعظم بھائی کمپیئرنگ کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ جب بھی مائیک ہاتھ میں تھامے اناؤنسمنٹ کرنے لگتے سکائی لینڈ کے اناؤنسر کی آواز سنائی دینے لگتی جو کسی نہ کسی کے گم ہونے کا اعلان کر رہے تھے اعظم بھائی احتراماً خاموش کھڑے رہتے۔

عابد مشتاق کے پپٹ شو میں تھوڑا تھوڑا خطاب کا بھی وقفہ تھا۔ سب سے پہلا خطاب ''ماریہ مجید انچارج پھول کہانی گھر'' نے کچھ یوں کہا کہ ہم سب آنے والے بچوں بڑوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ تمام بچے خوب انجوائے کریں۔ پھول بچوں کے حقوق پر خاص نمبر ہی نہیں نکالتا انہیں عملاً بھی ادا کرتا ہے۔

پھر باری آئی عقیلہ اقبال انچارج پھول سوشل سروس کی۔ انہوں نے ویلکم کہنے کے بعد دن کو انجوائے کرنے اور نئے دوست بنانے کا کہا۔ پھول کی دوسری خوبیوں کے ساتھ ایک خوبی یہ بھی ہے کہ طویل خطابات کی بوریت اور کوفت نہیں اٹھانی پڑتی۔

لیجئے جناب! دوسرا راؤنڈ پپٹ شو کا شروع ہوا چاہتا ہے اور یہ میوزک سٹارٹ ہوا۔

اگلا خطاب نیو کریسنٹ سکول کی پرنسپل مسز صدیقی کا تھا جو پھول کی تعریف میں کچھ یوں



توصیف احمد مارکیٹنگ منیجر ڈان بریڈ۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ چیمہ۔ ایڈیٹر بھیا۔ عابد مشتاق۔ امتیاز احمد جنرل منیجر سکائی لینڈ واٹر پارک۔ مسز صدیقی







ڈان بریڈ کے کوئز میں لوٹ مچ گئی













عابد مشتاق کا پپٹ شو..... سبھی مسکرانے پر مجبور





رطب اللسان تھیں کہ ہم پھول کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں یہاں پر بلایا اور بڑے چھوٹوں کو اچھے موقع پر بلایا کہ بچوں کی چھٹیاں ہوتے ہی ان کے مزے کروا دیئے جائیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ پھول رسالہ ایک مکمل رسالہ ہے۔ انہوں نے بچوں کو یہ بڑی سہولت فراہم کی ہے کہ ان کی کہانیاں شائع کرتے ہیں اور یہ بچوں کی بہت اچھے انداز میں حوصلہ افزائی ہے۔ والدین اپنے بچوں کو یہ رسالہ پڑھنے اور اس میں لکھنے کی تلقین کریں۔ ٹیلیویژن دیکھنا ایک حد تک تو درست ہے مگر بقول بزرگوں کے کتاب سے اچھا دوست ہو ہی نہیں سکتا اور دوستی پھول رسالے سے ہو تو کیا بات ہے۔ خطاب کا وقفہ ختم ہوتے ہی پکی تماشا پھر شروع ہو گیا۔

اعظم بھائی کی اناؤنسمنٹ کی تو کچھ ایسی صورتحال تھی کہ (اعظم بھائی کی آواز) اب تشریف لاتے ہیں۔ ذاتی سامان (پارک کے اناؤنسر کی آواز) DAWN بریڈ والے آپ کو دیں گے۔ جوتے اور نیلی شرٹ ڈبوں میں رکھیں (گویا ایک ٹکٹ میں دو مزے) ابو ذرکیڈٹ سکول کی پرنسپل نے پھول کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اس خوشگوار موقع پر بلا کر انجوائے کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

ڈان بریڈ کے مارکیٹنگ منیجر توصیف احمد نے بڑوں، بچوں اور تمام لوگوں کو خوش آمدید کہا اور اپنی پراڈکٹ کو بڑے اچھے انداز میں شعر کے انداز میں پیش کیا اور بتایا کہ پھول اور ڈان بریڈ کے حالات و تعلقات کچھ سرد پڑ رہے تھے مگر اس گرمی نے ان کے تعلقات کی برف کو پگھلا کر پھر اکٹھا کر دیا ہے اور اس پھول والوں نے ان کو گلے لگا لیا ہے۔ اب انشاء اللہ دونوں مل کر اور اچھے پروگرام کریں گے۔

ایڈیٹر بھیا نے کہا کہ جب میں پارک میں داخل ہو رہا تھا تو میرے احساسات دو طرح کے تھے ایک تو ٹھنڈی ہوا کے چلنے پر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا اور دوسرا مجھے یہ فکر لاحق تھی "نوائے وقت" آفس کے آدھے لوگ آج یہاں ہیں تو وہاں انچارج صاحبان پریشان ہوں گے مگر یہاں سب مطمئن ہیں تو ان کا اطمینان دیکھ کر مجھے بھی خوشی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج اپنے ابوؤں اور امیوں کے ساتھ خوب کھائیں پئیں۔

یہ آپ کا حق ہے اور سارے بڑے بھی خوشی ادا کریں گے، جیسے پھول آپ سے محبت کا حق نبھاتا ہے۔

عابد مشتاق نے سادہ کاغذوں کے دس دس کے نوٹ بنائے پھر کوکا کولا بوتل کو غائب کیا اور گیند غائب کر کے حاضرین میں سے ایک بچے کے منہ سے نکلوایا اور ایک راز کی بات بتاؤں؟ کسی کو نہ بتایئے گا؟ ورنہ ایسا نہ ہو کہ پولیس ہی آ جائے۔ عابد مشتاق نے ...... ہائے ڈر لگ رہا ہے کیسے بتاؤں کہ عابد مشتاق نے ایک ...... اف بتانا ہی پڑے گا کہ عابد مشتاق نے ایک مشروب کی بوتل سے تین بوتلیں بنائیں۔ یااللہ خیر۔ تمام لوگ اعظم بھائی اور پارک والے کمپیئر کی کمپیئرنگ سن رہے تھے کہ اعظم بھائی نے جونہی بولنا شروع کیا تو مائیک چوں چوں ...... چی چی ...... چاں چاں ...... کرنے لگا۔ اعظم بھائی

> تو لقمہ ملا کہ مجھ سے ڈرنے لگا ہے۔
>
> ---
>
> پھول بچوں کے حقوق پر خاص نمبر ہی نہیں نکالتا
>
> ---
>
> انہیں عملاً بھی ادا کرتا ہے

نے کہا کہ اب تو مائیک بھی ...... تو لقمہ ملا کہ مجھ سے ڈرنے لگا ہے۔ تو سب کے ہنسی کے فوارے چھوٹ گئے۔ حافظ طیبہ فاطمہ کے چاند محمد طلحٰہ محمد طہٰ بار بار اٹھ کے بیک سٹیج کی طرف جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ دیکھیں تو سہی کیا کر رہے ہیں۔ بیک سٹیج والے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ڈان بریڈ والوں نے ایک کوئز کا بھی اہتمام کر رکھا تھا۔ جونہی کوئز شروع ہوا ایک بھگدڑ سی مچ گئی۔ کوئز کے میزبان توصیف احمد نے بارہا کوشش کی کہ حاضرین منظم طریقے سے جواب دیں اور پروگرام احسن طریقے سے ختم ہو مگر کوئی کوشش بارآور نہ ثابت ہو سکی اور یوں کوئز کو درمیان میں ہی ختم کرنا پڑا اور یوں چند لوگوں کی وجہ سے بہت سارے لوگوں کے انعامات رہ گئے۔ ایک ایک سوال کا بریڈ بسکٹ اور کشتی کیک ملتے رہے۔

واربرٹن کے صدر پھول کلب نے خطاب کے دوران شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ پھول اس پرتعفن دور میں تازہ ہوا کا جھونکا ہے۔ پھول نے بولنے اور دوسروں کو لیڈ کرنے کا اعتماد دیا ہے اور بچوں کیلئے تگ و دو کرنا "نوائے وقت" کا ہی کریڈٹ ہے۔

ان کے بعد منصور بھائی شکنجے میں آ گئے۔ وہ بے چارے بھی خوش آمدید کہہ کر چلے گئے (حد ہو گئی پروگرام کے اختتام پہ خوش آمدید)

پروگرام کے دوران افق پھول کے بہت بڑے ستارے اپنی چمک دمک دکھانے کیلئے آ گئے اور یہ ستارے گوجرانوالہ سے لاہور کا سفر کر کے پہنچے۔ ان ستاروں میں سابقہ صدر پھول گرلز کلب پاکستان سعدیہ کلثوم، فرحانہ، طاہرہ عفت، امجد اعجاز چودھری تھے۔ پروگرام کی چمک ان کی آمد سے مزید بڑھ گئی۔ (ویلکم ٹوکل ٹوکل پھول سٹارز) پروگرام ٹینٹ لگا کر کیا گیا جو بڑے وسیع پیمانے پر تھا مگر پھر بھی لوگوں کو دھوپ میں کھڑے ہو کر پروگرام دیکھنا پڑا۔ (جگہ جو تنگ پڑ گئی تھی۔ ماشاء اللہ 3000 سے زائد مہمان جمع تھے) آخر میں ایوارڈز اور گفٹ کی تقسیم کا کام شروع ہوا تو سب سے پہلے بھیا جی نے توصیف احمد کو گفٹ دیا۔ عابد مشتاق کو ایک خصوصی گفٹ دیا گیا۔ عابد مشتاق کا ایک دعویٰ بھی منظرعام پر آیا ہے کہ وہ پوری دنیا کے سامنے عظیم الشان تاریخی مینار مینار پاکستان کو 4'5 منٹ کیلئے غائب کر سکتے ہیں۔ اعظم بھائی نے یہ اناؤنسمنٹ کی کہ DAWN والے ان کے ساتھ تعاون کریں تو ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ تو انہوں نے دانہ ڈالا ہے اب دیکھیں پھنسنے والے (DAWN والے) کب پھنستے ہیں۔

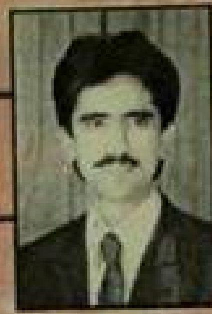
سکائی لینڈ واٹر پارک کے ڈائریکٹر امتیاز احمد کو بھیا نے شیلڈ دی اور انہوں نے بھیا کو کلیم چودھری (جو چیکنگ پر مامور تھے) ان کو اور ان کے معاونین کو خصوصی ٹکٹس دیئے گئے۔

پروگرام کے بعد سب لوگ تو پانی اور جھولوں کی طرف لپکے پھول ٹیم اپنے اپنے کھانے نکال کر بیٹھ گئی۔ ماریہ چاول لائی تھی۔ عقیلہ آلو والے پراٹھے۔ نسیم انکل کی مسز بانو بھابی سینڈوچ لائی تھیں۔ شہزاد سلیم اپنی منگیتر کو لائے تھے۔ بھیا نے پوچھا کھانے کو کیا لائے ہیں وہ بریانی کا دیگچہ اٹھا لائے جو سب نے سیر ہو کر کھایا۔ سارے پھول کلب کے صدور، عملے کے لوگ 40 سے زائد لوگ تھے۔ بعد میں پتا چلا کہ شہزاد اور ارم کے گھر والے دوسری طرف بیٹھے بریانی کا انتظار کرتے رہ گئے جو ساری یہیں ختم ہو گئی۔

اکثر والدین اور بچوں نے کہا کہ پھول کو تو اب ایک شاندار پروگرام کروانے پر ہی یونیسیف کو ایوارڈ دے دینا چاہئے کہ عملی طور پر کرنے والے اس طرح قیادت کرتے ہیں۔

میری نظر میں

عمران سہیل بوبی





بچوں کے حقوق اور صحت کے تحفظ کیلئے یہ ڈاکٹر اپنے اپنے شہروں میں فری کیمپس لگانے کیلئے بوریا بستر باندھ کر نکلے ہیں



پھول ٹیم کا بھی حق ہے فری میڈیکل کیمپ، سکالرشپ ایوارڈ اور حقوق اطفال نمبر نکالنے کے بعد انجوائے کرے



ڈیڈی کیا باقی شہروں میں بچے نہیں ہوتے





انکل آپ کی گاڑی رکی ہے تو آپ کو احساس ہوا ہمارے لئے گراونڈ کس قدر کم ہیں



حکومت اور سیاسی جماعتیں اسی طرح لڑتی رہیں تو حقوق کا خدا حافظ



ہم نے تو سنا ہے کہ یورپی پولیو کے قطرے جراثیم زدہ ہیں اسی لئے وہاں قطرے پلانے کی خبر نہیں رہی

پھول ہیومن ریسورس ڈویلپمنٹ کی چھٹی لیڈرشپ ٹریننگ

You cannot grow unless you change

اپنی اور اپنی زندگی کی ذمہ داری خود قبول کریں

رپورٹ: آمنہ اعظم

ہر انسان اپنی زندگی میں بہتری چاہتا ہے اور بہتری کبھی تبدیلی کے بغیر نہیں آتی۔

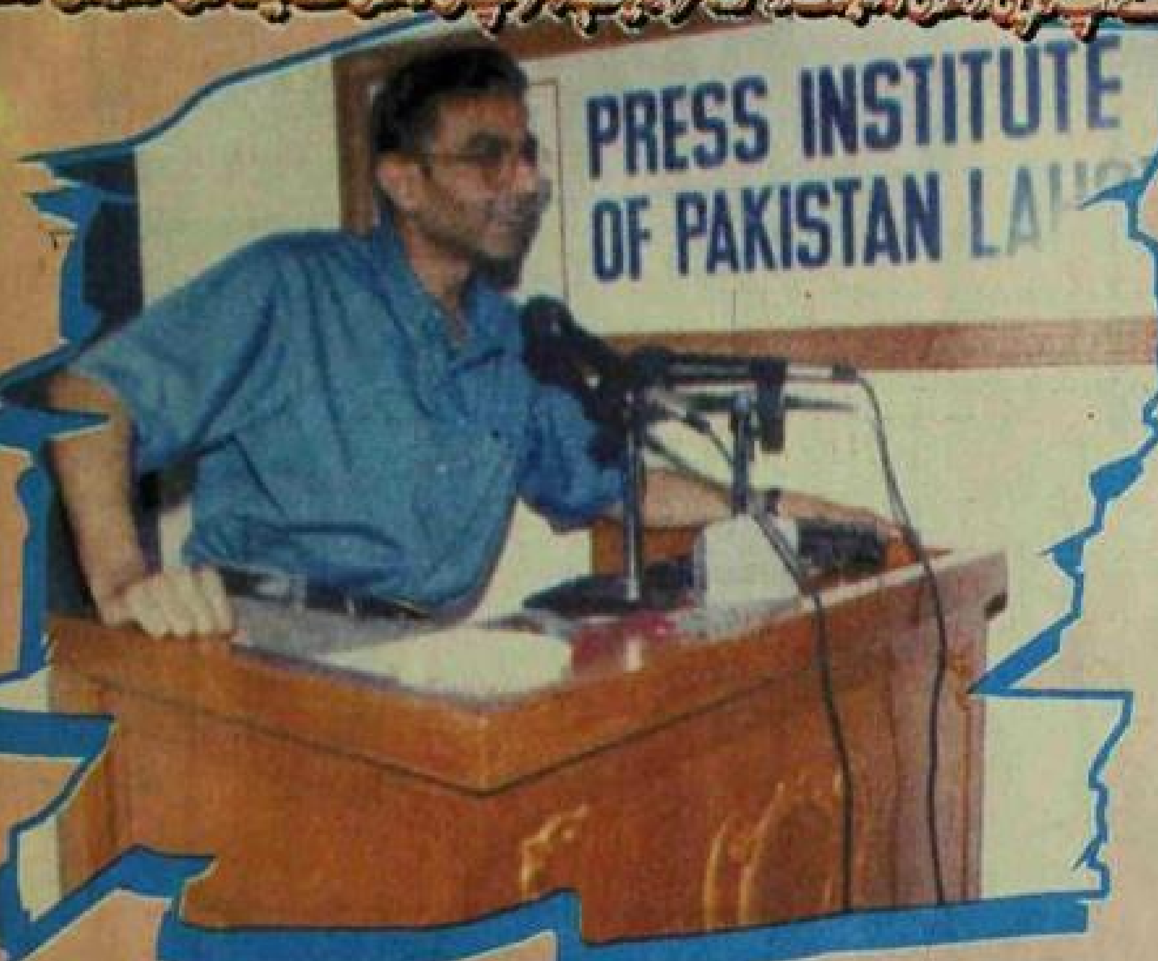
You can not grow, unless you change.

تبدیلی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک **Proactive change** اور دوسری **Reactive change**

Reactive change میں انسان ہمیشہ دوسروں کو دیکھ کر ویسا ہی کرنا شروع کر دیتا ہے مثلاً جب انسان دوسروں کے اختیار کردہ راستوں پر چلنا شروع کر دے تو کبھی بھی وہ اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اگر آپ اپنی منزل پر پہنچنا چاہتے ہیں تو راستہ بھی خود منتخب کریں۔ لوگوں سے **Inspiration** ضرور لیں مگر فیصلہ خود کریں اپنی اور اپنی زندگی کی ذمہ داری کو خود قبول کریں۔ جب تک موٹروے پر گاڑی چلتی رہے تو ٹھیک ہے مگر اگر گاڑی رک جائے تو پولیس والے فوراً آ جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کیا مسئلہ ہے۔ یہی حال زندگی کی گاڑی کا بھی ہے۔ جب تک آپ اس کو خود چلاتے رہیں گے یہ چلتی رہے گی اور جہاں کہیں آپ اس کو روک دیں اور جان نہ پائیں کہ اب کیا کروں اور کہاں جاؤں تو تب پھر دوسرے اس کو اپنی مرضی سے چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ جی نے آپ کو آپ کی زندگی کا **Managing Director** بنایا ہے تو پھر آپ کی زندگی کے فیصلے کوئی اور کیوں کرے آپ خود کیوں نہ کریں۔ انسان کو خدا نے سیکھنے اور سمجھنے کیلئے بھیجا ہے۔ قرآن میں واضح طور پر آیا ہے: ''جو علم کے ساتھ نہیں سیکھیں گے وہ غلام ہو جائیں گے'' اور آج پاکستان کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ ہم غلام ہو چکے ہیں ہمارا ہر معاملہ چاہے معاشی ہو یا معاشرتی بیرونی طاقتیں ہی اس کا فیصلہ کرتی ہیں۔ تو پھر کیا خاک ترقی ہو گی۔

سیلف مینجمنٹ میں سب سے اہم کام اپنے وقت کا صحیح استعمال ہے۔ اگر وقت کھو جائے تو کبھی واپس نہیں آتا اور جس نے وقت کو ضائع کر دیا وقت نے اس کو ضائع کر دیا۔ آپ ہمیشہ سوچ سمجھ کر وقت کا استعمال کریں۔ میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ وقت نہیں ملتا۔ جی وقت نہیں ہے مگر کامیاب لوگ کبھی اس قسم کی شکایت نہیں کرتے کیونکہ وقت کبھی **Manage** نہیں ہوتا انسان وقت کے ساتھ خودکو **Manage** کرتا ہے اور اگر انسان یہ کام کرنا سیکھ لے تو پھر اس کی کامیابی میں کوئی مشکل حائل نہیں۔ اپنے آپ کو **Manage** کرنے میں ایک اور آسان عمل یہ ہے کہ آپ اپنے کاموں کی درجہ بندی کر لیں کیونکہ انسان کی زندگی میں کچھ کام اہم اور کچھ کام ضروری ہوتے ہیں اور کچھ کام آپ کی ترجیحات میں ہوتے بھی ہیں۔ جس طرح پڑھنا اہم ہے مگر ضروری اس دن ہو گا جب صبح پیپر ہو گا۔ اسی طرح واک کرنا ضروری ہے مگر ہم اس کو اہم نہیں سمجھتے مگر اگر ڈاکٹر کہہ دے کہ آپ **Heart Patient** ہیں

اللہ نے آپ کو اپنی زندگی کا منیجنگ ڈائریکٹر بنایا ہے پھر آپ کی زندگی کے فیصلے کوئی اور کیوں کرے



اور آپ کو روزانہ اتنی واک کرنا بہت اہم ہے تو پھر آپ فوراً کرنا شروع کر دیں گے تو پھر یہ کیا بات ہوئی جس کام کیلئے پہلے وقت نہیں مل رہا تھا اب اس کیلئے کسی طرح وقت نکل آیا۔ اسی طرح ایک محاورہ بھی ہے ناں ''نماز پڑھ لو ایسا نہ ہو کہ اس سے پہلے تمہاری نماز پڑھا دی جائے''

اکثر لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ پھر تفریح کیسے حاصل کریں۔ اب آپ کو یہ خود فیصلہ کرنا ہے کہ آیا آپ کو تفریح برائے تفریح چاہئے یا آپ اس وقت جو آپ تفریح پر خرچ کر رہے ہیں اس میں سے بھی کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر آپ کی زندگی کا مقصد یا آپ کا کام جو آپ کر رہے ہیں اگر اس میں تفریح کو **Blend** کر دیا جائے تو پھر زندگی خاصی پرسکون، خوشگوار اور آسودہ ہو جاتی ہے۔

میں نے اکثر سنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ جی بس زندگی ''لنگ'' رہی ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے کیا وہ آپ اپنی زندگی کو دے رہے ہیں کیونکہ یہ قانون قدرت ہے۔

If you want to get something from yourself give others to get something.

اور یہ تو اللہ جی کا بھی وعدہ ہے کہ آپ دنیا میں جو کچھ دیں گے اس کا 70 گنا سے زیادہ اجر میں دوں گا۔ اگر آج آپ کے پاس کچھ نہیں تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ آپ نے کچھ دوسروں کو نہیں دیا جب آپ دنیا کو کچھ نہیں دے رہے تو پھر دنیا آپ کو کیا دے گی۔

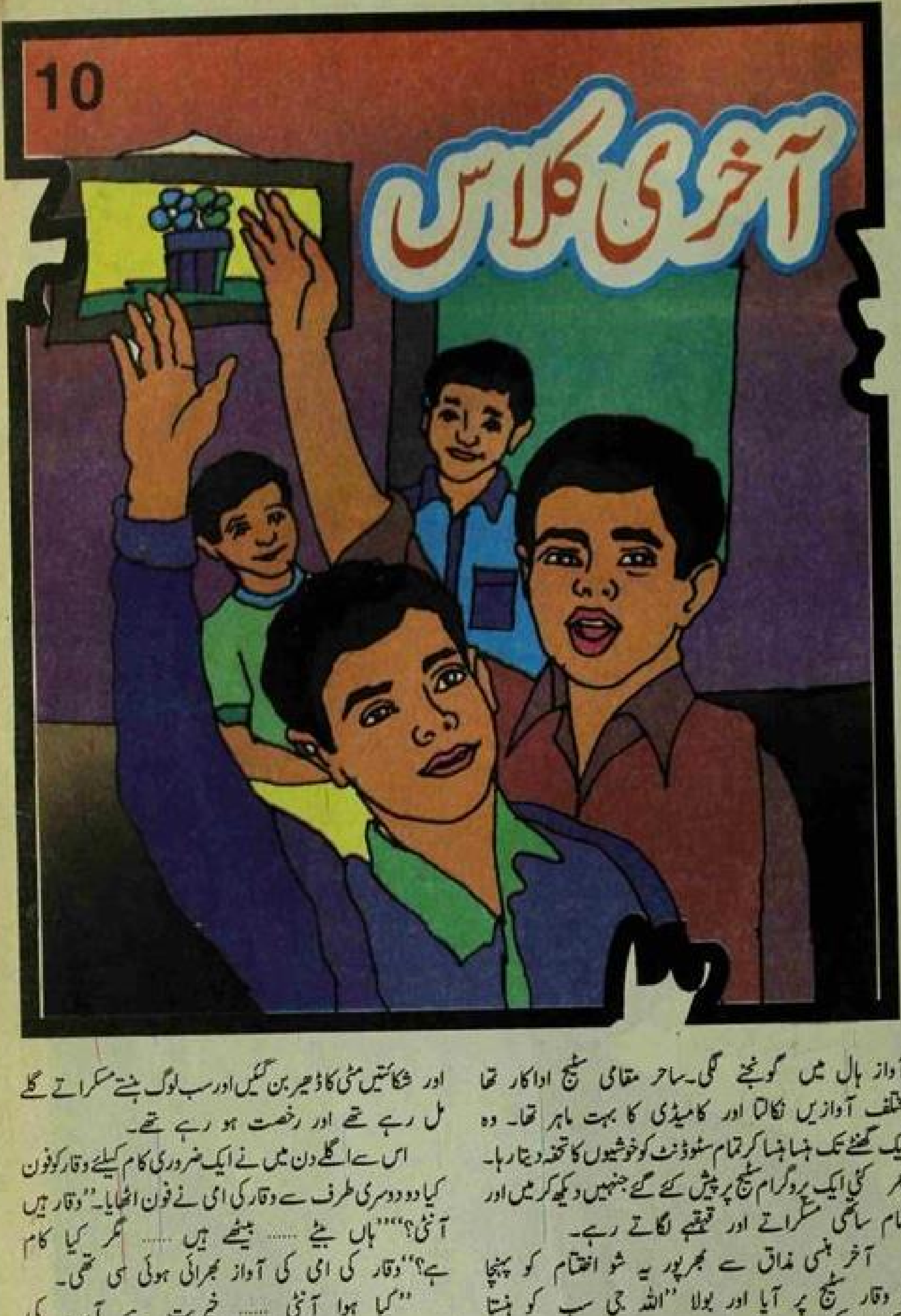
اور آخر میں سب سے اہم بات:

You can not manage yourself without controling yourself do it what you want to do but do not let to do, choose & then do.

جب انسان اندر سے بھر جائے تو پھر اس کو اس سے مطلب نہیں ہوتا کہ اس کو عزت مل رہی ہے یا نہیں کبھی بھرا ہوا برتن نہیں بجتا ہمیشہ خالی برتن شور کرتا ہے۔ **Self control** کبھی باہر سے نہیں آتا ہمیشہ اندر سے ہی ہوتا ہے۔ اگر آپ غصے میں آ جائیں تو کم از کم آپ کو اتنا شعور ضرور ہونا چاہئے کہ آپ ایسے الفاظ اور رویہ استعمال کریں جس پر بعد میں آپ کو پچھتانا نہ پڑے۔

Stop complaining, blaming & start managing your self.

خدارا اپنی زندگی کا **Charge** خود سنبھالیں اور اس کو خود اپنے طے شدہ راستے اور منزل کے مطابق **Manage** کریں۔



نور محمد جمالی

اور وہ آخری کلاس تھی۔

ایسے اس کلاس میں زیادہ تر طلباء تھے جو پانچ چھ سال یا اس سے بھی زیادہ اکٹھے رہے تھے۔ کئی موسموں، کئی تہواروں اور ان گنت خوشگوار لمحات کی یادیں ان کے ساتھ تھیں آج وہ ان یادوں کے ساتھ آخری کلاس اٹینڈ کر رہے تھے۔ پھر انہیں اپنے اپنے راستوں پر آگے بڑھ جانا تھا۔

جونہی گھنٹی بجی، استاد محترم نے اپنے لیکچر کے آخری نکات کو سمیٹا اور چاک نیچے رکھ کر ہاتھ جھاڑ دیئے پھر بولا "تھینک یو مائی چلڈرن ہم آج اپنے سبق کے اختتام کو پہنچے ہیں"۔ یہ کہہ کر سر باہر نکل گئے۔ کلاس روم میں کتنی دیر تک سناٹا رہا کچھ پتا نہ چلا بس اداسی بل سٹیشن کے بادل کی طرح آہستہ آہستہ کلاس روم میں داخل ہونا شروع ہو گئی۔ میں نے اپنی ناک پر پھسلتی عینک کو ٹھیک کیا اور بے دلی سے اپنے سامان کو سمیٹنا شروع کر دیا اور کتابیں وغیرہ تھیلے میں ٹھونس کر اٹھ کھڑا ہوا۔

واقعی کچھ پتا نہ چلا ...... اور سکول کی تعلیم اپنے اختتام کو پہنچی۔ گزرے ہوئے ہنستے مسکراتے دن یاد آتے تو بے اختیار اداس ہونٹوں پر مسکراہٹ مچل اٹھتی ...... اور دل میں خیال آتا کہ کاش کہ یہ دن کبھی ختم نہ ہوں اور ہنستے مسکراتے، کھیلتے کودتے، شرارتیں کرتے عمر بیت جاتی ...... مگر...... یادوں کو ساتھ لئے میں باہر کی طرف جانے لگا۔ اسی وقت وقار کی گونج دار آواز سنائی دی "اٹینشن پلیز" ...... باہر جاتے قدم رک گئے۔ وقار کی طرف میں نے دیکھا تو اس نے مجھے آنکھ کے اشارے سے دوبارہ بیٹھنے کیلئے کہا۔

میں دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ وقار ہماری کلاس کا سب سے ہنس مکھ لڑکا تھا...... ہنسنا مسکرانا، اور ڈھیر ساری باتیں کرنا اس کا سب سے دلچسپ مشغلہ تھا مگر اس وقت اس کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی اسے عجیب بنا رہی تھی۔ میں نے سامان کا تھیلا دوبارہ سامنے رکھ دیا۔ ساری کلاس اسے حیرت سے تک رہی تھی اور اس کی گفتگو کی منتظر تھی۔ وقار چند لمحے رکا ...... پھر گویا ہوا:

"نہیں مائی ڈیئر کلاس فیلوز...... ہم اولڈ فیشن میں منہ لٹکائے رخصت نہیں ہوں گے۔ ہم اس موقع کو CELEBRATE کریں گے۔ خوشی منائیں گے اور خوش خوش گھروں کو جائیں گے۔ اوکے......" ساری کلاس کھل اٹھی پھر اس نے اعلان کیا کہ ساری کلاس ہال میں پہنچ جائے۔

سب کچھ پروگرام کے مطابق تھا ہال میں تماشائیوں کے بیٹھتے ہی سٹیج کا پردہ اٹھا اور ساحر کی آواز ہال میں گونجنے لگی۔ ساحر مقامی سٹیج اداکار تھا مختلف آوازیں نکالنا اور کامیڈی کا بہت ماہر تھا۔ وہ ایک گھنٹے تک ہنسا ہنسا کر تمام سٹوڈنٹ کو خوشیوں کا تحفہ دیتا رہا۔ پھر کئی ایک پروگرام سٹیج پر پیش کئے گئے جنہیں دیکھ کر میں اور تمام ساتھی مسکراتے اور قہقہے لگاتے رہے۔

آخر ہنسی مذاق سے بھرپور یہ شو اختتام کو پہنچا تو وقار سٹیج پر آیا اور بولا "اللہ جی سب کو ہنستا مسکراتا رکھیں۔ آخر میں میری طرف سے تمام دوستوں کو چائے اور فروٹ کی دعوت ہے...... آیئے چلیں......" ہنس ہنس کر سب کی آنکھوں میں آنسو آئے ہوئے تھے مگر چائے پیتے پیتے سب کے چہرے ایک بار پھر اداس ہونے لگے۔ بالکل جیسے سرما کا مہربان سورج تھوڑی دیر چمکنے کے بعد پھر سے بادلوں کے نرغے میں آنے لگے ...... ایک دو لڑکے تو باقاعدہ سسک رہے تھے اور دوستوں سے گلے مل رہے تھے۔

میں جو اکبر سے کئی دنوں سے ناراض تھا اس پروگرام کی وجہ سے وہ بھی میرے قریب آ گیا اور میں نے اسے گلے سے لگا لیا۔ کئی دوستوں کی رنجشیں، گلے شکوے، ناراضگیاں اور شکائتیں مٹی کا ڈھیر بن گئیں اور سب لوگ ہنستے مسکراتے گلے مل رہے تھے اور رخصت ہو رہے تھے۔

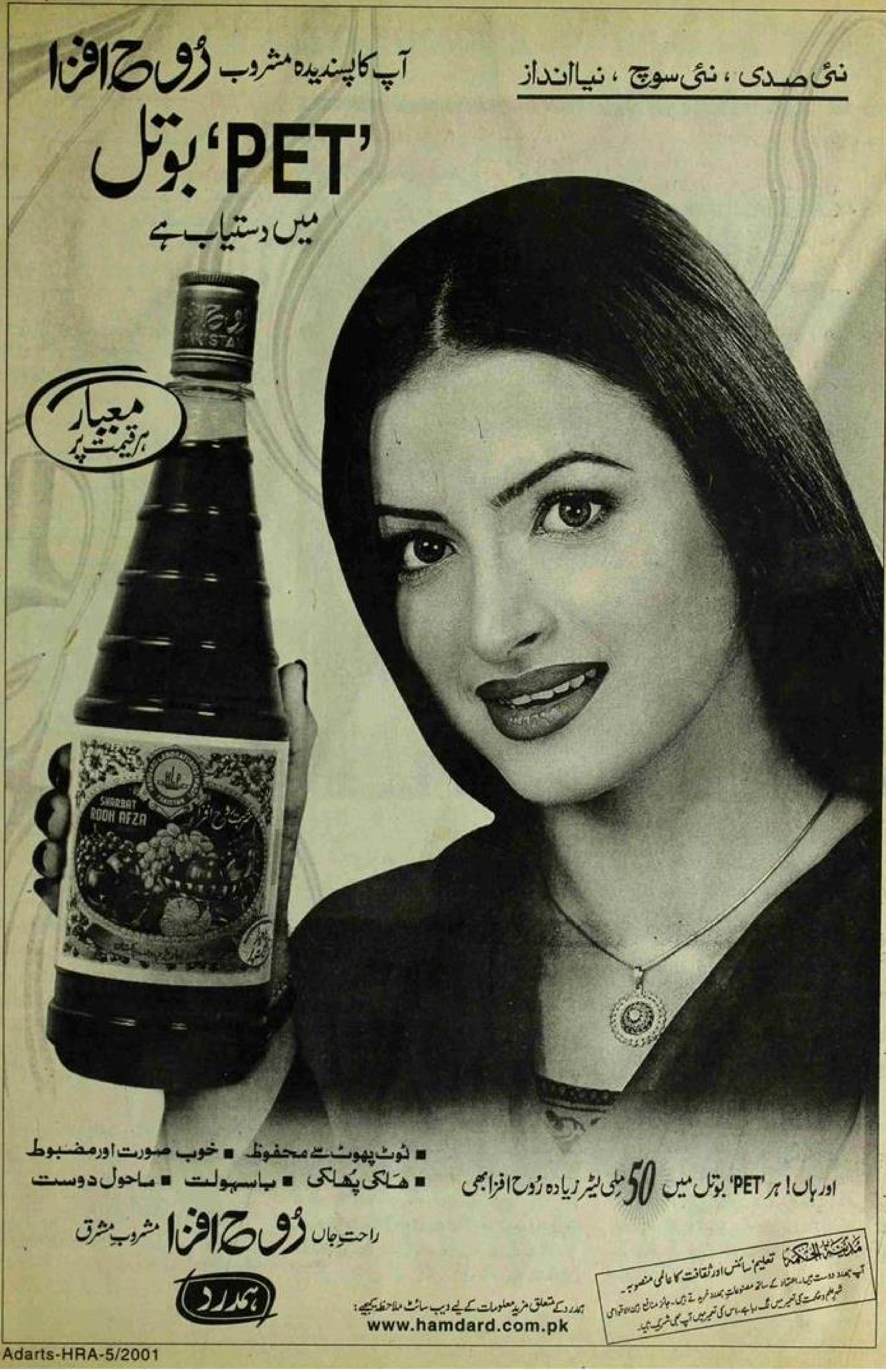
اس سے اگلے دن میں نے ایک ضروری کام کیلئے وقار کو فون کیا دوسری طرف سے وقار کی امی نے فون اٹھایا۔ "وقار ہیں آنٹی؟" "ہاں بیٹے ...... بیٹھے ہیں ...... مگر کیا کام ہے؟" وقار کی امی کی آواز بھرائی ہوئی سی تھی۔

"کیا ہوا آنٹی ...... خیریت ہے آپ کی آواز......؟" "تمہیں نہیں معلوم......؟"

"کیا......؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وقار کے ابو کا کل صبح ایک حادثے میں انتقال ہو گیا تھا مگر وقار سکول کیلئے نکل چکا تھا۔ وہاں فون کیا تو وقار نے بتایا کہ وہ اپنے دوستوں کو خوش کرنے کیلئے ایک پروگرام ارینج کر چکا ہے اسلئے وہ تین گھنٹے بعد ہی آ سکتا ہے۔ بڑا پگلا ہے نا میرا وکی......" میں حیرت سے یہ سب سن رہا تھا۔

ایسے بھی لوگ ہیں جو دوسروں کی مسکراہٹ کیلئے اپنے آنسو پی جاتے ہیں۔ میری آنکھیں بے اختیار نم سی ہو گئیں۔


نئی صدی ، نئی سوچ ، نیا انداز
آپ کا پسندیدہ مشروب رُوح افزا
'PET' بوتل
میں دستیاب ہے
معیار ہر قیمت پر
SHARBAT ROOH AFZA
■ ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ ■ خوب صورت اور مضبوط
■ ہلکی پھلکی ■ باسہولت ■ ماحول دوست
اور ہاں! ہر 'PET' بوتل میں 50 ملی لیٹر زیادہ رُوح افزا بھی
راحتِ جاں رُوح افزا مشروبِ مشرق
ہمدرد
مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk
Adarts-HRA-5/2001

بڑے نہیں یہ بچے کہتے ہیں

اہتمام: پھول کلب نارنگ منڈی

تعاون: کلیم اللہ نعمان، فیصل نعیم

رپورٹ: حافظ وحید مغل

یہ ہمارا حق ہے
ہمارا خاص خیال رکھا جائے
ہمیں کھیلنے کا وقت دیا جائے
سکول میں بیٹھنے کا انتظام کیا جائے
چھوٹے بچوں کو مزدوری سے بچایا جائے
ہمیں متوازن غذا دی جائے
ہماری اچھی تربیت کی جائے

یہ ایک خصوصی سروے ہے۔ جس میں علاقہ کے تمام سکولز کے بچوں اور ان بچوں سے ان کے حقوق کے متعلق رائے لی گئی جو تعلیم کے شعبہ سے دور اپنے حقوق کے متلاشی ہیں۔ سروے کے دوران جو بات زیادہ محسوس کی گئی وہ بچوں کا حقوق کے مفہوم سے ناآشنا ہونا تھا سو بچوں میں سے بہت کم تعداد نے اپنے حقوق کے متعلق رائے دی۔

عامر جواد: تعلیم حاصل کرنا میرا بنیادی حق ہے لہٰذا مجھے اس حق سے محروم نہ کیا جائے اور دوران تعلیم بچوں کو کم سے کم سزا دی جائے۔
محمد وسیم (6Th) ہمیں کھیلنے کا وقت ملنا چاہئے یہ ہمارا بنیادی حق ہے۔
محمد اعظم شفیق (9Th) تعلیم حاصل کرنا میرا حق ہے۔
محسن ریاض: (8Th) ہمارا سب سے پہلا حق یہ ہے کہ والدین ہمیں اچھی تعلیم و تربیت دلوائیں۔



عائشہ عبدالستار (8Th) اس وطن سے پیار کرنا ہمارا حق ہے۔
سائرہ امیر علی (8Th) والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کی پھول سے زیادہ حفاظت کریں ہر وقت ان پر توجہ دیں۔ یہ بچوں کا حق ہے۔
عائشہ مظہر (6Th) ہمارے لیے یکساں نظام تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ سکولوں میں فرنیچر کا فقدان ہے بیٹھنے کے لئے جگہ کا انتظام کیا جائے۔
سرو مظفر (9Th) یہ ہمارا حق ہے کہ ہمیں پاکستان کے پیارے علاقوں کی سیر کرائی جائے تاکہ ہم اپنا پاکستان دیکھیں۔
زینت مظفر (6Th) ہمارا خاص خیال رکھا جائے یہ ہمارا حق ہے۔
صبا مظہر (8Th) ہمارے لئے مفت تعلیم کا بندوبست کیا جائے صحت کے لئے خاص بندوبست کیا جائے چھوٹے بچوں کو ورکشاپوں سے بچایا جائے اور انہیں اچھی تعلیم کا حق دیا جائے اس کے علاوہ سکول میں کھیل کے میدان بنائے جائیں تاکہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ ذہنی نشوونما بھی ہو۔
صدف فیاض (5Th) سب سے پہلے ہمارے اساتذہ کو چاہئے کہ ہمارے حقوق کا پورا پورا خیال رکھیں کیونکہ اگر ہمارے اساتذہ ہمارے حقوق کا خیال رکھیں گے تو ہماری شخصیت نکھرے گی۔
محمد ساجد جاوید (9Th) تعلیم ہمارا حق ہے یہ ملنی چاہئے۔ ہم قوم کا سرمایہ ہیں۔ اگر تعلیمی معیار اچھا ہوگا تو ہمارا ملک ترقی کرے گا۔
بابر رمضان (7Th) مجھے پڑھنے کے لئے بہت دور سے آنا پڑتا ہے اس لئے مجھے سائیکل دلوا دیں یہی میرا حق ہے۔

وسیم احمد مغل (7Th) مجھے پڑھنے کا بہت شوق ہے لیکن ہم غریب ہیں اور میری فیس معاف نہیں ہوتی۔
ارسلان احمد (9Th) ہمیں کھیلنے کے لئے کوئی جگہ میسر نہیں اور ہمیں زبردستی کام پر لگایا جاتا ہے۔
راحت نوید (6Th) اچھی تعلیم، صحت و صفائی۔
محمد فیصل (6Th) اچھی صحت، اچھی تعلیم اور اچھی زندگی گزارنا۔
نوید مشتاق (6Th) معلوم نہیں۔

عثمان اشرف (6Th) ہم اپنے ماں باپ کی خدمت کرتے ہیں یہ ان کا حق ہے۔ ہمارا پتہ نہیں کیا حق ہے۔
ظفر اقبال (10Th) میرے والدین میری تربیت بہت اچھے طریقے سے کریں مجھے اچھی تعلیم دلائیں یہ میرا حق ہے۔
امان اللہ (10Th) میری اچھی طریقے سے تربیت کی جائے میری جو تعلیم کی کمی ہے اس کو پورا کیا جائے۔
محمد توصیف (10Th) دل لگا کر تعلیم حاصل کرنا۔
محمد سرور (10Th) معاشرے میں ہمیں وہ معیار نہیں دیا جاتا جو ہمارا حق ہے اور پڑھائی کے تمام حقوق حاصل نہیں۔
سکندر حیات (9Th) ہمارے حقوق یہ ہیں کہ ہم سب کو چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں کی عزت کرنی چاہئے۔
امجد علی (9Th) ہمیں استاد کی بات توجہ سے سننی چاہئے اور عزت کرنی چاہئے
عثمان سعید (9Th) ہمیں کھیلنے کے لئے وسیع جگہ میسر نہیں ہوتی اور ہمیں زبردستی کام پر لگایا جاتا ہے اور لوگ پڑھنے نہیں دیتے۔
محمد رفیق شاد (10Th) چھوٹے بچوں کو ان کا حق یعنی تعلیم ضرور دینا چاہئے۔ اس لئے محترم والدین کم از کم پرائمری تعلیم مکمل کئے بغیر کام پر نہ لگائیں۔
ذیشان حیدر (9Th) ہمیں کھیلنے کی اشیا میسر نہیں زبردستی کام پر لگایا جاتا ہے۔
شاہد ندیم مسیح (9Th) ہمیں سائنس کی کتابیں نہیں ملتی جس کی وجہ سے میرا پڑھائی میں دل نہیں لگتا۔

ملک حسن شوکت (6Th) سکول میں کام کرنا پوری دیانت داری سے استادوں کا حکم ماننا۔
انس علی (6Th) میں ماں باپ کی خدمت کرتا ہوں۔
حسان اشرف (6Th) میرے حقوق میں ماں باپ کا حکم ماننا اچھے کام کرنا اور غریبوں کی مدد کرنا اور نماز ادا کرنا شامل ہیں۔
طاہر محمود (6Th) اچھی صحت اچھی تعلیم اور اچھی زندگی گزارنا۔
محمد قیصر (8Th) والدین کی عزت کرنا اچھے کام کرنے چاہئیں۔ ہر کسی کو برے کاموں کو روکنا چاہئیں۔
عمر فاروق (9Th) ہمارے حقوق یہ ہے کہ ہم کو بڑوں کا ادب کرنا چاہئیں
زمان اللہ (9Th) میں اچھی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔
وقاص لیاقت: ایک بچے اور اس کے حقوق اچھے استاد اور اچھی تعلیم اور اچھا ماحول وغیرہ۔
واجد معراج (9Th) میں اچھی پرورش پانا چاہتا ہوں اچھے ماحول میں زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔
تنویر حسین (9Th) تنویر حسین کا خیال ہے کہ چونکہ آج کا دور سیاست کا ہے اس لئے بچوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہئے۔
علی حمزہ (7Th) میرا حق یہ ہے میرے والدین بہت غریب ہیں اور میرے ابو مزدوری کرتے ہیں مجھے سائیکل چاہئے۔
فیض الرسول (5Th) اعلیٰ تعلیم اعلیٰ ٹیچر آسان طریقہ تعلیم ہمارے بھی حقوق ہے۔
سلیم منیر (7Th) ہمیں اپنے والدین کی خدمت کرنی چاہئے میں سکول جاؤں تو مجھے کوئی نہ روکے یہ میرے حقوق ہے۔
محمد آصف (9Th) ہمارے شہر میں بچوں کے لئے کوئی پارک نہیں ہے اس لئے بچوں کا مستقبل تباہ ہونے سے بچایا جائے۔
محمد نعیم (9Th) تعلیم ہمارا حق ہے یہ ملنی چاہئے ہم قوم کا سرمایہ ہیں
ذیشان علی (9Th) بچوں کو اچھی تعلیم حاصل کروائی جائے کم از کم ان کو میٹرک تک تعلیم ضرور دلوانا چاہئے اور ان پر چھوٹی عمر میں مزدوری کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے۔
عرفان ورک (9Th) ہمارے حقوق یہ ہے کہ بڑوں کی عزت کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا۔
محمد عثمان اسلم (8Th) تعلیم حاصل کرنا، کھیلنا سکول آنے کے لئے سائیکل چاہئے کیونکہ سکول کافی دور ہے۔
محمد فاروق انور (9Th) میرا حق یہ ہے کہ مجھے مناسب پڑھائی کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تربیت کے لئے والدین کی توجہ کی ضرورت ہے اس کے علاوہ کھیل کے لئے بھی تھوڑا وقت ملنا چاہئیں۔
ملک محمد زبیر: اچھی تعلیم، اچھی غذا، اچھا ماحول اور اچھے استاد وغیرہ یہ سب ہمارے حقوق میں شامل ہے۔
عدنان احمد (6Th) ہمیں اپنے ماں باپ کی خدمت کرنی چاہئے اور اپنے ہمسایوں کا خیال رکھنا چاہئے۔
شہزاد رضا (7Th) کسی بھی بچے سے عمر سے زیادہ مشقت نہ لی جائے ہر بچے کو سخت مشقت سے تحفظ دلایا جائے بچوں کے بڑھتے ہوئے جسم کو ضرورت کے مطابق متوازن خوراک دی جائے تاکہ مضبوط جسم سے بہتر کارکردگی ہو۔

واہ کیا بات ہے

چھوٹی لکڑیاں

ایک دفعہ شیخ سعدی کسی جنگل سے گزر رہے تھے کہ انہیں ایک بچے کی زور زور سے رونے کی آواز آئی جب شیخ سعدی نے آواز سنی تو فکر لاحق ہوئی کہ بچہ کسی مشکل میں نہ ہو۔ بچے کو تلاش کرنا شروع کیا۔ جب بچے کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک چھوٹا سا بچہ رب ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز ہے اور زور زور سے رو رہا ہے۔ تب شیخ سعدی نے پوچھا کہ اے بچے! تو کون ہے تو بچے نے کوئی جواب نہ دیا اور مسلسل روتا رہا۔ اس طرح جب شیخ سعدی نے دوسری اور پھر تیسری بار آواز دی تو جواب میں اس بچے نے غصے میں کہا تم کون ہوتے ہو میری عبادت میں خلل ڈالنے والے تب آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر پوچھا اے بچے تیرا استاد کون ہے۔ جس نے تیری اچھی تربیت کی ہے تو اس نے جواب دیا کہ میری ماں میری استاد ہے پھر بچے نے کہا کہ ایک دن میری ماں چولہے میں لکڑیاں جلا رہی تھی مگر لکڑیاں زیادہ بڑی تھیں اس وجہ سے آگ نہیں لے رہی تھیں تو میری ماں نے پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں نیچے رکھیں اور ان کو آگ لگا کر پھر اوپر بڑی لکڑیاں رکھی اس طرح بڑی لکڑیاں بھی جلنے لگیں۔ میں اس وقت اپنی ماں کے پاس بیٹھا تھا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو مجھے فکر لاحق ہوئی کہ قیامت کے دن بھر نمرود اور فرعون جیسے بڑے بڑے گناہ گاروں کو آگ لگانے کے لئے پہلے ہم جیسے چھوٹوں کو آگ میں ڈالا گیا تو کیا ہوگا۔ بس اس کے بعد میں اللہ رب العزت سے رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔ رمشال سی گل نشاط کالونی لاہور

☆...... کچھ حق ایسے بھی ادا ہوتے ہیں

آپ کا بچہ حساب میں کمزور ہے میں نے کل اس سے پوچھا کہ میں نے تین انڈے حسن کو چار انڈے اکرم اور پانچ انڈے تمہیں دوں تو بتاؤ میں نے کل کتنے انڈے دیئے آپ کے بچے نے صحیح جواب دینے کی بجائے شرما کر کہا نہیں سر آپ انڈے نہیں دے سکتے۔

چھ عادتیں

ایک روز خلیفہ ہارون الرشید نے لوگوں سے کہا کہ اگر نیک بننا چاہتے ہو تو بچوں جیسی عادتیں بنالو۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ خلیفہ نے کہا "بچوں میں ایسی عادتیں ہوتی ہیں کہ اگر یہ بڑوں میں ہوں تو وہ ولی اللہ بن جائیں وہ عادتیں یہ ہیں۔

1-رزق کا غم نہیں کرتے۔
2-مل کر کھاتے ہیں۔
3-لڑتے ہیں تو دل میں کینہ نہیں رکھتے۔
4-اپنے بڑوں سے ڈرتے ہیں۔
5-ذرا سی دھمکی ملے تو رونے لگتے ہیں۔
6-دشمنی کا جامہ مستقل نہیں پہنتے۔

نائلہ انعام (لنک روڈ لاہور)

دنیا کے سبھی بچے معصوم ہوتے ہیں

"دنیا کے سبھی بچے" معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ غیر محفوظ بھی ہیں اور دوسروں کے رحم و کرم پر زندگی گزارتے ہیں۔ ان میں نئی نئی باتیں جاننے کی جستجو ہے۔ وہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ ان دل میں امیدوں کے چراغ روشن ہیں۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ ان کا وقت سکون سے گزرے۔ انہیں خوشی میسر ہو۔ انہیں پڑھنے لکھنے' کھیلنے کودنے اور جسمانی نشوونما کے مواقع حاصل ہوں۔ ان کی ذہنی صلاحیت اور فطری رجحان کے مطابق مستقبل کی خاکہ بندی کی جائے۔ جیسے جیسے وہ زندگی کی ڈگر پر آگے بڑھیں۔ اپنے ماحول سے پوری طرح باخبر ہوتے جائیں اور نت نئے تجربے حاصل کریں۔ لیکن بہت سارے بچوں کیلئے ان کا بچپن ایک تلخ حقیقت رکھتا ہے۔

سربراہی کانفرنس برائے بہبود اطفال اقوام متحدہ نیویارک
30 ستمبر 1990

(سید ذوالفقار حسین زلفی جھاوریاں)

جینے کا حق

مجھے اپنے جینے کا حق چاہئے
زمین جس پہ میرے قدم تک سکیں
ستاروں بھرا اک فلک چاہئے
مجھے اپنے جینے کا حق چاہئے

زمانے نے ہر اک خوشی چھین لی ہے
میرے لب سے رنگین ہنسی چھین لی ہے
میں کھیلوں کھلونوں سے لیکن کسی نے
میری ان سے وابستگی چھین لی ہے

آپ بہت ہنستے ہیں اور مسکاتے ہیں
سوتے ہیں' آنکھوں میں خواب سجائے جاتے ہیں
اور ہم ہیں کہ ان نازک سے کندھوں پر
جیون بھر کا بوجھ اٹھائے جاتے ہیں

رانا بابر حیات

کتنی رقم سے کیا خریدا جائے؟

100 ڈالر
ایک اے کے 47 رائفل
کافی تعداد میں وٹامن اے کے کیپسول جن سے ایک سال کی عمر کے تین ہزار بچوں کو اندھے ہونے سے بچایا جاسکتا ہے۔

10 کروڑ ڈالر
ایک کروڑ انسان دشمن بارودی سرنگیں
تقریباً 7 لاکھ بچوں کو چھ مہلک بیماریوں کے کافی تعداد میں ٹیکے لگوائے جاسکتے ہیں۔

80 کروڑ ڈالر
23 ایف سولہ لڑاکا طیارے
دس سال کے لئے نمک میں آئیوڈین کی آمیزش تاکہ 16 ارب لوگوں کو محفوظ کیا جاسکے۔ جنہیں ذہنی پسماندگی اور آئیوڈین کی کمی کے عوارض لاحق ہونے کا خطرہ ہے۔

24 ارب ڈالر
ایک ایٹمی آبدوز
چار کروڑ 80 لاکھ افراد کو سستے پانی اور صفائی کی سہولت

24 ارب ڈالر
گیارہ بمبار طیارے جو ریڈار پر نظر نہیں آسکتے۔
13 کروڑ 50 لاکھ بچوں کے لئے پرائمری تعلیم کی سہولت جو سکول میں زیر تعلیم نہیں ہیں۔

رانا محمد شاہد۔ بورے والا

بس اتنا سوچتا رہتا ہوں

اک پیارا بچہ میں بھی ہوں
آنکھوں کا تارا میں بھی ہوں
مرے ہم جولی اور ہم عمر
جب علم کی راہ پر چلتے ہیں
تو ایسے پیارے لمحوں میں
کیوں میرے چھوٹے ہاتھوں میں
کوئی ورق نہیں کوئی لفظ نہیں
اوزار ہیں بس سب لوہے کے
کیوں میرے کپڑے گندے ہیں
کیوں برسوں سے یہ ایسے ہیں
میں خود بھی تو ایک پھول ہوں
ناں
پھر پھولوں کو کیوں بیچتا ہوں
میں صاحب کے نئے بوٹوں پر
کیوں صبح پالش پھیرتا ہوں
گر ایسا کرنا نہ چاہوں
کیوں باغ کا ہر اک کانٹا ہی
میرے پیروں میں چبھتا ہے
پھولوں جیسا تو میں بھی ہوں
تاروں جیسا تو میں بھی ہوں
اے رب تیری اس دھرتی پر
چندا جیسا تو میں بھی ہوں
بس اتنا پوچھنا چاہتا ہوں
بس اتنا سوچتا رہتا ہوں
گر سب بچوں جیسا ہوں میں
تو بچہ کیوں نہیں لگتا ہوں

جویریہ انجم بخت لاہور کینٹ

بچوں کے حقوق

یہ معلومات بچوں کے حقوق کے معاہدے سے حاصل کی گئی ہیں۔ اس معاہدے پر دنیا کے تقریباً تمام ملکوں نے دستخط کئے ہیں پاکستان نے بھی 1990ء میں اس معاہدے پر دستخط کئے اس معاہدے کے تحت بچوں کو زندگی' صحت' تعلیم' تفریح اور دوسرے بہت سے حقوق حاصل ہیں۔

1- 18 سال سے کم عمر کے تمام افراد بچوں میں شامل ہیں۔
2- لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کے لئے تعلیم ضروری ہے۔
3- زندگی کے ہر مرحلے پر لڑکے اور لڑکی کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا چاہئے۔
4- ذہنی یا جسمانی طور پر معذور بچوں کا حق ہے کہ ان کو بھی تعلیم کی مکمل سہولیات ملیں۔
5- ماں باپ کا فرض ہے کہ بچوں کی صحت کا خاص خیال رکھیں۔
6- 14 سال سے کم عمر بچوں پر کسی قسم کی مزدوری کا بوجھ نہ ڈالیں۔
7- بڑھتے ہوئے بچوں کو مناسب آرام اور کھیل کود کا موقع ضرور ملنا چاہئے۔
8- بچوں کو سختی سے نہیں بلکہ پیار اور نرمی سے سمجھایا جائے۔
9- بچوں کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیں۔
10- بچے سے متعلق فیصلہ کرتے وقت بچے کے بہترین مفاد کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مہوش جان۔ لاہور

استعمال شدہ

ایک چھوٹے بچے نے اپنے استاد کو بتایا "سر اللہ میاں نے ہمیں ایک چھوٹی سی بہن دی ہے۔
سر نے پوچھا" کیا وہ تمہیں پسند ہے؟"
بچے نے کہا۔ "سر وہ مجھے اچھی نہیں لگتی" "تو تم اللہ میاں سے بدل کر بھائی لے لو"
"سر اب یہ نہیں ہوسکتا" "کیوں نہیں ہوسکتا؟"
سر اس لئے کہ ہم اسے چار دن استعمال کر چکے ہیں۔ بچے نے جواب دیا۔

میں ایسے کیسے کر سکتا ہوں

ایک لڑکا ہر روز اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو تنگ کرتا ایک دن ماں نے نصیحت آمیز لہجے میں کہا! دیکھو بیٹا چھوٹوں کو مارنا بہت بری عادت ہے وہ ہمارے سامنے والے ہمسائے کا لڑکا علی بہت اچھا ہے بڑوں کا کہنا مانتا ہے اور اپنے چھوٹے بھائی سے بہت پیار کرتا ہے تم ایسا کیوں نہیں کرتے۔
لڑکا بولا! میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں' میں تو اس کے چھوٹے بھائی کو جانتا بھی نہیں۔

کاش ایسا ہو کہ 2002ء کی پہلی خبر یہ ہو

☆...... ہر بچے اور بچی کو تعلیم دے دی گئی۔
☆...... ہر ایک بچے کو صحت کی سہولیات' پینے کا صاف پانی' بہتر غذا اور مناسب دیکھ بھال مل گئی۔
☆...... بچوں کی بہتری کیلئے ملک سے غربت کا خاتمہ ہو گیا۔
☆...... بچوں کو ہر طرح کے تشدد اور زیادتی سے محفوظ کر دیا گیا۔
☆...... ورکشاپ' ہوٹلوں' فٹ پاتھ پر کام کرنے والے تمام "چھوٹے" اب سکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔
☆...... بچوں کیلئے ماحول کو صاف رکھا گیا۔
☆...... والدین اور دوسرے لوگوں نے بچوں کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع فراہم کیا۔
☆...... بچوں کی عزت نفس کو مجروح نہیں کیا گیا۔
☆...... خصوصی بچوں کے لئے علیحدہ تعلیمی نظام کی سہولیات فراہم کر دی گئیں۔
☆...... ہر شخص اور ہر بچے کو "بچوں کے حقوق" کا علم ہو گیا

کاش ایسا ہو جائے تو پھر ہمارا پیارا ملک "پاکستان" مزید خوبصورت ہو جائے کہ اس کے بچوں کی خوبصورتی قدر دانی اور تحفظ سے ہی ساری خوبصورتی ہے۔

غزالہ تبسم راولاکوٹ آزاد کشمیر

گدھا

ایک صاحب گھبرائے ہوئے گھر واپس آئے اور بیوی سے کہنے لگے بیگم! میں دفتر آ رہا تھا کہ راستے میں گدھا......

اتنے میں ان کی بچی بول اٹھی "امی جان! باجی نے میری گڑیا توڑ دی۔
بیوی نے کہا "اچھا میں تمہیں نئی گڑیا لا دوں گی" "ہاں تو بیگم میں کہہ رہا تھا کہ ایک گدھا......" شوہر نے پھر کہنا چاہا "بیگم! وہ گدھا......" اسی وقت ایک اور بچہ روتا ہوا آیا اور ماں سے کہنے لگا "امی امی وہ......"
مگر ماں نے غصے میں اسکی بات کاٹ کر کہا۔ "خدا کے لئے چپ ہو جاؤ کم بختو! مجھے گدھے کی بات سننے دو"۔

پھول کا مقبول عام کالم..... جس میں آپ ہر جمعرات اور جمعہ دو بجے سے چار بجے تک فون نمبر 54-6367551 پر براہ راست ایڈیٹر بھیا سے باتیں کر سکتے ہیں' شکایتیں لگا سکتے ہیں تبصرے سنا اور مشورے لکھوا سکتے ہیں۔

ٹیلی ٹوکنگ کالم

☆..... آپ لوگوں کو اس کالم میں اچھا خاصا وقت ڈال دیتے ہیں۔ یقین نہیں آتا کہ اداریے جیسی سنجیدہ اور عمدہ تحریر لکھنے والا اس قدر ہلکی پھلکی باتیں بھی کر لیتا ہوگا۔ میں سالوں سے خاموش قاری ہوں..... اچھا اچھا ماشاء اللہ آپ خاموش قاری ہیں تو کیا باقی دھماکے دار قاری ہیں۔ یہ راولپنڈی سے اسامۃ الکبریٰ تھیں۔

اسامہ نے اپنے بھائیوں عثمان رضوان اور بہن عائشہ کا نام بھی لکھوایا۔

☆..... میں رابعہ حبیب نہیں رابعہ حفیظ بول رہی ہوں۔ سال اول میں ہوں اور میری کال انعامی ہوئی تھی۔ ہاں نام میں حبیب چھپ گیا تھا۔ پھر سعدیہ حفیظ سے بات ہوئی ہم نے پوچھا کیا کرتی ہیں؟ بولیں کچھ نہیں کرتیں۔ ہم نے دل میں سوچا پھر تو گھر والوں کی ڈانٹ کھانے میں خاصی خود کفیل ہوں گی۔ کم لوگ ہی ہوتے ہیں کہ فارغ ہوں اور گھروں پہ جملوں سے ان کی فضول "خدمت خاطر" نہ ہو.....

☆..... عارفہ ناہید بہاول پور پی کام پارٹ فرسٹ نے بتایا کہ انہیں اپنا سرپرائز فون دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مما نے کہا بیٹا جو ہم نہ کر سکے وہ تم نے کر دکھایا۔ بہت مبارک دی اور شاباش بھی.....

☆..... ملتان سے محمد فاروق نے کہا کہ نیا شمارہ بہت اچھا تھا۔ ہاں بک شیلف کے دو صفحے کر دیا کریں۔ ہم نے کہا ارے بابا!! ابھی ایک صفحے کو تو "رواں" ہونے دیں پھر دوسرا بھی کر دیں گے۔

انعامی

شیلا ہمدانی نے کھڈیاں خاص (سال اول) نے فون کیا تو ہم نے پوچھا باتیں بعد میں پہلے یہ بتائیں کہ یہ کھڈیاں پیش سے ہے یا زیر سے۔ شیلا نے ہماری بات پہ دھیان دیئے بغیر نعرہ لگایا کہ آپ واقعی بھیا ہیں۔ یقین نہیں آ رہا کہ آپ سے بات ہو رہی ہے۔ میں بے حد EXC ITED ہوں۔ ہم نے ہنستے ہوئے کہا۔ بابا آرام سے تسلی سے۔ چند روز پہلے جب ہماری ڈاکٹر عبدالقدیر خان سے ملاقات ہونے والی تھی تو ان کو دیکھ کر ہماری شیخوپورہ گرلز کلب کی صدر بھی اس زور سے اچھلیں تھیں کہ کرسی کے کڑاکے نکل گئے۔ شیلا نے پوچھا بھیا میرا نام کیسا لگا؟ ہم نے کہا شروع میں تو شعلہ سا لگا تھا۔ پھر پتا چلا کہ شیلا ہے۔ شیلا کو فیس تو فیس بے حد پسند ہے۔

اداریہ تو بے حد عزیز اور شعر و شاعری سبحان اللہ گلے ہاتھوں شیلا نے ایک شعر پہ بس ہاتھ صاف کر لیا..... پھر بتانے لگیں کہ اتنی باتیں سوچی تھیں سب بھول گئی۔ آپ سے بات کرانے سے پہلے آپریٹر نے نعت کی ریکارڈنگ شیلا نے اچانک وقفہ کیا اور بولیں بھیا میں بھول ہی نہ جاؤں ایک مسئلہ ہے انور مقصود کا انٹرویو تو چھاپ دیں آپ کے پاس تو ہر مسئلہ کا حل ہے۔

ہم نے سوچا بھلا انٹرویو کیسے مسئلہ ہو سکتا ہے۔ شیلا نے جب فون کیا تب ہم کشمیر جانے والے تھے۔ اس نے کہا مجھے کشمیر سے بہت محبت ہے۔ اہل کشمیر کو میرا اسلام کہیے گا۔ میں ان کی آزادی اور خوشحالی کیلئے بہت دعائیں کرتی ہوں۔ وہ زمین کیلئے نہیں دین اور جذبے کیلئے لڑ رہے ہیں۔ آپ بہت اچھا کرتے ہو ان سے ملنے جاتے ہو۔ انہیں تحفے دیتے ہو۔ دعائیں لیتے ہو۔

☆..... نوبہ سے عظمیٰ نے فون کیا کہ پنجاب یونیورسٹی میں شام کی کلاسز میں داخلے کیلئے کیا میتھ ہونا ضروری ہے۔ ہم نے پتا کروایا تو علم ہوا کہ ایم سی ایس میں شام کی کلاسز میں میتھ کے بنا بھی داخلہ ہو جاتا ہے۔ اسلام آباد سے طاہرہ مریم کا کئی بار فون آیا انہیں ایم اے اسلامیات کی ایک کتاب چاہیے تھی۔ وہ بھجوادی اور نہ ملی تو ان کے ابو کا فون آیا ہم نے ہنستے ہوئے کہا۔ آپ کا اپنا محکمہ ہے ہم بھلا کیا کہیں کہ اس کی کارکردگی کیسی ہے؟ اپنے افسر اعلیٰ کی صاحبزادی کی امانت پہنچا دے پھر تبصرہ کریں گے۔ شکر ہے پارسل مل گیا۔ بلکہ پہنچ گیا۔

☆..... فائزہ عروج نے لاہور سے بھکر والوں کو سلام کیا۔ امی خان کا حال پوچھا اور کہا کہ میرے خواب کو تعبیر دو اور وہاں بھکر میں کلب بناؤ۔ اتنی سستی اچھی نہیں۔

☆..... ترنڈہ محمد پناہ سے عمران نے ممبر شپ کے کارڈ ملنے پر شکریہ کہا ویسے عام طور پہ یہ قوم شکوہ ہی کرتی ہے کہ بہت ملا یا نہیں ملا۔ شکریہ کم ہی ادا ہوتا ہے۔

جویریہ نے اعوان ٹاؤن سے بتایا کہ میرے بھائی عثمان دس سال سے پھول پڑھ رہے ہیں میں پہلے تو نہیں پڑھتی تھی اب پڑھنا آ گیا ہے۔ اچھا! ہم نے حیرت سے پوچھا اب کس کلاس میں؟ جواب ملا 4TH ائیر کراچی سے عبدالصمد مظفر کا فون آیا۔ کہنے لگے بھیا بہت مس کرتا ہوں ہر نماز میں دعا کرتا ہوں لاہور سے دوستوں کے خط بھی آتے ہیں تو بڑا حوصلہ ملتا ہے۔ نوشین آپی اور آمنہ آپی کو سلام کیا۔ بتانے لگے کہ شروع میں تو بہت لوگ اس لئے کلینک پر آئے کہ پنجاب سے ایک نیا لڑکا سا ڈاکٹر آیا ہے اسے دیکھنا ہے۔ عبدالصمد میاں الحبیب ہمیو ہربل کلینک شاپ نمبر5۔ محمد بن قاسم سنٹر منوڑو کراچی فون 2852370 پر ہوتے ہیں۔ اور ان دنوں کراچی اور سندھ میں پھول کہانی گھر کے صدر کی حیثیت سے اپنی ٹیم بھی تلاش کر رہے ہیں۔ عقل مندوں کے لئے اشارہ کافی ہونا چاہیے۔

جوہر ٹاؤن سے صہیب انوار 8TH نے اپنی بہن صوبیہ 4TH ہم نے کہا صہیب میاں پھول پر سخت سی تنقید کریں سوچتے رہے پھر بولے چناب کنارے اچھی نہیں لگی ہم نے کہا نیل گائے جو ماری جاتی پھر آپ نے خوش ہونا تھا۔ انہوں نے پھول فری میڈیکل کیمپس پر مبارکباد دی کہ بہت اچھا کام کیا ہے۔ پھول نے۔

نارووال سے شاہد علی نے کہا بھیا آج کل IT کا بہت شور ہے اس بارے میں کیا خیال ہے ہم نے کہا آپ سے ہم اتفاق کرتے ہیں کہ اتنا شور ہے کہ noise پالوشن پھیلانے پر چالان ہو سکتا ہے۔

فتح گڑھ سیالکوٹ سے صوبیہ امبر نے پہلی بار کال کی۔ ویل کم انہیں بھی بیڈ ٹائم پسند نہیں آئی۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ آپ کی کہانی میں moral lesson نہ ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے میڈیکل فری کیمپس کا سلسلہ بہت اچھا ہے اور پھول تو سب سے ہی اچھا ہے۔ صوبیہ نے اپنی دوست صالحہ ارشد کو سلام کیا اور یہ کہا کہ تم اچھے کام کرتی اچھی لگتی ہو۔

شیرا کوٹ سے اقرا نے پھول کی تعریف کی اور دعوت دی کہ ہم ان کے پاک انجلز سکول گلشن راوی کسی روز آئیں۔ ہم نے کہا دعوت کا شکریہ اپنی پرنسپل صاحب یا صاحبہ سے کہیے کہ کسی روز ہم سے رابطہ کر کے طے کر لیں۔

نائیلہ بختیار نے کوہاٹ سے شکریہ ادا کیا کہ ان کی امی کی برسی پر ہم نے نظم شائع کی۔ نائیلہ ہماری بے حد اچھی اور پرانی ساتھی ہیں۔ شروع دنوں سے پھول کی قاری ہیں۔ پہلے پہل تو صرف لطیفے ہی بھجوایا کرتی تھیں پھر خط اور تحریریں بھی آنے لگیں آج کل سنا ہے بچوں کو پڑھا رہی ہیں۔ انہیں اچھا انسان بنا رہی ہیں نائیلہ Keepitup

منصورہ ملتان روڈ سے بلال میاں نے فون کیا میٹرک میں ہیں مسعود قریشی صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ انہیں اور ان کے گھر والوں کو شان شہید بھی بے حد پسند ہے۔ نوشین اور جویریہ کی کہانیوں کی تعریف کر رہے تھے۔ فیصل آباد میں مقیم اپنے دوست نعیم کو پیغام دے رہے تھے۔ ان کی امی مسز مسعود سے بھی بات ہوئی۔ بہت اچھی اور سلجھی ہوئی خاتون ہیں کہنے لگیں۔ گھر میں سبھی پھول پڑھتے ہیں اور خاص طور پر میں خود تو بالکل miss نہیں کرتی۔

میں صغریٰ ہوں..... جی اچھی بات' کہاں سے بول رہی ہیں' ہم نے بڑی ملائمت سے پوچھا پھر بھی گھبرا کر بولیں جی اپنے گھر سے بول رہی ہوں۔ ہمارا اپنا فون ہے۔ صغریٰ کے جواب ہم نے خاموشی اختیار کی تو انہوں نے بتایا کہ تایا ابو کی بیماری کے باعث کئی ماہ تک پھول نہیں پڑھ سکی۔ اب پڑھا ہے تو اچھا لگا انہیں پھول میں انگریزی لکھی ہوئی اچھی نہیں لگتی۔ بلکہ سمجھ نہیں آتی بی بی! پڑھو گی نہیں تو سمجھو گی کیسے۔

ملتان سے عبدالصمد 8TH نے فون کیا انہیں پسند بھی چیزیں تھیں ناپسند کچھ نہیں۔ اپنے دوست مدثر اقبال کو سالگرہ کی مبارک دے رہے تھے۔ اللہ جانے مبارک کب پہنچے۔

بدوملہی سے اقراء بخاری (سال دوم) نے بتایا کہ 9th سے پڑھ رہی ہوں۔ اب ممبر بننے کو بھی بڑا دل کرتا ہے۔ ہم نے بتایا کہ کام ہی آسان ہے ایک خط لکھیں اور ممبر شپ فارم منگوا لیں۔ اقراء کا کہنا تھا کہ آپ ہمیشہ اچھی تحریریں لکھتے ہیں۔ اس بار سادہ سی تھی اس لئے پسند نہیں آئی۔ اقراء کی دوست ہیں اقصیٰ بخاری انہیں ہپی برتھ ڈے

ڈڈیال آزاد کشمیر سے شاہدہ III ائیر نے ایک سال بعد ہمیں یاد کیا۔ انہیں تازہ شمارے کی بیڈ ٹائم مزے کی لگی۔ soft سی تھی۔ بڑا انجوائے کیا۔ اداریے کے بارے میں کہہ رہی تھیں کہ مایوسی ہی امید دلاتی ہے۔ تھکن میں راحت کا باعث بنتا ہے۔ تازگی اور طاقت ملتی ہے اور احساس ہوتا ہے کہ اس طرح کی سوچ میں اکیلی نہیں ہوں۔ ہم نے ان سے پھول میں کمی بیشی کا پوچھا خرابی یہ سوال کیسا جواب بڑا مشکل ہے۔ ان کا کہنا تھا خرابی لگے ہی نہ تو کوئی کہاں سے ڈھونڈے کیوں کمی بنے۔ ایک چیز اتنی محبت اور پیار سے ہمارے لئے بنے اور اتنی دور بیٹھے اتنے آرام سے مل جائے اس پہ

تو شکر واجب ہے۔ ناشکری اور تنقید کی کیا تک ہے۔ شاہدہ بہت سوچ سمجھ کر بول رہی تھیں۔ میری زندگی میں اگر کوئی خوب صورتی ہے تو وہ اچھی سوچ ہے یہ پھول نے ہی سمجھایا اور لکھایا کہ **Always think positivly** دوسرے منفی طور پر سوچیں تو بھی حالات کیسے ہی خراب کیوں نہ ہوتب بھی۔ گرم گرم پانی پر ٹھنڈی ہوا پڑے تو جو صورت ہوتی ہے وہی پھول کی تحریروں کی ہے۔ روح تک ٹھنڈک اترتی ہے۔ شاہدہ صابر اتنے مان اور پیار سے بول رہی تھیں کہ ہم ان کی کسی بات پر شرمسار بھی نہ ہو پائے۔ اصل میں کوئی جملہ تعریف کا ہی نہیں ساری باتیں سارے لفظ تو ان کے وجود اور یقین کا حصہ تھے۔ ان کا یقین ہمیں بہت بھایا سو ان کو خبر دی کہ چندا خوش ہوں آپ کا فون بھی انعامی ٹھہرا۔

عائشہ انیس کا فاطمہ جناح میڈیکل کالج سے فون آیا بتانے لگیں کہ پھول ہومن ریسورس ڈویلپمنٹ کے پروگراموں میں آ کر میری تو سوچ اور زندگی ہی بدل گئی ہے۔

ملتان سے مونا چودھری کا بہت دنوں بعد فون آیا کہہ رہی تھیں نوشین آپی بہت عمدہ لکھتی ہیں۔ گہری بات لے کر آتی ہیں تنویر حسین کی باتیں مزے دار ہوتی ہیں۔

شہزاد قاسم نے بہاول پور سے کہا کہ بھیا 28 جولائی کے بعد ٹائم دے دیں بہاول پور تر نڈہ اور رحیم یار خان میں پروگرام کروانے ہیں۔ آم اور کھجور سے میزبانی کریں گے۔ ہم نے کہا بابا آم کھانے اتنی دور آ ئیں۔ یہ مہنگا سودا ہے۔ یہاں بھی اچھے آم مل رہے ہیں ویسے ہم کچھ کچھ آمادہ ہیں دورے کیلئے۔

بہاول پور سے عائشہ کا فون آیا انہوں نے ہمیں خط لکھا تھا اور پریشان تھیں کہ اتنا سخت خط تھا آپ کو ملا کیوں نہیں۔ تین چار بار فون آیا۔ پھر ایک روز بتانے لگیں وہ خط گھر میں اپنے تکیے کے نیچے پڑا مل گیا ہے آپ کو ابھی تک کیوں نہیں ملا۔

تر نڈہ محمد پناہ سے عبدالرحمٰن فاروقی اور سیف الرحمٰن فاروقی کے الگ الگ فون آئے۔ ہوگا۔

ملتان سے داؤد (ائیر) نے سلام دعا کی پھر اپنے بھائی محمد عمران محمد انس کا سلام دیا اور ممبر شپ فارم کی درخواست کی۔

سانگلہ ہل سے حافظہ فائزہ مہوش کو ماہ جون کا سرورق اچھا لگا شان شہید بھی بہت عمدہ لگی۔ سالگرہ کے کالم کی غیر حاضری کا پوچھ رہی تھیں۔ منصور میاں کی طبیعت ٹھیک نہیں سوری کیا کریں۔

فیصل آباد سے علیزے سے بڑے دنوں بعد بات ہوئی انہیں کرنیں سب سے اچھی لگیں۔ اپنی دوست فائزہ حمید کو پیغام دیا کہ اچھے دوست وہ ہوتے ہیں جو پوچھیں کہ ہم کیسے ہیں

وردہ نے **pcsir** سے نئے شمارے کی تعریف کی بیڈ ٹائم ایک بات پوچھوں اور ڈیکسٹر لیبارٹری کو پسند کیا انہیں اپنی دوست ثناء بہت اچھی لگتی ہے اسے سلام کہا اور یہ بھی کہ پھول شوق سے پڑھا کرو۔

ڈی جی خان سے رخسانہ نے کہا کہ شکریہ ادا کرنا ہے انعامی کتب مل گئی ہیں۔ سلمیٰ اسماعیل سے بھی بات ہوئی ان کے بھائی سے بھی سلام دعا ہوئی شکیل میٹرک میں ہیں۔ انہیں وہ کہانی اچھی لگی جس میں گیٹیاں جو الجھ گئیں۔ ہم نے پوچھا کیا کہاں چھپی ہے۔ بولے گیٹیاں نہیں گتھیاں اوہ استغفراللہ وہ گیٹیاں پڑھتے ہیں کنفیوز ہو رہے تھے۔

نورین مختار نے لاہور سے **sms** کیا کہ نیا شمارہ میرے سامنے ہے اور بہت اچھا ہے۔

میں عائشہ ضیا ہوں بچوں والی اس وقت سرجی مڈ ہسپتال کے فورتھ فلور پر ہوں۔ بیڈ ٹائم پڑھی ہے مزے کی لگی۔ میرا بھی شکار پر جانے کو بہت جی چاہ رہا ہے۔ دوسرے سے مسکرا کر ملنا چاہئے۔ اس سے اپنی **face value** بڑھتی ہے۔

گلرکہار سے ڈاکٹر اکرام الحق اور سعدیہ بھابھی کے علاوہ ان کی امی سے بھی بات ہوئی۔ وہ سب یقین دلا رہے تھے کہ ذرا موسم ٹھیک ہو جائے آپ کو شکار کیلئے دوبارہ بلوانا ضرور ہے۔ ہم نے مشورہ دیا اب کے موٹر سائیکل کی ڈگی ذرا بڑی ہو تو بہتر ہے تاکہ نیل گائے پوری آ جائے۔

محفوظ پورہ لاہور سے مہوش نے پوچھا ناشتے میں آپ کیا کھاتے ہیں۔ ہم نے بتایا کہ ڈان صرف چکھتے ہیں۔ جنگ خبریں انصاف پڑھتے ہیں نوائے وقت نیش سویٹ ڈش کے طور پر لیتے ہیں۔ مہوش کی دوست انیقہ ارباب اور عائشہ ہیں۔ وہ اپنے نام چھپنے پر خوش تھیں۔ مہوش رانی!

> **اب کے موٹر سائیکل کی ڈگی بڑی**
>
> **ہو تاکہ نیل گائے پوری آ جائے**

آپ ناشتے کا پوچھ رہی تھیں ہاں بابا آپ کے ہاں کوئی بہتر مینو ہو۔ تو ہم مروت والے لوگ ہیں کیسے انکار کر سکتے ہیں۔

فرحان عزیز تاج پورہ سکیم سے پھول کے جلدی ختم ہونے کا کہہ رہے تھے کہ پتا ہی نہیں چلتا اور صفحے ختم ہو جاتے ہیں۔ انہیں فورم اور **yes its me** بے حد پسند ہے۔ اب تک اپنے پانچ دوستوں کو پھول سے متعارف کروا چکے ہیں شاباش کیلئے ہم نے انہیں 10 جولائی کو پھول فورم میں بھی آنے کی دعوت دے ڈالی ہے۔

ثمن میو نے جوہر آباد سے بتایا کہ آپ سے بات کر کے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ ثمن ایم ایڈ کرنا چاہ رہی ہیں ہم نے ہمت بڑھائی اور بندھائی کہ جو پڑھنے اور کرنے کو جی کرے اللہ جی سے مدد مانگیں اور کر گزریں۔

آصف محمود نے منڈی عثمان والا سے نئے شمارے کی تعریف کی۔ ہاں لطیفہ یہ ہوا کہ انہیں بیڈ ٹائم سمجھ نہیں آئی۔ وہ فلسفہ ڈھونڈ رہے اور فلسفہ پرانی مچھلی طرح جال میں آیا ہی نہیں۔ آصف میاں گھبرائیں نہیں اس طرح کے کاموں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔

کوکب نوشین نے ڈی جی خان سے کہا کہ پھول اس لئے پیارا ہے بہت اعتماد دیتا ہے۔ بہت حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

کوٹ قیصرانی تونسہ شریف سے محمد آصف شاہین نے پہلی بار فون کیا اور سارا وقت اسی بات میں گزار دیا کہ ہائے ہائے یقین نہیں آ رہا۔ اب بھلا ہم اتنی دور سے کیسے چونڈی واڈھ کر یقین دلاتے۔

ایک فون پچھلے ماہ آیا تھا نبیلہ بھابھی کا چشتیاں سے کہ بھائی بیڈ ٹائم بہت اچھی تھی باپ جیسا۔ ہر جملہ ٹھاہ ٹھاہ کر کے دل کو لگا۔ اظہر بھی کہہ رہے تھے کہ بہت سچی ہے۔ ظالم نے کئی بار رلا دیا۔

طارق محمود نے ہری پور (سرحد) سے حفظ کیا ہے بتا رہے تھے کہ میرا انعام نکلا تھا۔ انہیں کرنیں اور اداریہ پسند آئے۔ ان کے چھوٹے بھائی بلال احمد، زبیر احمد اور عمیر پھول میں لطیفے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ہری پور میں ان کے دوست محمد احمد ان کو سلام کہہ رہے ہیں۔

کرن نے لاہور کینٹ سے کہا بھیا مزاحیہ بیڈ ٹائم دے کر دل خوش کر دیا۔ آپ بہت اچھے ہیں کتنا ہمارا خیال رکھتے ہیں۔ کرن نے اپنی دوست شہلا صوبیہ جبیں اور تبسم کے نام سے لکھوائے۔

ساہیوال سے اقصیٰ سلیم انصاری **7TH** کو گتھیاں جو الجھ گئیں اور الحدیث زیادہ پسند آئیں۔ بہن عمارہ آمنہ اور بھائی عمر بھی شوق سے پھول پڑھتے ہیں۔

علامہ اقبال ٹاؤن سے ساجدہ اقبال نے حال چال پوچھا اور اپنا بتا کر فون بند کر دیا۔

شادمان سے عظمیٰ شاہ نے کہا آپ براہ کرم اسی طرح کی بیڈ ٹائم مت لکھا کریں۔ اتنے مسئلے مسائل ہیں دنیا کے۔ دکھی دکھی لکھا کریں۔

رابعہ نے **paf** سے کہا اداریہ میں بالکل سچی اور کھری بات تھی۔ میں دو سال سے پڑھ رہی ہوں۔ بس بات کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

ہم آپ کے بہت بڑے فین ہیں۔ ہم نے فوراً وضاحت چاہی۔ کتنے بڑے 56 انچ سے بڑے تو فین ابھی تک بنے ہی نہیں۔

ثنائلہ ملک **10th** ملتان سے تھیں۔ کہنے لگیں بھیا پہلی بار فون کیا اور آپ کی آواز سنی ہے۔ بہت ایکسائیٹڈ ہو رہی ہوں۔ ہم نے ہنستے ہوئے کہا آپ شوق سے ایکسائیٹڈ ہوں۔ ہمارے لئے کیا حکم ہے۔

ثنائلہ نے کہا بھیا سچ بات یہ ہے کہ خوش اتنی ہوں کہ بات ہی نہیں ہو رہی۔ ہم نے انہیں سلامتی کی دعا دی اور اجازت چاہی۔

سیالکوٹ سے حمیرا حنا **9th** نے نئے شمارے کو بے حد پسند کیا اور اپنی دوست فاطمہ عبدالرشید سے کہا کہ غرور نہ کیا کریں۔ سب کو برابر سمجھے اور سب سے بات کرے وہ سائنس پڑھنے کی وجہ سے غرور کرتی ہے۔ یہ بھلا غرور کی کون سی بات ہے۔ ایک دنیا ہے جو سائنس نہیں پڑھتی اور پھر بھی ترقی کرتی ہے۔

ثمرین لطیف افشاں بشیر محمد صدیق شام کے بھٹیاں مانا بریاں گھڑیانوالہ مہرین لاہور کینٹ آسیہ کنول لاہور کے بھی فون آئے مگر ہماری بات نہ ہو سکی۔ ہاں مسز ظہیر نے شادمان سے ہماری کھچائی کی کہ بیڈ ٹائم میں اس جانور کا ذکر کیوں کیا ہے؟ آپ ایڈیٹر ہیں آپ کو خود خیال کرنا چاہئے۔ ہم تو سوچ میں پڑ گئے کہ ہم سے بھلا کہاں اور کیا غلطی ہوئی۔ دنیا بنانے والے نے ایک جانور بنایا پھر چاروں طرف پھیلایا بابا اس پر اعتراض کرو۔ ہم کہاں اس اعتراض کو اٹھا سکتے ہیں۔ ویسے بائی دا وے سور کے نام لینے سے آپ پریشان ہو گئیں۔ لوگ سور کو پالتے ہیں ہمارے سارے سیاستدان سور کا شکار کرتے ہیں۔ حکومت سور کی دمیں جمع کرتی ہے اور انعام دیتی ہے۔ انگریز سور کو ذبح کر کھاتے ہیں تجارت کرتے ہیں۔ میں تو اس نامراد جانور کو ہلاک کرنے گیا تھا تاکہ ایک آدھ کے ناپاک وجود کا دنیا پہ بوجھ تو کم ہو۔ آپ نے اس پہ بھی برا منایا مارنے بھی نہیں دیتیں۔

تفریح ہمارا حق ہے مانتے سبھی ہیں مگر ادا کب کرتے ہیں

ملتان میں پھول کا تفریحی مشاعرہ

رپورٹ و اہتمام: محمد عمر رحمٰن
کمپیئرنگ: کاشف یعقوب + سعدیہ گیلانی + سید ارتضیٰ حیدر

پھول کا پروگرام لاہور میں ہو تو بارش لازم سمجھی جاتی ہے۔ مگر ملتان جو "گرد، گدا، گرما، گورستان" کی وجہ سے مشہور ہے یہاں افق پر اٹھنے والی گھٹا اکثر آندھی کی نوید لاتی ہے۔ جب ہمارے اوپن ائر مشاعرے کی تمام تیاریاں مکمل ہو چکیں اور سٹیج اور ٹینٹ وغیرہ کھڑے ہو گئے تو اچانک افق پر گھٹا چھا گئی جسے دیکھتے ہی ہم سجدے میں گر گئے کہ یا اللہ آج نہیں۔

مگر ہو سکتا ہے کہ کسی نے ہم سے بھی زیادہ خلوص اور زور و شور سے آندھی کی دعا مانگی ہو اور دیکھتے ہی دیکھتے ہماری عارضی خیمہ بستی زمین بوس ہو گئی۔

اور آندھی بھی شاید نہ رکنے کے لیے چلی تھی اور ہم تو مشاعرہ ملتوی کرنے کا سوچ بیٹھے تھے مگر بھلا ہو مظہر بھائی کا جو عین وقت پر پہنچ گئے اور فرمانے لگے کہ "پھول والے جب کچھ کرنے کا عزم کر بیٹھیں تو پھر آندھی ہو یا طوفان کوئی بھی راستہ روک نہیں سکتا۔"

اخبار میں اشتہار آ چکنے کی وجہ سے نئے نویلے شاعروں کا تانتا

اسے دیکھتے ہی ہم تو سجدے میں گر گئے



قوم کی واہ واہ کے شور سے معلوم ہوا کہ ابھی سب سوئے نہیں



بندھ گیا اور تقریباً تیس کے قریب نو آموز شعراء نے مشاعرے میں اپنا کلام سنایا۔ یاد رہے کہ یہ مشاعرہ خصوصی طور پر نوجوان اور نئے شاعروں کے لیے ترتیب دیا گیا تھا۔

مشاعرہ خان ویلج کے پارک میں منعقد ہوا۔ صدارت معروف مزاحیہ شاعر خالد مسعود خان نے کی۔

موسم کی خرابی کے باعث مشاعرہ آٹھ کے بجائے رات گیارہ بجے شروع ہوا اور پھول کی محبت نے سننے والوں کے واپسی کے دروازے بند رکھے۔ تلاوت کلام پاک کی سعادت سلطان نے حاصل کی۔

ہمارے کمپیئر کاشف یعقوب اپنی "طوالت" ارتضیٰ حیدر اپنی "فصاحت و بلاغت" اور سعدیہ گیلانی اپنی "علالت" کی وجہ سے حاضرین کو جمائیاں لینے پر مجبور کرتے رہے۔

بھلا ہو ہمارے نوجوان شعراء کا (بشمول ہمارے) جو اپنے پھڑکتے ہوئے اشعار سے سامعین کو گرماتے رہے اور قوم کی واہ واہ اور مکرر مکرر کے شور سے معلوم ہوا کہ ابھی سب سوئے نہیں۔ جن شعراء نے مشاعرے میں اپنا کلام سنایا ان کے نام یہ تھے۔ مدثر حسین درد (فرسٹ ائر گورنمنٹ کالج سول لائنز)، محمد عثمان (سیکنڈ ائر)، عمران ممتاز (سر گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول)، کاشف یعقوب (بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی فزکس)، شبیر مصطفیٰ نیر (گورنمنٹ کالج ملتان)، رفیق ناز (میٹرک)، غلام زکریا مجید (گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول)، اعتزاز تقی (پنجاب کالج)، عابد حسن (این سی ای ایس)، محمد حماد احمد (نشاط ہائی سکول)، فرخ خان ترین (نشاط ہائی سکول)، عمیر خالد (نشاط ہائی سکول)، محمد عرفات ظہور (زکریا یونیورسٹی)، سلطان محمود (کیمبری ہیئسو ہائی سکول)، داؤد عزیز (گورنمنٹ کالج)، فیصل نعیم (میٹرک)، سرفراز چودھری (گورنمنٹ کالج)، اظہر کیانی (گورنمنٹ سائنس کالج)، جمشید کیانی (گورنمنٹ سائنس کالج)، شعیب اسلم (الخیر یونیورسٹی)، سعدیہ گیلانی (خواتین یونیورسٹی)، ارتضیٰ حیدر (یونیورسٹی گیلانی لاء کالج) اور "ہم" وغیرہ وغیرہ۔

یوں تو تمام شعراء کا کلام ہی ان کی عمروں کے لحاظ سے اچھا تھا مگر جگہ کی کمی اور ہماری حس نسیان کے باعث انہی اشعار پر اکتفا کریں۔

ذرا سی مشکل آن پڑی تو سب ہی ساتھ چھوڑ گئے
جان سے پیارا کہنے والے بیچ منجدھار میں چھوڑ گئے
سب کو چھوڑو اپنا سوچو تم نے کیا، کیا عزیز
ہر مشکل میں چلنے والے تم اپنا ساتھ ہی چھوڑ گئے
(داؤد عزیز)

اور ایک نظم بعنوان "سوتے پرندے"

اے خدا!
تیرا شکریہ
تو نے محبت کو زمین پر اتارا
کہ جیسے کوئی چمکتا ستارا
مگر اے خدا!
یہ محبت کرنے والے سارے
یہ دل کو بھانے والے سارے
یونہی بیٹھے بیٹھے اچانک
کسی خزاں رسیدہ پیڑ کی مانند
کیوں چپکے چپکے کھو جاتے ہیں
کہ جیسے
سر شام پرندے سو جاتے ہیں
(محمد عمر رحمٰن)

آخر میں جناب خالد مسعود خان نے اپنا مزاحیہ کلام سنایا اور عوام کے پیٹوں میں بل پڑ گئے۔ آپ بھی پڑھیں اور خوب ہنسیں۔

کچھ لنگ لیفٹ ہوا ہے ابے واہ
بیا فیر ریجیکٹ ہوا ہے ابے واہ
سوئی میں دھاگہ ڈالنے والی نوکری پر
اپنا ایک سلیکٹ ہوا ہے ابے واہ

اوکھا ہویا ہم سے اکڑا کیہ کریے
ایسے ای گل پر ہو گیا جھگڑا کیہ کریے
جی کرتا ہے اوس رقیب کی گردن کٹ لگائیں
لیکن ہے وہ ہم سے تگڑا کیہ کریے

تعاون: امید سحر (یوتھ آرگنائزیشن)
عکاسی: سرفراز چودھری

تینوں کمپیئرز اپنی طوالت، فصاحت اور علالت سے حاضرین کو جمائیاں لینے پر مجبور کرتے رہے



فرائض تو پورے کریں حقوق بھی مل جائیں گے

سپیریئر سائنس کالج گوجرانوالہ میں
پھول پیرنٹس کونسل کے اجلاس میں نئی اور پرانی نسل کے دلائل

امجد اعجاز احمد چودھری

چودہ صدیاں پرانی بات ہے۔ گلیاں مدینہ کی ہیں اور دن عید کا۔ چھوٹے بچے زرق برق لباس زیب تن کئے اچھل کود کر رہے ہیں۔ انہی کے درمیان ایک بچہ کہ نہ تن پہ کپڑے اور نہ پاؤں میں جوتا۔ گمزار رہا ہے کہ اس کا باپ جو کسی جنگ میں مارا جا چکا ہے۔ اگر زندہ ہوتا تو وہ بھی دوسرے بچوں کے ہمراہ خوشیوں میں شریک ہو سکتا تھا۔ اتنے میں سرور کونین ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ بچے سے رونے کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ اسے اپنے ہمراہ گھر لے جاتے ہیں۔ بچے کو نہلایا جاتا ہے۔ نئے کپڑے اور جوتا پہنایا جاتا ہے اور یہ خوشخبری سنائی جاتی ہے کہ تم بے آسرا نہیں ہو آج سے فاطمہ تمہاری بہن اور عائشہ تمہاری ماں ہے۔ منظر بدلتا ہے۔ وہی بچہ جو چند لمحے قبل پریشان و بے آسرا تھا فرط انبساط سے اچھلتا کودتا انہی بچوں میں آ شریک ہوتا ہے اور انہیں اپنی بپتا سناتا ہے تو وہ بچے بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں کہ کاش آج ہمارے باپ زندہ نہ ہوتے۔ بچوں کے حقوق کے لئے شاید یہی ایک واقعہ کافی ہے۔ ایسی ہی باتوں کو جاننے کے لئے پھول پیرنٹس کونسل کا اجلاس سپیریئر سائنس کالج گوجرانوالہ میں منعقد کیا گیا۔ پروگرام کی صدارت پروفیسر امان اللہ چیمہ پرنسپل سپیریئر سائنس کالج گوجرانوالہ نے کی۔

تعارف کے بعد اختر بھیا نے بات کا آغاز کیا۔ چونکہ حقوق بچوں کے تھے لہذا شرکاء میں بچوں کی معقول تعداد موجود تھی اور سب سے پہلے سوال بھی انہیں سے کیا گیا کہ آپ کے خیال میں بچوں کے حقوق کیا ہیں اور کیا وہ پورے ہو رہے ہیں؟

فصیح الرحمن ۔۔۔ پہلے والدین اور بچوں میں فاصلہ بہت ہوتا تھا اب حالات بدل گئے بچوں کی اپنے بڑوں کے ساتھ قربت بڑھی ہے، جس سے وہ اپنے مسائل بڑوں سے شیئر کر سکتے ہیں۔

فائزہ۔۔۔ بحیثیت ایک بہن / بیٹی بچی کو خود اعتمادی دی جانی چاہئے تمام حقوق صرف لڑکوں کے لئے ہی نہیں ہونے چاہئیں۔

محمد عرفان شوکت۔۔۔ بڑوں سے راہنمائی ملنی چاہئے۔ بچیوں کو ہر طرح سے تحفظ اور خود اعتمادی دینی چاہئے۔

شہباز۔۔۔ مختلف علاقوں میں حقوق کے تصور مختلف ہیں۔

عنصر بشیر۔ بچوں سے ہر بات زدوکوب کر کے نہیں منوانی چاہئے۔

عمر خیام۔۔۔ بچوں سے ان کے ذاتی معاملات ایجوکیشن اور دیگر میں رائے لینی چاہئے نہ کہ ان پر اپنے فیصلے ٹھونسیں......

اسد نوید۔۔۔ بچوں کی رائے پر بھروسہ نہیں کیا جاتا خواہ وہ ان کے چھوٹے چھوٹے معاملات اور خوشیاں ہی کیوں نہ ہوں۔

نعمان شاہد۔۔۔ بچی اور بچے میں فرق نہیں ہونا چاہئے۔

حسن علی۔۔۔ سکول ٹائم کے بعد ٹیوشن اور رات کو ہوم ورک نہ تو آرام کا وقت ملتا ہے اور نہ ہی ہم نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا۔

ضیاء الحسن۔۔۔ آزادی اور پابندی۔ دونوں ایک خاص حد تک ہونی چاہئیں



عبدالباسط' کمپیوٹر ٹیچر۔۔۔ ہم تعلیم دے اور لے تو رہے ہیں مگر تربیت نہ دے رہے ہیں اور نہ لے رہے ہیں۔ یہی ایک مرکزی پوائنٹ ہے۔ ہمیں تعلیم کے ساتھ تربیت پر بھی توجہ دینی چاہئے۔

عظمت شیخ۔ وائس چیئرمین پیرنٹس کونسل۔۔۔ یاد رکھیں! آپ جہاں بھی ہوں۔ جو بھی مضمون پڑھا رہے ہوں۔ اپنے وطن اور مذہب کو مت بھولیں۔ روایات کو مت بھولیں۔

نسیم اختر چیئرمین پھول پیرنٹس کونسل۔۔۔ تعلیمی اداروں میں تعلیم تو ہے مگر تربیت کا فقدان ہے۔ بچوں سے مشاورت نہیں کی جاتی۔ تعلیم کو تربیت سے الگ کرنے کا نقصان یہ کہ اولاد والدین سے دور بھی ہو گئی ہے اور نافرمان بھی۔

پروفیسر امان اللہ چیمہ پرنسپل سپیریئر سائنس کالج سابق ڈائریکٹر تعلیمات ہم تو جانے والے ہیں۔ اپنے حصہ کا پارٹ پلے کیا۔ اب آپ کا زمانہ ہے۔ جو کہ بہت فاسٹ ہے اپنا رول اچھے طریقے سے پلے کریں۔ جو غلطیاں بڑوں سے ہوئی ہیں انہیں مت دہرائیں۔ اپنی اقدار' روایات' مذہب اور وطن سے تعلق کو مضبوط بنائیں۔ اساتذہ سے کہوں گا کہ بغیر تیاری بھی کلاس میں نہ جائیں۔ یہ بچوں کا حق ہے اپنے پروفیشن سے زیادتی نہ کریں۔ بحیثیت قوم۔ اپنے فرائض کا خیال رکھیں تو حقوق خود بخود پورے ہوتے جائیں گے اور ملکی حالات بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔

پروفیسر امان اللہ چیمہ۔ پرنسپل سپیریئر سائنس کالج۔

میرا خیال تھا کہ ایک عام سا پروگرام ہوگا نشستند گفتند برخاستند والا مگر یہاں تو معاملہ الٹ نکلا۔ بچوں کے حقوق سے متعلق اتنی سیر حاصل گفتگو ہوئی جس کی شاید کسی کو توقع نہیں تھی۔ پھول نے واقعی دل موہ لئے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارے ادارہ میں آئندہ بھی ایسے پروگرام ہوں۔ تاکہ بچوں اور ان کے مسائل سے آگہی ملتی رہے۔

پروفیسر نعیم مسعود' گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ۔۔۔ جب مجھے اس پروگرام کی دعوت دی گئی تو مجھے توقع نہیں تھی کہ پروگرام اتنا اچھا ہو گا۔ بچوں، والدین، ٹیچرز کو کھل کر بولنے کا موقع ملا۔ بہت سی نئی باتیں سامنے آئیں جن پر ہم نے شاید کبھی غور نہیں کیا تھا۔







پروفیسر مرزا عنایت اللہ گورنمنٹ اسلامیہ کالج گوجرانوالہ۔ پھول پیرنٹس کونسل۔ پھول کی ایک اچھی کاوش ہے۔ جو کہ شاید وقت کی ضرورت بھی ہے کیوں کہ بچوں اور بڑوں کے درمیان جو کمیونیکیشن گیپ آ رہا ہے۔ اس سے بھی بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہیں ان مسائل پر بات کرنے اور فاصلے کم کرنے کے لئے پیرنٹس کونسل ایک اچھا فورم ہے۔

صفحہ بتایئے انعام پایئے

مرتب: ناظم حسین - پاکپتن

لاہور چونگی امرسدھو سے بلال' عبدالغفار' عاصمہ لیاقت' توقیر نذیر احمد' محمد شہزاد صدیق' محمد حفیظ' شہباز سلامت' محمد اعظم' آمنہ سرور' محمد صادق بوٹا' سحرش' محمد شاہد اشرف' مصباح ارشد' نوید بن سرور' شبانہ' جمیلہ مشتاق' عمرانہ سرور' زاہد لیاقت' محمد شکیل' نوید انجم شہزاد' ناصر حسن' شمائلہ نورین' فوزیہ اصغر' مہوش' شیخ وسیم الحسن' سمیرا اشرف' روبی اشرف' صائمہ لیاقت' زاہد مقبول' شہباز شریف' شہباز صدیق' شفیق عبدالستار' شاہدہ پروین' محمد اکرم طالب' دلشاد رمضان' نفیس لطیف' سمیع اللہ' علی احمد' چاند شریف' اللہ رکھی' ثمینہ طالب' اقرار مشتاق' احمد رضا' سعدیہ رانی' شہزاد بشیر' شازیہ' صائمہ صدیق۔

لاہور سے افنان گل' عبدالماجد' عفت عزیز' عبدالمنان' بسم اللہ پھول' مبشر انعام' نسرین اختر' زارامیر جان' التمش احمد' زونیرہ گل فورٹ عباس' میمونہ خان اوکاڑہ' فرزانہ کوثر رحیم یار خان' نبیلہ بتول سیالکوٹ' محمد اقبال جہانیاں منڈی' وحید احمد منچن آباد' عائشہ کنول ساہیوال' ہما حسین ہاشمی جھنگ' ثوبیہ سمیرا جہانیاں منڈی' شکیلہ منظور قصور۔

صوبہ سرحد ہنگو سے

نائلہ کلثوم بنگش' زینب خانان بنگش' آمنہ وکیل' مترہ شاہ' عالیہ صادق' صدف کمال' یاسمین احمد' نادیہ شمس' صائمہ ناز آفریدی' صائمہ جہان' ناظم حسین تابلو پاکپتن' محمد رزاق صابر ٹوبہ ٹیک سنگھ' محمد اسد ڈیرہ غازیخان' آصف عزیز رحیم یار خان' خالد محمود شیخوپورہ' سید شاہ حمد علی وہاڑی' ذوالفقار علی ساجد ٹوبہ ٹیک سنگھ' عائشہ چودھری ٹوبہ ٹیک سنگھ' ولید بن نوید فیصل آباد' نعمان علی فیصل آباد' محمد حبیب حسن نارووال' امامہ زینب بٹ شیخوپورہ' عائشہ فیصل آباد' ام حبشہ چکوال' رابعہ خالد فیصل آباد' سید علی عمران جھمرہ سٹی' محمد نوید دانش دریا خان' سید جاوید اقبال آزاد کشمیر' مہ جبین گجرات' محمد کلیم احمد لاہور' صفیہ جبیں جہلم' فاخرہ لیاقت لاہور' علی رضا گجر دیپالپور' ابو اسامہ ٹوبہ ٹیک سنگھ' تانیہ الطاف گجرات' مریم شاہد منڈی بہاؤالدین' سلیم اختر شیخوپورہ' محمد جنید مظفرگڑھ' شاہ محمود شیخوپورہ' نعیم احمد ناز بہاولپور' سید ذوالفقار حسین زلفی جھاوریاں' محمد ثناء اللہ ننکانہ روڈ' عبدالوقار بہاولنگر' گل محمد دانش دریا خان' آفتاب حیدر دریا خان' محمد کامران دانش' مقبول احمد ملک بھکر' آصف جبین بہاولپور' اشتیاق سکی قبولہ پاکپتن' زرینہ پیر بخش ٹوبہ ٹیک سنگھ' تحریم جاوید فیصل آباد' یاسر حماد ناصر شیخوپورہ' مہوش یوسف لاہور' سہیل مصطفیٰ سرگودھا' ثاقب محمود اٹک شہر' محمد سہیل اٹک' محمد عاطف ظفر فورٹ عباس' سمیع اللہ بہاولنگر' عابدہ رحمٰن کراچی' ایمن سلیم سیالکوٹ' حارث بٹ شیخوپورہ' باسط علی نسیم ہاشمی آزاد کشمیر' محمد عظیم سرور فاروق آباد' نصیر احمد ساجد منڈی روڈالہرود' ملک نواز احمد منڈی روڈالہ روڈ' محمد آصف صادق ٹوبہ ٹیک سنگھ' ندیم احمد شہزاد فاروق آباد' محمد حسین فاروق آباد' نعمان صدیق آزاد کشمیر' انعام الحق جڑانوالہ' رابعہ کرن وہاڑی' عظمیٰ اقبال سرگودھا' فرحت جبیں شیخوپورہ' اورنگزیب گجرات' ام سلمیٰ چکوال' محمد سلیمان وہاڑی' نعمان ہاشمی اوکاڑہ' محمد آصف ساہیوال' فضل احمد ننکی' رقیہ جبیں ٹوبہ ٹیک سنگھ' نیلم عاشق سیالکوٹ' عطیہ ارم چکوال' صائمہ سحر گل میاں چنوں' میمونہ فردوس لاہور' نادیہ حسین راجن پور' تصور عباس جلالپور جٹاں' صبیحہ عبدالقدوس خانیوال' عامر ذیشان سیالکوٹ' سمیرا امین لاہور' قمر جاوید ڈیرہ غازیخان' اطہر رشید خانیوال' راحیلہ عنایت گجرات' محمد بلال موہل سیالکوٹ' حاجی محمد عامر ڈسکہ' ثمینہ صادق ڈسکہ' روبینہ صادق ڈسکہ' شمالہ صابر ڈسکہ' سعدیہ اقبال رحیم یار خان' یاسر مسعود جہلم' احمد وقاص جہلم' محمد فاروق اعظم دھریالہ جالپ جہلم' محمد علی جہلم' نازش خورشید اسلام آباد' عامر حیات کنڈی میانوالی' بشیر حیدر چکوال' اسدالرحمٰن لاہور

انعامی کوپن

پتہ ماہنامہ پھول-4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

اس ماہ کے جملے

1- میرے سب گناہ معاف ہو جائیں گے
2- یہ ایک نیا سلسلہ ہے
3- اسے بھلا اور کیا سزا مل سکتی ہے
4- آپ نے مجھے صدر چن لیا
5- میں اسے اس طرح شیئر کرنا سکھا سکتا ہوں

یہ رہے صفحات کے نمبر

1.........2..........3.........

4.......5..........

نام..................عمر..................

گھر کا پتہ..............................

....

کوئز کی دنیا

1- نیاگرا آبشار کی بلندی کتنی ہے؟
(ا) 1900 فٹ (ب) 180 فٹ (ج) 2001 فٹ
2- گارے اور مٹی کا بنا ہوا دنیا میں سب سے بڑا ڈیم کونسا ہے؟
(ا) تربیلا ڈیم (ب) منگلا ڈیم (ج) سملی ڈیم
3- اسلامی جمہوریہ پاکستان کے موجودہ صدر کا نام بتائیں؟
(ا) رفیق تارڑ (ب) غلام اسحاق خان (ج) چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف
4- ISSB کس چیز کا مخفف ہے؟

کوئی شعر نیا، کوئی بات نئی

کرن زرین گل......کراچی

پیارے پھول ساتھیو! السلام علیکم! اردو کا شعری ذخیرہ نہایت وسیع ہے اردو نے آنکھ کھولی تو فارسی کا دور دورہ تھا چنانچہ اردو شعراء نے بھی اردو، فارسی دونوں میں طبع آزمائی کی اور اپنی کوششوں سے اردو کو فارسی کا ہم پایہ بنا دیا۔ اسی طرح ہم مختلف شعراء کی شاعری دیکھیں تو میر تقی میر اردو شاعری کی تاریخ میں سب سے ممتاز غزل گو ہیں۔ اس لئے آج تک ان کی غزل کو اردو غزل کا نمائندہ کہتے ہیں ان کی شاعری بہت موثر بیان ہے۔ اثر انگیز ہے اور دنیا کی بے ثباتی، ناپائیداری اور انسان کی مجبوری کی ترجمانی کرتی ہے۔ یہ تو تھیں میر کی شاعری پہ کچھ باتیں اب ہم ہر ماہ کسی مشہور شاعر کی شاعری پر بات کیا کریں گے۔ اب دیکھتے ہیں اسی ماہ کا انتخاب، فرحانہ ملک، چوک سرور شہید سے وصی شاہ کا شعر لکھتی ہیں:

"وصی یقین ہے مجھ کو وہ لوٹ آئے گا
اسے بھی اپنے کیئے کا ملال ہوتا ہے"

****

یہ مشترکہ شعر سید علی رضا نقوی نے ساہیوال سے اور سعدیہ عمران نے نامعلوم مقام سے لکھا ہے:

"ہاتھوں کو نہ دیکھو آنکھیں بھی پڑھ لیا کرو
کچھ سوالی بڑے خوددار ہوا کرتے ہیں"

****

ارج نصیر ارج نے ڈیرہ اسماعیل خان سے یہ شعر سپرد قلم کیا ہے:

"اب دیس کی دولت نہیں جاگیر کسی کی
اب ہاتھ کسی کے نہیں تقدیر کسی کی"

****

حافظ محمد شہزاد قاسم بہاولپور سے یہ شعر لکھتے ہیں:

"دل میں کتنے زخم ہیں کسی کو کیا پتہ اے شہزاد
یہ اور بات ہے کہ ہم مسکرا کے جیتے ہیں"

****

سعدیہ ملک، سمہ سٹہ سے سعد اللہ شاہ کی شاعری سے انتخاب لائی ہیں:

"اے سعد دیکھنا کہ نہ جانا ادھر ادھر
بھٹکا رہا ہے سب کو زمانہ ادھر ادھر
بس میں نہیں ہمارے کہ پوری ہو خواہش
بکھرا ہے خواب اپنا سہانا ادھر ادھر

****

جام محمد افضل بزرہ نے یہ شعر بہاولپور سے بھیجا ہے:

"بہت کیا ذکر تیرا کچھ بھی نہ ہوا وصول ہمیں
اتنا ذکر خدا کرتے تو یقیناً آج ہم ولی ہوتے"

محمد اعظم شبیر نے گوجرانوالہ سے غالب کا یہ شعر لکھا ہے

"کی ہم نے وفا تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں
آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے
کہنے جاتے ہیں پر دیکھئے وہ کیا کہتے ہیں"

****

یہ قطعہ ہمیں چونگی ضلع قصور سے محمد سعد وقاص رانا نے ارسال کیا ہے:

"قربت بھی نہیں دل سے اتر بھی نہیں جاتا
وہ شخص کوئی فیصلہ کر کے بھی نہیں جاتا
دل کو اس کی چاہت پہ بھروسا بھی بہت ہے
اور اس سے بچھڑ جانے کا ڈر بھی نہیں جاتا"

****

عائشہ حبیب نے لاہور سے وصی شاہ کا شعر بھیجا ہے:

"یہ اور بات تھی کہ گل کی طرح مہکتے رہے
وگرنہ رکھتے تھے ہم بھی مزاج کانٹوں کا

****

پروین شاکر کا یہ قطعہ رضوانہ گل نے تحصیل اوگی سے لکھا ہے:

"ایک موہوم تمنا کے مارے نکلے
چاند کے ساتھ تیرے ہجر کے سہارے نکلے
وہ تو جان لے کے بھی ویسا سبک نام رہا
عشق کے باب میں سب جرم ہمارے نکلے

****

حاجی محمد عامر مغل ڈسکہ سے امجد اسلام امجد کا قطعہ لکھتے ہیں

کہاں آ کے رکتے تھے راستے کہاں موڑ تھا اسے بھول جا
وہ جو مل گیا اسے یاد رکھ جو نہیں ملا اسے بھول جا
یہ جو آگہی کا سراب ہے یہی سب سے بڑھ کر عذاب ہے
یہ سمجھ وہ عکس خیال کوئی خواب تھا اسے بھول جا

****

سمیرا اختر نے شعر کے ساتھ یہ جملہ لکھنے کی خواہش کی ہے "سیون گروپ کے لئے ان کی دوست کی جانب سے"

"چاہت کی عظمت کو کبھی رسوا نہ کیا ہم نے
دھوکے تو بہت کھائے کبھی دھوکہ نہ دیا ہم نے"

****

صبوحہ رؤف کراچی سے رقمطراز ہیں۔

"تقدیر سے مل بھی جاتے ہیں اخلاص و محبت والے دل
یہ چیز ابھی تک دنیا میں کمیاب ہے نایاب تو نہیں"

****

خالدا اقبال الہ آباد سے لکھتے ہیں:

"اپنے ہی ہم سے وفا نہ کر سکے
ہم دوسروں سے شکوہ کیا کریں گے"

پچھلی بار کے مصرع طرح بہترین شعر صالحہ ارشد منہاس نے

****

تخلیق کیا ان کا تعلق سیالکوٹ سے ہے ویل ڈن صالحہ شعر ہے:

"یہاں دنیا میں تو جنت بسانا چاہتا ہے
پھر کیوں انسان جہنم میں ٹھکانا چاہتا ہے

****

صائمہ کنول نے فیروزہ سے ہمیں احمد فراز کا شعر بھیجا ہے۔

لاکھ بے مہر سہی دوست تو رکھتے ہو فراز
ان کو دیکھو جنہیں کوئی ستمگر نہ ملا

****

قراۃ العین حافظ آباد سے لکھتی ہیں۔

اپنی آنکھوں کے چراغوں کو جلائے رکھنا
شب کے گلدان میں پھولوں کو سجائے رکھنا
تیرگی کچے گھروندوں پہ مسلط کیوں ہے
قصر شاہی میں یہ آواز اٹھائے رکھنا

****

احسان محمود ٹیپو نے نوشی گیلانی کا یہ شعر نارووال سے ارسال کیا ہے۔

سب اپنی ذات کے اظہار کا تماشہ ہے
وگرنہ کون یہاں پانیوں پہ چلتا ہے

****

ایم ابوبکر حیدر سرگودھا سے پروین شاکر کا شعر لکھتے ہیں۔

کبھی تنہائی سے محروم نہ رکھا مجھ کو
دوست ہمدرد ہے کتنا میری ذات کے ساتھ

****

نائمہ نورین نے احمد فراز کا یہ شعر ہمیں لیاقت پور سے بھیجا ہے۔

تنگ آ کر ہم جو بیچنے نکلے وفا فراز
لوگوں نے پھر خلوص کے دام گرا دیئے

****

عائشہ آصف فیصل آباد سے نوشی گیلانی کا شعر لکھتی ہیں۔

خیال تھا کہ سنائیں گے حال دل لیکن
ہم اسکے سامنے عرض ہنر بھی بھول گئے

****

ہما جبیں ہاشمی کا انتخاب سیٹلائٹ ٹاؤن جھنگ سے۔

تتلیوں کے موسم میں نوچنا گلابوں کا
ریت اس نگر کی ہے اور جانے کب سے ہے
دیکھ کر پرندوں کو باندھنا نشانوں کا
ریت اس نگر کی ہے اور جانے کب سے ہے

آئندہ کے لئے مصرع طرح ہے "کچھ جلد ہی پھیل گیا اندھیرا آج شام" اور اب ایسا کیجئے کہ مصرع طرح کے ساتھ اپنی ذاتی شاعری میں سے شعر یا قطعات بھجوایئے اور داد پایئے کیوں کہ داد و تحسین دینے میں "پھول" اور پھول والے بہت مشہور ہیں اب اجازت دیجئے۔ اللہ حافظ

"مثبت رویئے اور کامیابی" پر نارنگ منڈی میں کہانی گھر

اہتمام : صائمہ صدیق رپورٹ : نسیم پرویز ۔۔ کمپئرنگ : نبیلہ نسرین پروگرام کا باقاعدہ آغاز عابدہ عنایت کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ اور رسالت مآب کی شان میں نعت کی فوزیہ اللہ دتہ نے سعادت حاصل کی مثبت رویے اور کامیابی کے موضوع پر عزوبہ شائق پرجوش انداز میں تقریر کی اور کامیابی کے عنوان سے کنسل نے کہانی پیش کی۔ عابد نے مثبت رویے اور کامیابی کے حوالے سے تقریر کی۔ دادی اماں نے "موتیوں کی مالا" اور پھولوں کی ملکہ سنائی جو بچوں نے بڑی دلچسپی اور توجہ سے سنی اور سب نے پسند کی۔ پھول کہانی گھر کے اغراض و مقاصد نسرین صادق نے پیش کیے۔ آصف سجاد نے کہانی گیند بلا اور سوبکل شاہد نے مزاحیہ نظم ٹی وی دیکھو پیش کی۔ پروین لطیف جو مہمان آئی ہوئی تھی کہانی "ماں ٹھنڈی چھاں" سنائی اور خوب داد وصول کی۔ دادی اماں نے پروگرام کو بہت پسند کیا اور پھول والوں کو پرانی روایت جو ختم ہو چکی پھر سے شروع کرنے پر مبارکباد دی۔

نارووال میں پھول کہانی گھر

اہتمام و رپورٹ نعیم احمد عمران گوندل ۔کمپئرنگ احسان محمود نجم پھول کہانی گھر نارووال کا پروگرام فیض احمد فیض پبلک سکول اینڈ کالج صدیق پورہ میں منعقد ہوا۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا نعت رسول مقبول شمع نے پڑھی۔ احسان محمود نجم نے کہانی گھر کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ شازیہ نے کہانی "گارا لے کے آؤ اینٹیں لے کے آؤ" سنائی۔ وقاص نے کہانی "الہ دین" سنائی۔ اعجاز نے کہانی "گدھا مر گیا" سنائی۔ صائمہ نے "سکول جاؤ" ممتاز نے "مٹی کا برتن" حسن نے "لوٹا نکا" کہانی سنائی۔ سعید نے کہانی "استاد کا احترام" سنائی۔ عمران نے لطائف سنائے اور سب لطیفے پنجابی میں سنا کر خوب ہنسایا۔ صائمہ سعید راشدہ اور حسن نے بھی لطائف سنائے۔ گنتی کے مقابلے میں عذرا عاصمہ سدرہ سمیرا کلثوم شامل تھیں اور سخت مقابلے کے بعد یہ مقابلہ سمیرا نے جیت لیا اور خوب مبارکباد سمیٹی۔ عذرا اور شمع کے درمیان بیت بازی کا مقابلہ ہوا شمع نے یہ مقابلہ جیت لیا۔ راشدہ نے نظم "پھول پیارا پھول" سنا کر سب حاضرین کے دل جیت لئے۔ ججز کے فرائض محمد نعیم اور محمد عمران نے سرانجام دیئے۔ پھول کہانی گھر کے مہمان خصوصی اصغر علی پرنسپل فیض احمد فیض سکول نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح کے پروگراموں سے بچوں کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کا پتہ چلتا ہے۔

شکر گڑھ میں پسندیدہ کہانی پر کہانی گھر

رپورٹ کمپئرنگ و اہتمام یٰسین محمود چودھری آغاز حسب معمول تلاوت کلام سے پاک کیا گیا جسکی سعادت علیزہ نے حاصل کی۔ نعت رسول عائشہ شریف نے سنا کر سبھی کا دل موہ لیا۔ عائشہ نے کہانی وہ ایک آدمی سنائی کہانی بہت interesting اور سبق آموز تھی۔ عدنان نے کہانی پیار کی سیڑھی سنائی۔ عرش نے کہانی اخباری آدمی سنائی۔ انسان کی شخصیت کو سنوارنے کے لئے کہانی بہت موزوں ترین ارفع نے کہانی اجالا سنائی جس میں اللہ جی سے پیار کو مان کو مضبوط بنانے کا پہلو پنہاں تھا۔ بشریٰ نے کہانی سگنگ سنائی

جو کہ کہانی کم لطیفہ زیادہ لگ رہی تھی۔ فرقان نے کہانی بڑا کام سنائی۔ افنان نے یارب دل مسلم کو سنایا کیونکہ اسے کوئی کہانی نہیں آتی البتہ نظمیں بہت ساری آتی ہیں ربیعہ نے کہانی تو کوئی نہیں سنائی صرف سنی ہی تھیں توشین نے کہانی بے جان رشتے سنائی۔ آخر میں مابدولت نے کہانی لوری سنائی جو کہ میری فیورٹ ہے امی جان نے سبھی کی کہانیاں نہ صرف سنیں بلکہ انہیں بہت ساری سبق آموز نصیحتوں سے بھی نوازا۔

لودھراں میں سڑک کنارے کہانی گھر

پھول کی جانب سے "سڑک کنارے" بیٹھنے والے بچوں کیلئے کہانی گھر کا انعقاد لوگ حیرانگی سے دیکھتے رہے۔ لودھراں کہانی گھر نے چائلڈ لیبر کے شکار بچوں کے مابین مقابلہ داستان گوئی منعقد کرا کے ایک منفرد اعزاز حاصل کر لیا۔ سڑک کنارے قائم درختوں "سائبان ہوٹلوں" میں شب و روز مزدوری کرنے والے آٹو ورکشاپس میں حلیہ بگاڑنے والے معصوم چہروں پر پھول کہانی گھر کی تقریب میں شرکت سے مسرت کی کرنیں بکھر گئیں۔ تقریب میں تقریباً تیس بچوں نے شرکت کی اور اپنی "مزدور زندگی" میں خود پر ہونے والے مظالم سے متعلق آپ بیتیاں سنائیں۔ تقریب کی صدارت گلفام مصطفی کر رہے تھے جبکہ داستان گو پھولوں میں وقار' کاشو' پپو' شاہد' کاکا' آصف' حبیب' رسول بخش' جاجو' عاشق' بجو' اشرف اور بنوں شامل تھے۔ تمام پھولوں نے اپنی مادری زبانوں میں خیالات کا اظہار کیا بعد میں صدر پھول کہانی گھر گلفام مصطفی نے ایک "مظلوم کہانی" سنائی اور شب و روز محنت کر کے اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ پالنے والے ان پھولوں کے حوصلکی داد دی۔

پھول کہانی گھر میں قومی ترانہ بھی سنایا گیا

اہتمام : حافظ محمد شفیق اشعر 'اختشام صادق چودھری

رپورٹ : محمد آصف صمدانی ۔۔ ریالہ خورد میں ایک بڑا پھول کہانی منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں بچوں نے جوش و خروش سے شرکت کی۔ کمپئرنگ حافظ محمد شفیق اشعر نے کی۔ مہمان خصوصی معروف دینی سکالر پرنسپل مدینۃ العلم اکادمی محمد حنیف ناصر القادری تھے۔ ذیشان صادق نے تلاوت کی عشرت فاطمہ نے نعت رسول مقبول پڑھی آصف صمدانی نے پھول کا تعارف پیش کیا اور اغراض و مقاصد بیان کئے اور پھر کہانیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اعظم نے نیکی کا بدلہ' صائمہ نے عمل کا بدلہ' علی رضا نے خود اعتمادی' نبیلہ انور نے سب کو خوش رکھنا مشکل ہے۔ نیلم دوست جو مصیبت میں کام آئے۔ ثمینہ نے لالچ بری بلا ہے مہوش رانا نے اتفاق میں برکت ہے۔ مہوش حسین نے خدا کی لاٹھی بے آواز محمد افضال نے احسان کا بدلہ عرش نے خدمت میں عظمت غلام حسین نے جھوٹ کی سزا عائشہ نے حضرت عمرؓ کا واقعہ خدمت میں عظمت ہے۔ ذیشان نے نظم سنائی۔ عمر رزاق بلال اور عرفان نے بھی سبق آموز کہانیاں سنائیں۔ آخر میں مہمان خصوصی نے اپنی زندگی کا یادگار ایمان افروز اور اللہ جی سے محبت بڑھ جانے والا واقعہ سنایا۔ سب سے اچھی کہانی کا انعام نبیلہ انور اور دوسرے نمبر پر عائشہ اور تیسرے نمبر پر سعدیہ نذیر کو دیا گیا۔ انعامات میں پھول کے شمارے اور دینی کتابیں تقسیم کی گئیں چائے بسکٹ اور نمکو سے تواضع کی گئی اور سب نے مل کر قومی ترانہ پڑھا۔

کلاسوالہ ٹاؤن میں پہلا پھول کہانی گھر

اہتمام و رپورٹ محمد بلال سوہل کمپئرنگ شاہد محمود پروگرام کا باقاعدہ آغاز محمد وارث علی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا نعت رسول مقبول ﷺ محمد بوٹا نے پڑھی مابدولت نے قائمقام صدر پھول کہانی گھر کلاسوالہ کی حیثیت سے حاضرین کو کہانی گھر کے متعلق مختصر بریفنگ دی۔ شاہد نے "نیا راستہ" مستنصر مون نے "نیکی کا انعام" عاصم علی نے "ایک فیصلہ" اور فیصل مبارک نے "اچھی سوچ" کہانیاں سنائیں۔ آخر میں عمر ارشاد نے مزاحیہ واقعات اور لطائف سنا کر حاضرین سے خوب داد سمیٹی۔ حاضرین محفل نے "پھول کہانی گھر" کی اس کاوش کو خوب سراہا۔

منڈی واربرٹن میں پھول کا کہانی گھر شو

رپورٹ: ارشد بٹ ثاقب۔ کہانی گھر کا پروگرام ارشد بٹ ثاقب کی دکان پر ہوا جس میں مہمان خصوصی چودھری مشتاق احمد آرائیں تھے باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت ارشد بٹ ثاقب نے حاصل کی نعت رسول مقبول ﷺ افضل بٹ عروجی نے پڑھی۔ پہلی کہانی انوکھی جیت میاں محمد سلیم نے سنائی دوسری کہانی "لیڈری چالاکی" عبدالجبار انجم نے سنائی۔ جیسا کرنا ویسا بھرنا افضل عروجی مثبت رویے اور کامیابی رانا ذوالفقار علی نے آخر میں ملک وقاص نے وہ جذبہ اب کہاں سنائی اور پروگرام کے آخر میں مہمانوں کی ٹھنڈے پانی سے تواضع کی گئی اور مہمان خصوصی کو حقہ اور ٹھنڈا پانی پلایا گیا کہانی گھر میں احمد حسین قادری کے علاوہ لاہور سے بلال زبیر اور ننکانہ کے صدر سید ظہیر طاہر بھی آئے ہوئے تھے۔

میونسپل پارک میں پھول کہانی

رپورٹ : دیبا کرن ۔۔ پروگرام ہمارے شہر کے واحد پارک میں ہوا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کی سعادت سلمیٰ اکرم کو حاصل ہوئی حسن علی نے نعت صدر پھول کلب عمرانہ سعید نے پارکوں کو صاف ستھرا رکھنے اور جگہ جگہ rapers پھینکنے سے پھیلنے وغیرہ گندگی کے معزاثرات پر بحث کی۔ روبینہ شاہین انچارج پھول کہانی گھر نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سونیا نے "زمین کی گود" نظم سنائی۔ کامران نے "ٹوٹ پھوٹ کے دو مرغے" نظم سنائی۔ عرش نے "کوئل کے انڈے" کہانی سنائی۔ سعدیہ اختر نے بچوں سے پہیلیاں بجھائیں اور کچھ بچوں نے ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے درست جوابات دیئے۔ فاخرہ نے لطیفے سنائے اور خوب ہنسایا۔

امی جان اس تقریب کی مہمان خصوصی تھیں انہوں نے بچوں کو تیز جھولا جھلانے سے منع کیا اور ایک واقعہ سنایا جس میں ایک بچی تیز جھولا جھلاتے ہوئے chain ٹوٹنے کے باعث گر پڑی اور اسکی ہڈی فریکچر ہوگئی تھی۔ بچے کچھ تبدیلی کے موڈ میں نظر آ رہے تھے ان کے ارادے بھانپتے ہوئے فاخرہ اور سعدیہ اٹھ کر چلی گئیں اور کچھ دیر بعد جب آئسکریم کے ساتھ دور سے آتی نظر آئیں تو بچوں نے باجیاں زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ آئسکریم کے بعد عمرانہ سعید نے اختتامی تقریر کی اور اس طرح اس تقریب کا اختتام ہوا۔ بچوں نے دوبارہ جھولوں کا رخ کیا۔

یہ ہے سائنس کی دنیا

ہر ماہ 5 بہترین سوالوں پر 1000 روپے کے انعامات

پلازما کیا ہوتا ہے

شایان صفدر: لاہور

س: پلازما سے کیا مراد ہے اور یہ مادے کے کونسی حالت ہے؟

ج: فزکس میں ایک ایسا برقیاتی ایصالی واسطہ جس میں اندازاً برابر مقدار میں منفی اور مثبت باروالے ذرات ہوں پلازما کہلاتا ہے۔ یہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب گیس میں موجود ایٹم آئن کردہ بن جائیں۔ اسے بعض اوقات مادے کی چوتھی حالت بھی کہتے ہیں جو کہ ٹھوس مائع اور گیس سے مختلف ہوتی ہے۔ الیکٹران عموماً منفی بار کے حامل ہوتے ہیں اور ہر ایک پر ایک یونٹ منفی برقی چارج ہوتا ہے اور مثبت بار خاص طور پر انہی ایٹموں اور مالیکیولوں پر ہوتا ہے جس میں یہی الیکٹران نہیں ہوتے اور یہ دوسرے اجزا سے مل جاتے ہیں جس کے نتیجے میں پلازما میں مثبت اور منفی بار بیک وقت ہوتے ہیں۔ پلازما کی انتہائی صورتحال اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب چھوٹے لیکن خوردبینی اجزا جو گردوغبار پر مشتمل ہوتے ہیں پر چارج آجاتا ہے۔ اس سے جو حالت تشکیل پاتی ہے اسے ڈسٹی پلازما کہتے ہیں۔ پلازما کی انفرادیت اس کی برقی اور مقناطیسی قوت کی اہمیت کی وجہ سے ہے جو کچھ قوتوں جیسے کشش ثقل جو مادے کی تمام حالتوں پر اثرانداز ہوتی ہے کے علاوہ اضافی طور پر عمل کرتی ہیں۔

کشش ثقل کیسے پیدا ہوتی ہے؟

عمیر رزاق: لیہ

س: کشش ثقل کیسے پیدا ہوتی ہے سائنس کا نظریہ کیا ہے؟

ج: تقریباً گیارھویں صدی میں ہی جان لیا گیا تھا کہ زمین کا اپنا مقناطیسی میدان ہے اور اس کے ساتھ ہی میگنیٹائٹ پتھر کو اسکی مقناطیسی خصوصیات کی وجہ سے بحری سفروں میں استعمال کیا جانے لگا۔ کئی صدیوں کے تجربے سے اس کی خصوصیات واضح ہوتی گئیں اور اب یہ خیال ہے کہ اسکی معقول وجہ زمین کی بیرونی مائعاتی تہہ کی حرکات کا کوئی سسٹم ہے۔ یہ حرکات قلب زمین میں پیدا ہونے والی انتقال حرارت کی سست لہروں کے نتیجے میں پیدا ہو سکتی ہیں اور یہ ایک برقی مقناطیسی ڈائمو بناتی ہیں۔ جس کی برقی لہریں اس میدان میں قائم رہتی ہیں۔ اس طرح زمین پر اس مقناطیسی میدان کی موجودگی اس کے متحرک ڈھانچے کی بھی ایک مزید شہادت ہے۔

کچھ دوسرے سیارے مثلاً مشتری اور مریخ بھی اپنی مقناطیسی کشش کی وجہ سے مشہور ہیں۔ یہ بات دلچسپی کی حامل ہے کہ مشتری اور مریخ اپنی کثافت اور ترکیب میں زمین سے بہت مختلف ہیں لیکن ان سیاروں میں بھی ڈائمو تشکیل دینے کیلئے کوئی اندرونی حرکت ضروری ہے۔ چاند اگرچہ کبھی مقناطیسی کشش رکھتا تھا لیکن اب سے بہت پہلے اس کا ڈائمو اس کے اندرونی مائع کے جمنے کے نتیجے میں ساکن ہو چکا ہے۔

خراٹے کیوں آتے ہیں؟

غضنفر علی آکاش: عارف والا

س: سائنسی نقطہ نظر سے خراٹے کیوں آتے ہیں۔ کیا خراٹے جاگنے کی حالت میں بھی آسکتے ہیں؟

ج: خراٹے سے مراد ناخوشگوار اور پھٹی ہوئی آواز جو سونے کی حالت میں سانس اندر کھینچتے ہوئے پیدا ہوتی ہے یہ آواز ووکل کارڈ اور نرم تالو میں ارتعاش کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کا تعلق بعض اوقات ناک کے سانس لینے والے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو جانے سے بھی ہوتا ہے جس کے نتیجے میں جزوی یا کلی طور پر منہ سے سانس لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ خراٹے لینا عموماً بڑی عمر کے لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ ناک اور منہ کے ان عضلات جو آواز کی کوالٹی کو کنٹرول کرتے ہیں میں کمزوری یا نقصان کی صورت میں تالو کے نرم حصوں اور فیرنکس میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے۔ یہ عام طور پر مردوں میں عورتوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے اور مردوں میں بھی موٹے اور بڑی توند والے لوگوں میں زیادہ ہوتے ہیں۔ بچوں میں خراٹے لینا عموماً ٹانسلز یا ایڈینائیڈز کے بڑھ جانے کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ خراٹوں کی وجہ کوئی ہو اس کا تعلق ہمیشہ سانس لینے سے ہوتا ہے اور اسے ناک کے سانس لینے کے عمومی راستے میں رکاوٹ کو دور کر کے یا سونے کی حالت میں پوزیشن بدل کر ٹھیک کیا جا سکتا ہے۔

انفارمیشن ٹیکنالوجی کیا ہوتی ہے؟

جام محمد افضل بہاولپور

س: انفارمیشن ٹیکنالوجی سے کیا مراد ہے؟

ج: معلومات کے حصول، جمع، ترتیب، اصلاح نشر اور پھیلاؤ میں استعمال ہونے والی ٹیکنالوجی انفارمیشن ٹیکنالوجی کہلاتی ہے۔ موجودہ دور میں یہ اصطلاح کمپیوٹر سے وابستہ انفارمیشن سسٹم کیلئے استعمال ہو رہی ہے۔ اپنے عام استعمال میں انفارمیشن کا مطلب حقائق اور رائے ہے۔ جو دی جائے یا لی جائے۔ بیسویں صدی میں ڈرامائی طور پر انفارمیشن کے ذرائع میں دلچسپی بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ کئی طرح سے زیر مطالعہ ہے مثلاً فلسفے میں، فزکس میں، بائیالوجی میں، زبان دانی میں، انفارمیشن اور کمپیوٹر سائنس میں، الیکٹرونک اور مواصلاتی انجینئرنگ میں، مینجمنٹ سائنس میں، سوشل سائنس میں اور کمرشل انڈسٹری میں بھی۔

اب تو انفارمیشن کی صنعت پوری دنیا میں ایک ابھرتی ہوئی بڑی صنعت کے طور پر سامنے آرہی ہے۔

ڈاکٹر سلام کی تھیوری کیا ہے؟

التمش احمد: لاہور

س: ڈاکٹر عبدالسلام نے کونسی تھیوری پیش کی؟ اس کا یونی فیکشن تھیوری سے کیا تعلق ہے؟

ج: 1960ء اور 70ء کی دہائیوں میں یہ دریافت کرلیا گیا کہ مادہ دو قسم کے بنیادی ذرات سے مل کر بنتا ہے یہ بنیادی ذرات کوارکس اور لیپٹانز کہلاتے ہیں۔ کوارکس ہمیشہ بڑے کشش کرنے والے ذرات جیسے پروٹان اور نیوٹران سے آپس میں جڑے رہتے ہیں۔ ان کے جڑاؤ کی وجہ کم فاصلے کی طاقتور قوت ہوتی ہے جو اندرونی فاصلے کی برقی مقناطیسی قوت پر غلبہ پالیتی ہے۔ جبکہ لیپٹانز جن میں الیکٹران شامل ہوتے ہیں۔ وہ طاقتور قوت کا اثر قبول نہیں کرتے۔ اگرچہ کوارکس اور لیپٹانز دونوں پر ہی ثانوی ایٹمی قوت اثرانداز ہوتی ہے۔ جو کہ کمزور نیوکلیائی قوت ہوتی ہے۔ یہ قوت برقی مقناطیسی قوت کے مقابلے میں کمزور ہوتی ہے اور کئی قسم کی تابکاری کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

اس وقت ہی جب کوارکس اور لیپٹانز کی تجسیم ہونا شروع ہوئی ایک ممکنہ یونیفائیڈ تھیوری کی تشکیل میں بہت پیشرفت ہوئی۔

ڈاکٹر عبدالسلام شیلڈن گلاسکو اور سٹیون وینبرگ نے اپنے اپنے طور پر تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد یہ نظریہ پیش کیا کہ الیکٹرو ویک تھیوری میں جو قوتیں مدنظر ہیں ان کا انحصار چار ذرات کے تبادلے پر ہے۔ فوٹون برقی مقناطیسی کشش کیلئے اور دو چارج رکھنے والے W پارٹیکلز اور ایک چارج نہ رکھنے والا غیر جانبدار پارٹیکل Z الیکٹرو ویک کشش یا کمزور قوت کیلئے ہے۔

تعاون: انجمن برائے تعلیم (رجسٹرڈ) جی پی او بکس نمبر 2243 فون: 7311810 لاہور پاکستان

انعامی خط-1

آپ ہمیشہ اتنا اچھا پھول نکالتے ہیں مگر اس دفعہ کیا ہوا آپ کو کیا آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہوا کہ اس دفعہ کے شمارے کو پڑھ کر انتہائی مایوسی ہوئی۔ میں پچھلے چھ سات ماہ سے پھول پڑھ رہی ہوں۔ اتنا معیاری رسالہ پڑھتے ہوئے مجھے اپنے آپ پر فخر محسوس ہوتا ہے کہ میری بھی پھول جیسی خوبصورت سوچ ہے اور ابھی تک تین دوستوں کو پھول سے متعارف کرا چکی ہوں۔ مگر اس بار کسی کو متعارف کرانے کا خیال بھی دل میں نہیں آیا۔ وہی پرانے موضوعات پر لکھی گئی کہانیاں' کیا آپ کے پاس موضوع ختم ہو گئے ہیں بھیا۔ خیر پتہ تو میں نہیں کہوں گی کہ میں نے بہت خط لکھے اور میرا کوئی بھی خط نہیں چھپا اب آپ پوچھیں گے کہ کیوں تو جناب اس لئے میں نے پہلے خط جو نہیں لکھا۔ پہلا خط ہے میرا۔ آج کل پیپرز کی تیاری میں مصروف ہوں۔ F.Sc کی سٹوڈنٹ ہوں اور آپ کی دعائیں چاہتی ہوں۔ بہت رشک آیا مجھے عابدہ بزدار پر' جب آپ نے ان کی تعریف کی۔ کاش! میں بھی پھول میں کوئی جگہ بنا سکوں۔ چاہتی ہوں کہ پھول کے لئے بہت کچھ کروں 'لکھوں' کہانی گھر قائم کروں' ایڈیٹری کروں' اور بہت کچھ۔ مگر بس پیپرز سے فارغ ہو جاؤں تو پھر دیکھئے گا۔

> **پھول کا خاصہ تو اچھی' معیاری اور خوبصورت**
> **کہانیاں ہیں۔ مگر اس بار آپ سے سخت مایوس ہوئی ہوں**

دراصل بھیا! پچھلے چند ماہ سے اتنے معیاری رسالے پڑھ کر عادی ہو گئے تھے ہم لوگ' اسی لئے تو یہ بات ہے اس دفعہ کا پھول بالکل بھی اچھا نہ لگا' سوائے چند ایک کہانیوں کے۔ جس میں ٹاپ پر "ایک بات پوچھوں" رہی۔ "گتھیاں جو الجھ گئیں" کا موضوع بالکل ہی پچھلے ماہ کی جویریہ انجم کی کہانی "دیوار سن" کا تھا۔ لکھنے کا انداز بالکل بھی Inspire نہ کر سکا۔ حیرانگی دو چند ہوئی میری' جب آپ نے "وہ عید" اور "یک نہ شد دو شد" جیسی کہانیاں چھاپ دیں۔ بالکل بھی پسند نہ آئیں۔ پھول کا خاصہ تو اچھی' معیاری اور خوبصورت کہانیاں ہیں۔ مگر اس بار آپ سے سخت مایوس ہوئی ہوں۔

چند تجاویز دینا چاہوں گی امید ہے کہ ضرور لیں گے۔ پہلی تجویز تو یہ ہے کہ پھول میں مزاح کا معیار بلند کریں۔ تنویر حسین بھی تو بہت اچھا مزاح لکھتے ہیں اور بھی نہایت بیہودہ۔ اس بار کا بھی خربوزوں والا آرٹیکل انتہائی بدمزہ لگا۔

دوسری تجویز یہ کہ "Yes its me" کا معیار بلند کریں۔ صرف ایسی تصویریں چھاپا کریں' جو واقعی بولتی ہوں کہ Yes its me اگر بچوں کی تصاویر شامل کرنی ہی ہے تو پلیز اس کے لئے ایک الگ سلسلہ قائم کریں۔ اس میں ہرگز نہ دیا کریں۔

تیسری تجویز یہ ہے کہ آپ نے چند آپ بیتیوں کے نام سے کچھ واقعات لکھے۔ اس سلسلے کو مستقل کر دیں۔ لیکن اچھی آپ بیتیاں لکھیں۔ ورنہ رہنے ہی دیں۔ ایک دو کے سوا کوئی خاص نہ تھیں اس دفعہ چوتھی تجویز یہ ہے کہ انعامی فون اور انعامی خط ایسے دیئے جائیں جو واقعی انعام کے حقدار ہوں۔ خطوں میں تعریف تو سب ہی کرتے ہیں مگر ایسے خطوط کو انعامی قرار دیا جائے جو بہترین تبصرہ کرے اور چند تجاویز سے نوازے۔ نیز یہ کہ انعامی فون تو لگتا ہے کہ آپ اپنی مرضی سے کر دیتے ہیں۔ بالکل مزا نہیں آتا۔ بھیا ایک بات پوچھنا چاہوں گی میں یہاں۔ جس فون کو آپ انعامی کر دیتے ہیں۔ چاہے وہ مہینے کی چودہ تاریخ کو ہو۔ بارہ کو ہو یا بائیس کو۔ کیا اس تاریخ کے بعد کوئی ایسا فون نہیں آ سکتا جو واقعی انعامی ہو۔ اب چاہے بندہ اپنی کتنی ہی کوشش کرے۔ ایک دفعہ فون اگر آپ نے انعامی کر دیا تو دوسرا اس انعامی فون کے بعد انعامی نہیں ہو سکتا۔ (انعامی فون تو ایک سے زیادہ ہو سکتے ہیں مگر تاریخ کا خیال رکھ کر) اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ آپ اسی وقت فون انعامی ہونے کی اطلاع نہ دیا کریں بلکہ تمام فون کالز کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی ایک حقدار کو اس کا انعام دیا کریں۔

ایک اور اہم بات' جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ تصویریں پلیز ایسی چھاپا کریں' جو شائع کرنے کے لائق ہو۔ اوٹ پٹانگ تصویریں شائع نہ کریں۔ ان تمام اعتراضات کے باوجود میں پھول بہت ذوق و شوق سے پڑھتی ہوں۔ امید ہے کہ آپ ان تجاویز سے فائدہ اٹھائیں گے اور ہاں ایک اور بات' پھول بڑا مقبول کے ایک خط میں جویریہ قمر (چک گوٹھ) نے لکھی' حیران کر دیا مجھے کہ کس قسم کا مشورہ دے رہی ہے وہ آپ کو اور آپ ہیں کہ اسے شائع بھی کر بیٹھے۔ اس بات سے مجھے اندازہ ہوا کہ پھول میں تنقید شائع کرنے کا بے پناہ حوصلہ ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ آپ اس خط کو انعامی بنا دیتے ہیں یا پھر خط ہی رہنے دیتے ہیں۔ مگر جو کچھ بھی کریں' اتنا تو مجھے معلوم ہی ہے کہ یہ خط انعامی تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ میں نے کوئی ایسی باتیں تو لکھی ہی نہیں' جس سے اس خط کو انعامی کیا جا سکے۔ (عائشہ کنول ساہیوال)

انعامی خط-2

جون کا شمارہ کل ملا اور آج سارے کا سارا چٹ ہو چکا ہے۔ بھئی یا اچھی جلدی کیوں ختم ہو جاتا ہے۔ وجہ شاید یہ ہو کہ ہر اچھی چیز جلدی ختم ہو جاتی ہے۔ مٹھائی ہی کو لیجئے۔ گلو بھر برفی لمحوں میں Finish اور کڑوی دوائی کا ایک گھونٹ دن بھر منہ کو بدمزہ رکھتا ہے۔ ٹائٹل بہت شاندار تھا۔ اتنا کیوٹ سا بچہ اور اس پر اس کی لو دیتی معصوم آنکھیں اور لبوں پر ایک لازوال مسکراہٹ ٹائٹل دیکھ کر ہی سارے پیسے پورے ہو گئے آگے سارا منافع ہی منافع ہے اور اس منافع کی پہلی قسط اداریہ پڑھ کر ملی۔ پڑھ کر دل ہل گیا۔ کوئی اتنا شکر گزار اور ہم اس قدر ناقدرے کہ ایک لمحاتی خوشی کے نہ ملنے پر شکایتوں کی چادر پھیلا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ کوئی سب کچھ لٹ جانے پر بھی راضی بہ رضا رہتا ہے اور ہم جیسے ناشکرے ملے ہوئے کو بھی کم جانتے ہیں۔

کرنیں پڑھ کر بلالؓ کی قسمت پر رشک آیا۔ کیسا دل ہو گا جو محبت رسولؐ سے لبریز ہو گا۔ کیسی سعادت ہے۔

پہلے ایک دفعہ پورے رسالے کا ایک Quick visit کیا۔ راستے میں کہیں خربوزے نظر آئے کہیں ڈاکٹرز کیمپ لگائے بیٹھے تھے۔ کہیں محبتیں بٹ رہی تھیں کہیں شکوے لبوں پر براجمان تھے اور کہیں کھانے کی ترکیبیں بتائی جا رہی تھیں۔ ذرا سانس لے کر اطمینان سے میگزین پڑھنا شروع کیا۔ "ایک بات پوچھوں" کافی اچھی تھی۔ ایک بہت بڑی بات ایک پیارے انداز میں سمجھا دی گئی۔

اگلا صفحہ پلٹتے ہی خربوزوں کی بھینی بھینی خوشبو آنے لگی۔ آنکھوں میں پیلاہٹ بھر گئی اور منہ سے پانی بہنے لگا اور اتنا پانی بہا کہ (دروغ بر گردن راوی) گھر والوں نے سارا دن پانی والی موٹر نہیں چلائی۔

فیصل آباد کے پھول فری میڈیکل کیمپ کی رپورٹ پڑھی۔ یقیناً گرلز کلب نے اس کیمپ کو بہت اچھی طرح Manage کیا۔ "دل سلگتا ہے" اور "کیسے بتاؤں" دونوں Stories رسالے کی جان تھیں۔ ہمارے بڑے ہمارے لئے جو بوتے ہیں وہی ہمیں کاٹنا پڑتا ہے۔ Dexters Laboratory پڑھ کر ایک نئے فارمولے کا پتہ چلا ہے۔ یہ فارمولا کتاب زندگی میں درج کر لینا چاہئے۔ ایسے انمول فارمولے روز روز کہاں ملتے ہیں۔

"یک نہ شد" پڑھ کر ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ مزاح اور پھکڑ پن میں محض ایک ہاتھ جتنا فرق ہوتا ہے مگر اس کہانی کو یقیناً معیاری مزاح میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ "وہ عید" معصومانہ انداز میں لکھی گئی کہانی ہے۔ بک شیلف میں "سیلف میڈ" لوگ پڑھ کر دل میں مزید حوصلہ پیدا ہوا۔

> **راستے میں کہیں**
> **خربوزے نظر آئے**
> **کہیں ڈاکٹرز کیمپ لگائے بیٹھے تھے**

لطائف کا معیار بہت بہتر تھا۔ پڑھ کر لطف اندوز ہوئے۔ Back to Quaid-i-Azam پر ٹائٹل تصویر بہت شاندار ہے۔ یہ میری تصاویر کی Collection میں ایک اچھا اضافہ ہو گا۔ کیپیٹرز کا سلسلہ یوں تو بہت اچھا جا رہا ہے تاہم بہتر ہو گا کہ ایک تو Information کی تعداد بڑھائی جائے اور لیول ذرا اپ گریڈ کیا جائے۔ "امتحانی ہال" موضوع کے اعتبار سے اچھی تھی تاہم اس کو مزید بہتر کیا جا سکتا تھا۔ "گتھیاں جو الجھ گئیں" حقیقت سے قریب ترین کہانی تھی۔ ہم لوگ ذرا ذرا سی باتوں کو الجھا کر اتنی دوریاں پیدا کر لیتے ہیں۔

"پہلی بارش کی بوندیں" پر سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ مختصر مگر بہت ہی موثر تحریر تھی۔ "آپ بیتیاں" بہت ہی مزے کی تھیں۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔

"ٹیلیفونک کالم" بہت کھٹا میٹھا اور چٹ پٹا رہا۔

"بائیں سے دائیں" کیا کلاسیکل Story ہے۔ یعنی کیا کمال کیا ہے کہ زیرو کو ہیرو بنا ڈالا۔ اس ہیرو کے سحر میں کھوئے ہوئے تھے کہ دو اور ہیروز نظر آئے۔ ہاتھوں میں بندوقیں تھامے جنگل میں گھوم رہے تھے نشانے لگا رہے تھے۔ سور کے شکار والی گولیاں نیزوں کو مار رہے تھے مگر افسوس کہ "شوق شکار کا ثمرہ" آخر میں یوں دھل گیا جیسے بارش سے درخت دھل جاتے ہیں۔ "چناب کنارے" بہت ہی مختلف تحریر تھی اور اس کا end تو یقیناً چونکا دینے والا تھا۔

(ثمین اسلام فیصل آباد)

انعامی خط-3

حسب معمول پھول یکم جون کو ملا ٹائٹل بہت خوبصورت تھا کہتے ہیں "صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے" واقعی کیونکہ پھول ہمیں بہت دیر سے ملتا ہے لیکن ہماری خواہشات پر پورا اترتا ہے۔

کرنیں پہلے کی طرح اثر انگیز تھیں فوراً ہی دل میں اتر گئیں اور دل کے ہر کونے کو منور کر دیا۔ اداریہ پہلے کی طرح جاندار تھا۔ اس کے بعد فوراً ہی آخری صفحہ نکالا اور الحدیث پڑھنے لگا آپ سب حیران ہوں گے کہ میں نے سب سے پہلے "حدیث" کو کیوں پڑھا بھئی سیدھی سی بات ہے حدیث میرا فیورٹ سلسلہ ہے اور فوراً ہی دل میں اتر جاتا ہے۔

علی اکمل تصور کی کہانی "دل سلگتا ہے" رسالے کی بہترین کہانی تھی کہانی کا اینڈ End بہت اچھا تھا دو دوستوں کے بچھڑنے کے لمحات بہت دل دکھانے والے تھے جن کو پڑھ کر مجھے حکیم لقمان کی نصیحت یاد آ گئی جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھی کہ "بیٹا دیانت اور ایمانداری کے بعد ایک مخلص اور دانا دوست کو تلاش کرنا ہرگز نہ بھولنا۔

> **اس کے نیچے بیٹھو گے تو سایہ دے گا اور اگر اوپر**
> **چڑھو گے تو پھل پاؤ گے"**
>
> **اتنے زیادہ انعامات تو کبھی کسی**
> **حکومت نے بھی کسی تقریب**
> **میں نہیں دیئے جتنے آپ دے رہے ہیں،**

کیونکہ ایک مخلص اور دانا دوست پھلدار درخت کی طرح ہوتا ہے کہ اگر اس کے نیچے بیٹھو گے تو سایہ دے گا اور اگر اوپر چڑھو گے تو پھل پاؤ گے"۔ "دیکھو میرے بھائی آئے ہیں" جسے سمیرا عطرت نے تحریر کیا تھا پڑھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے کشمیر کے حوالے سے یہ کہانی کشمیر کے حالات کی بالکل صحیح عکاسی کرتی ہے کہتے ہیں "کچھ پانے کیلئے کھونا بھی پڑتا ہے" انشاءاللہ ایک دن شہیدوں کا لہو ضرور رنگ لائے گا اور کشمیر بھارت کے شکنجے سے آزاد ہو جائے گا۔

رسالے کے عین درمیان میں موجود "پھول ٹیلنٹ سکالر شپ" کی رپورٹ پڑھی تو دل اش اش کر اٹھا۔ پھول نے تو کمال ہی کر دیا اتنے زیادہ انعامات تو کبھی کسی حکومت نے بھی کسی تقریب میں نہیں دیئے جتنے آپ دے رہے ہیں۔

لطیفوں میں صرف پانچ لطیفے پسند آئے اور اشعار بھی اتنے خاص نہ تھے۔ پرانے اشعار نہ شائع کیا کریں اور اچھے اشعار کو رسالے میں جگہ دی جائے۔ "بیڈ ٹائم سٹوری" چناب کنارے...... ساڑھے ننانوے اعشاریہ ایک' دو' تین' پانچ فیصد پسند آئی۔ "Back to quaid-i-Azam" بہت اچھا سلسلہ ہے۔ میری گزارش ہے کہ "ہونہار مصور" کا انعامی مقابلہ شروع کیا جائے۔ آہا...... خط لکھ کر تھک گیا ہوں اب میری تھکن تب ہی دور ہو گی جب میرا یہ خط انعامی خط ہو گا۔

(عاطف فاروق......بھلوال)



☆...... پچھلے ماہ کے پھول میں اپنا خط چھپا دیکھ کر دلی خوشی ہوئی کہ پھول نے ہمیں بھی اپنی بھینی بھینی خوشبو سے نوازا۔ اب تو میں ہوں اور پھول کے سلسلے "پھول ٹیلنٹ سکالرشپ" کے اجرا پر مبارک باد کیونکہ اس طرح پھول قابل اور ذہین بچوں کو زندگی اور علم کی دوڑ میں سلیقے سے قدم اٹھانے میں مدد کرے گا۔ (فیضان الٰہی حمزہ...... لیہ)

☆...... "مسکرایئے آپ کی قدر بڑھے گی" اس صفحہ پر کارٹون بنانے کی زحمت ہی کی گئی ہے کیونکہ کارٹون ہنستا ہوا کم اور روتا ہوا زیادہ دکھائی دے رہا ہے۔ Back to the Quaid-i-Azam میرا پسندیدہ ہے کیونکہ ان کی شخصیت کا کوئی ثانی نہیں۔ اس ماہ "کچھ آپ بیتیاں مزے کی" انتہائی فضول تھیں۔ اس کی جگہ آپ کوئی اچھا سا انٹرویو شائع کر دیا کریں۔ "واہ کیا بات ہے" ایک اچھا سلسلہ ہے۔ (مدیحہ خالد...... فیصل آباد)

☆...... Back to the Quaid بہت اچھا جا رہا ہے۔ "گتھیاں جو الجھ گئیں" اس کا مطلب کیا ہے ویسے کہانی کا سر پاؤں بھی گتھیوں کے ساتھ الجھ گیا۔ "ٹھہریے اس طرح بات نہیں بنے گی" تو ٹھیک ہے ہم اس طرح بات بنا لیتے ہیں۔ ویسے پھول کا یہ معلوماتی سلسلہ بہت اچھا ہے لیکن پھول میں ایک طرح سے معلوماتی سلسلوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ "امتحانی ہال" پڑھ کر مزہ آیا۔ پھول ریسرچ یہ پھول لئے ہی نہیں شعبہ فائن آرٹ کے لئے بھی اعزاز کی بات ہے۔ (سمیعہ عارف...... فیصل آباد)

☆...... میں نے پہلی مرتبہ پھول پڑھا بے حد اچھا تھا۔ پھول میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھے ضرورت تھی۔ پھول رسالہ پھول جیسے بچوں کے لئے بلکہ بڑوں کے لئے معلومات فراہم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ (محمد اسامہ بن جاوید...... کمالیہ)

☆...... آخر کار میرا نام بھی انعام یافتگان کی لسٹ میں ہو گیا۔ ٹارگٹ شان شمی شہید بے حد اچھی قسط وار کہانیاں ہیں باقی کہانیاں اپنی مثال آپ تھیں۔

(اسماء نوشین...... کمالیہ)

☆...... ٹائٹل بے حد خوبصورت تھا پھول میں نو پرابلم الحدیث پھول بڑا مقبول ٹارگٹ اچھے سلسلے ہیں۔ پھول پڑھ کر دل بہت خوش ہوا۔ (محمد شعبان عمر...... کمالیہ)

☆...... "پھول فری میڈیکل کیمپ" ایک اچھی بلکہ بہت اچھی کاوش ہے۔ جس طرح آپ مختلف شہروں میں "فری میڈیکل کیمپ" کا انعقاد کیا کریں گے۔ بالکل اسی طرح فائزہ سیال کے لیکچر کا انعقاد بھی صرف لاہور کے بجائے مختلف شہروں میں ہونا چاہئے۔ اس طرح سے اس کی اثر پذیری میں اضافہ ہوگا۔

(اسماء احمد کبری...... راولپنڈی)

☆...... تنویر حسین کا مضمون خربوزے پر پڑھ کر خربوزے کی افادیت اور اہمیت سے واقف ہوئے ورنہ تو ہم اکثر کھاتے ہوئے اسے Reject کر دیتے تھے۔ جویریہ کی تحریر ایک بار پھر پھول کے نعرے کو ثابت کر گئی۔ پھول کی ادا سب سے جدا۔ جویریہ کا انٹرویو پڑھ کر اس خوبصورت اور محبت والی تقریب کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ مسکرایئے کے بارے میں یہی کہوں گا کہ فلاپ ہے۔ اس پر نئے تجربے کی ضرورت ہے۔ (ایم آصف رضا بلوچ...... ملتان)

☆...... ٹیلی فونک کالم میں بھی کے ٹیلی فون بہت دلچسپ تھے۔ "یہ ہے سائنس کی دنیا" پھول بڑا مقبول میں دوستوں کے خطوط ہیڈ ٹائم سٹوری "ٹارگٹ" الحدیث اور باقی سبھی کہانیاں اچھی بلکہ بہت اچھی تھیں۔ (ھیثم عباس ناز، محمد اقبال، اصغر اقبال، آصف علی بھٹی، عاشق حسین بٹ، وسیم عباس جلالپور بھٹیاں)

☆...... کرنیں پڑھیں ان کو پڑھ کر یقین کریں بہت ہی مزہ آیا۔ پھر اس کے بعد دل سلگتا ہے، یک نہ شد، شان شہید شمی، ٹارگٹ، امتحانی ہال، کوئی شعر نیا، لطائف اور چناب کنارے کہانیاں پڑھیں ان کو پڑھنے کے بعد ان کہانیوں کے مصنفوں کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ (جمیل احمد کوکب...... جھنگی)

☆...... کہانیوں میں مجھے امتحانی ہال (شمین جان) کیسے بتاؤں (مائرہ عبید) اور سمیرا کی دیکھ میرے بھائی آئے ہیں لطیفے بہت مزے کے تھے خاص کر اپنا لطیفہ دوسرے میرے دوستوں نے بہت پسند کیا۔ (تصور عباس نوشہرہ جلالپور جٹاں)

☆...... نو پرابلم بھی اچھا سلسلہ جا رہا ہے۔ ٹیلی فونک کالم پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ کوئی شعر نیا کوئی بات نئی میں اشعار اب کے بارے بہت معیاری اور فیورٹ رہے۔ پھول بڑا مقبول میں خطوط ذرا ذرا لکھے ملتے ہی ہوتے ہیں۔ Yes its me میں تمام تصاویر بہت پیاری تھیں۔ (صائمہ سحر گل...... میاں چنوں)

☆...... نذیر انبالوی کی بائیں سے دائیں بھی ایک اچھی تحریر ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ قدرت کے کارخانے میں کوئی چیز بیکار نہیں۔ اس کے علاوہ دیگر سلسلے بلکہ پورا رسالہ ہی مزے دار تھا۔ (سید شبیر حسین بخاری...... ڈونگہ بونگہ)

☆...... اداریے میں عظمت شیخ کے متعلق آپ کے مشاہدات پڑھ کر ہماری نظر میں بھی ان کی عظمت دوچند ہو گئی ہے۔ اللہ جی ان پر ڈھیروں ڈھیر رحمتیں اور مہربانیاں نازل فرمائے۔ (سنان لطیف حق...... راولپنڈی)

☆...... میڈیکل کیمپ کا سلسلہ اچھا ہے۔ اس سے بہتر خدمت عوام اور کیا ہو سکتی ہے کہ سب سے قیمتی چیز یعنی انسانی جان کے لئے کچھ کیا جائے۔ کالم میں کرنیں، مسکرایئے، واہ کیا بات ہے، نو پرابلم اور سب سے بڑھ کر الحدیث ٹاپ پر تھیں۔ (محمد بلال مولی...... کلاسوال)

☆...... واہ کیا بات ہے سے معلومات میں بہت ہی اضافہ ہوا ہے Yes its me بس ایویں ہی تھا۔
اداریہ ہر دفعہ پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہوتا۔
جاوید اقبال...... ترنڈہ محمد پناہ)

☆...... لطائف دیکھ کر ایک دم خیال آیا کہ ہنستا کہاں ہے
کیونکہ شاید یہ واحد سلسلہ ہے جس میں کوئی خاطر خواہ بہتری
سامنے نہیں آ رہی اگر انعامی لطائف کا سلسلہ شروع
کیا جائے تو بہتری ہو سکتی ہے۔ امتحانی ہال سے
اپنا ہال یاد آ گیا مگر شکر الحمد اللہ ایسی کیفیت نہیں تھی۔
(شہناز گل...... گوجرانوالہ)

☆...... "کیسے بتاؤں" ایک اہم موضوع پر لکھی گئی کہانی تھی اور منفرد بھی تھی۔ "پہلی بارش کی بوندیں" اور "خربوزوں والا کالم" بالکل اچھا نہیں لگا پلیز "تنویر حسین اور سمیرا انور" ناراض نہ ہونا۔ (نادیہ رشید...... ایبٹ آباد)

☆...... ٹارگٹ بے حد دلچسپ جا رہی ہے۔ ہر ماہ اس کا بڑی بے تابی سے انتظار رہتا ہے۔ اس میں عمران کا کردار سب سے اچھا ہے۔ بہت ہی اچھی کہانی ہے۔ اس کے بعد ہیڈ ٹائم سٹوری پڑھی جس میں ایک شکار کا واقعہ بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا گیا۔ یہ جان کر کہ یہ واقعہ بھیا کے ساتھ پیش آیا۔ رات کے ایک بجے آپ کو شکار کہاں ملتا۔ دن کو شکار کرتے تو شاید ایک آدھ فاختہ شکار ہو جاتی۔ (شازیہ ارم چناب...... میاں چنوں)

☆...... کیریئر کونسلنگ اچھا سلسلہ ہے۔ لیکن اسے پڑھ کر تو ہر شعبے میں چارم نظر آنے لگتا ہے۔ لیں اس بی میں زیادہ تر تصاویر پھول سے متعلق تھیں۔ بائیں سے دائیں پڑھ کر ہمیں بیچارے صفر پر ترس آنے لگا تھا لیکن شکر ہے۔ بیچارے صفر کی دعا قبول ہو گئی۔ (صبیحہ عبدالقدوس (133/10-r

☆...... ایک بات پوچھوں، دل سلگتا ہے، ڈیکسٹر لیبارٹری مجھے سب سے زیادہ پسند آئیں۔ تینوں کہانیاں دل میں اتر گئیں۔ دیکھ میرے بھائی آئے ہیں، اس کہانی نے بہت اداس کر دیا۔ یک نہ شد، امتحانی ہال پسند نہیں آئیں۔ کیسے بتاؤں، ہیڈ ٹائم سٹوری، چناب کنارے بھی ٹھیک رہی، شان شہید شمی اور ٹارگٹ میں پڑھ رہی ہیں۔ کچھ آپ بیتیاں پڑھ کر مزہ آ گیا۔ (ایف اے اداس شانی...... میاں چنوں)

☆...... ٹائٹل بہت اچھا تھا جس پر مسکراتا ننھا پھول بہت پیارا لگا۔ اداریہ ہمیشہ کی طرح بڑا سبق آموز تھا۔ نہ جانے لوگ اپنے خالق کا شکر ادا کرنے کی بجائے شکوے شکایتوں میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے آپ کو ہی سزا دیتے رہتے ہیں۔ (انتش احمد۔ لاہور)

☆...... ٹیلی فونک کالم اور پھول بڑا مقبول میرے پسندیدہ مشغلے ہیں۔ کبھی ہو میں انہیں پڑھے بغیر جانے نہیں دیتی۔ Yest its me کا بھی بہت مزہ آیا۔ الحدیث کی تو کیا ہی بات ہے۔ یہ ایک اچھا نہیں بلکہ بہت اچھا سلسلہ ہے۔ (گلناز قیصر۔ فیصل آباد)

☆...... ٹائٹل بہت خوبصورت تھا۔ پیارا سا بچہ دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ دو عید، دل سلگتا ہے بہت زبردست تھیں۔ دیکھ میرے بھائی آئے ہیں پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کشمیری بہن بھائیوں کو جلد ہی آزادی سے نوازے۔ آمین ثم آمین۔ خربوزے دیکھ کر منہ میں پانی آ گیا تھا۔ (شبانہ اسحاق۔ کوٹ رادھا کشن)

☆...... تنویر حسین کو مبارکباد کہ انہوں نے اس دفعہ خربوزے کو بھی نہیں چھوڑا۔ ہر دفعہ ان کا مضمون زبردست اور جاندار ہوتا ہے۔
(عالیہ ملک۔ سوہاوہ)

☆...... چناب کنارے اتنی ہلکی پھلکی اور مزیدار کہانی
اسے پڑھ کر تو ایسا مزہ آیا جیسے Slenty کھا کر آتا ہے۔
ذرا جلدی ختم ہو گئی تھی بہر حال مختلف تھی۔
یہ ٹائٹل اچھا لگا۔ الحدیث میں اس بار کا موضوع قابل فہم تھا۔
اللہ جی نے اس بارے میں یہ بھی فرمایا
کہ "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو؟"
(علیزہ عباس خان۔ فیصل آباد)

☆...... میں کلاس میں تھا وہاں میری ملاقات ایک پھول کے قاری سے ہوئی۔ میں نے اپنی پھول سے وابستگی بتائی تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ (ثناء اللہ ثانی۔ لاہور)

☆...... اک تم ہو کہ پل بھر کو بھلائے نہیں جاتے
اک ہم ہیں کہ خود کو بھی نہیں آتے یاد (محمد افضل سندھو۔ واربرٹن)

☆...... علی اکمل کی کہانی دل سلگتا ہے بہت اچھی تھی۔ اس میں محبت علی کے قائم کردہ اصولوں کی جیت ہوئی اور ایک بے نام رشتے نے شکست کھائی۔ اس کا ذہن مطمئن تھا تو اس کا دل کیوں سلگنے لگا تھا وہ اس لئے کہ محبت علی کو رضا علی اپنا سا لگا تھا اگر ہم بھی بحیثیت قوم اپنے خدا کے اصولوں کی اسی طرح پیروی کریں تو ہم اگلی نسل کو ایک روشن مستقبل کی ضمانت دے سکتے ہیں۔ (اسماء رسول۔ گوجرانوالہ)

☆...... مجھے پھول بہت پسند ہے۔ پہلی دفعہ خط لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں وہ بھی اس لئے کہ آپ نے میری بہن کا خط شائع کیا تھا۔ اس دفعہ والا شمارہ بھی زبردست رہا۔ (کنول الطاف) پہلی دفعہ خط لکھنے میں اپنے شہر کا نام نہیں لکھا جاتا؟)

☆...... غضنفر علی زیدی کو پھول سوشل سروس پنجاب کا صدر اور ماریہ مجید کو پھول گرلز کلب کی نگران بننے پر مبارکباد۔ پھول والوں نے فیصل آباد میں جو فری میڈیکل کیمپ کروایا ہے میرے خیال میں اس سے بڑھ کر نیکی کا کام شاید کوئی نہ ہو۔ رسالہ شائع کرنا تحریریں لکھنا چھاپنا یہ کام تو ہوتے ہی رہتے ہیں کسی کا دکھ شیئر کرنا اس کی ہر لحاظ سے مدد کرنا یہ ہے زبردست کام۔ (رانا محمد شاہد۔ بورے والا)

☆...... پھول کے ذریعے ایک پیغام ہے کہ اچھے لوگو! پاکستان اپنا ہے اور اپنی چیز کی حفاظت کی جاتی ہے اور اپنی چیز اپنی ہوتی ہے۔ اسے نہ تباہ ہونے دیتے اور نہ ہی خود نقصان پہنچاتے ہیں۔ (توبیہ امیر مغل۔ سیالکوٹ)

☆...... ٹھہریے اس طرح بات نہیں بنے گی پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ پھول سکالرشپ ایوارڈ 2001 بھی اچھا تھا۔ واقعی اب کوئی کیسے کہے گا کہ پھول کتنے قدم آگے ایڈیٹر ایک دن کی۔ میں تہمینہ یعقوب کی اس بار کی تھی۔ (نعیم احمد ناز۔ اوچ شریف)

☆...... خربوزوں پر تنویر حسین کا مضمون بھی اچھا تھا۔ "دل سلگتا ہے" علی اکمل تصور کی بہت ہی خوبصورت اور بہترین کاوش تھی۔ ...

"یک نہ شد" بہت اچھی اور بہترین تحریر تھی۔ عمیرہ لطیف نے خوب انصاف کیا۔ (ایم ایف ایچ کراچی)

☆......علی اکمل تصور کی کہانی "دل سلگتا ہے" بہت اچھی تھی۔ سیدہ حیا فطین کی کہانی دو عید پڑھ کر بہت مزا آیا۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ واقعی لطیفے پڑھ کر چہرے کی قدر بڑھتی ہے۔ Back to Quaid-I-Azam پڑھ کر بھی بہت سی نئی باتوں کا پتہ چلا۔ (مہ جبین احسن۔ ڈنگہ)

☆......پھول نے اتنے اچھے اچھے اور نئے سلسلے شروع کئے ہیں جنہیں دیکھ کر اور پڑھ کر کافی خوشی ہوئی مثلاً پھول ٹیلنٹ سکالرشپ اور پھول فری میڈیکل کیمپ اور اسی طرح دیگر سلسلے ٹائٹل پر جو بچے کی تصویر بنی ہوئی تھی اسے دیکھ کر لگ رہا تھا کہ شاید بچے کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ ہم ناراض تھے اس لئے وہ مسکرا کر ہمیں خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ کیریئر کونسلنگ مجھے بہت پسند آیا۔ (افشاں مختار بہاولپور)

☆......کوئی شعر یا کوئی بات نئی ہیں ہمارے ساتھی میر و غالب بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خطوط چٹ پٹے اور بہت مزیدار تھے۔ صوفیہ آپی ہمارے مسئلے حل کرنے میں کافی مدد دیتی ہیں۔ (شائستہ حاصل خان۔ تربت)

☆......میرے کارڈ کی مدت کب کی ختم ہو چکی ہے۔ میں پھول کیلئے کیا کر سکتا ہوں۔ یہ مجھے تفصیل سے بتایئے گا اور ہاں ممبر شپ فارم جلدی بھجوائیں۔ (اے وسیم خٹک۔ لیری کرک) (مکمل پتہ لکھ بھیجیں تو فارم بھی بھجوائیں)

☆......اداریہ پڑھتے ہی دل خدا کی محبت کے لازوال یقین سے بھر گیا۔ اللہ تو ہے ہی اتنا رحیم و کریم بس ہم جیسے کوتاہ نظر لوگ ہی اللہ سے ناراضگی گلے شکوے سے لبالب بھرے موسم میں ساری زندگی گزار دیتے ہیں۔ "کرنیں" میں بھی آپ کا انتخاب لاجواب تھا۔ کرنیں پڑھنے کے بعد دل میں جیسے روشنی سی بڑھ جاتی ہے "ایمان کی روشنی" لازوال یقین کی روشنی حضرت بلال کی شخصیت واقعی ایک روشن ستارے کی سی تھی۔ بیڈ ٹائم سٹوری "چناب کنارے" اس دفعہ ذرا مختلف تھی پھر بھی اچھی لگی۔ (محمد احمد۔ دھریمہ)

☆......سلسلے میں نے دو دو کہانیاں بھی پڑھیں جن کا مجھے پورا مہینہ انتظار رہتا ہے اور وہ کہی شان شہید شہی اور ٹارگٹ۔ اب مجھے انعام ملنے کا انتظار نہیں ہے مگر ان کہانیوں کا انتظار ہے Back to Quaid-I-Azam سے بھی کافی معلومات حاصل ہوئیں۔ (شاہ محمود خان مہمند۔ مہمند ایجنسی)

☆......نذیر انبالوی کی کہانی "بائیں سے دائیں تک" خوبصورت تحریر تھی۔ ہر چیز چاہے کتنی ہی معمولی ہو ضرور کسی وقت بہت قیمتی ہو جاتی ہے۔ "چناب کنارے" میں اس دفعہ بہت لطف آیا۔ مستقل کالم کافی جاندار تھے۔ خطوط میں کافی مختلف رائے تھیں۔ "نیلی نوٹ بک کالم" ایک بار پھر دلچسپ معلوماتی اور شاندار باتوں سے پر تھا۔ (ذوالفقار حسین زنگی۔ جہاوریاں)

☆......فری میڈیکل کیمپ کی رپورٹ بہت اچھی لگی۔ دل سلگتا ہے علی اکمل کی کہانی بہت ہی اچھی لگی۔ اگر سب افراد ایسے ہو جائیں تو پاکستان کو کسی چیز کی کمی نہ رہے۔ وہ عید "یک نہ شد" درمیانی سی تھیں۔ (شگفتہ علی محمد۔ چک دو برجی)

☆......کچھ آپ بیتیاں مزے کی پڑھ کر واقعی مزا آ گیا۔ ہمارے ساتھ ایسے واقعات دن میں ہزار بار ہوتے ہیں مگر ہم نے کبھی ان کو اتنا اہم ہی نہیں سمجھا۔ پھر واہ کیا بات کی طرف دوڑ لگا دی۔ وطن سے محبت تو ہر شخص کرتا ہے مگر اس کی آزمائش پر جو شخص پورا اترتا ہے بس وہی محبت ایمان بن جاتی ہے۔ ارسطو نے واقعی درست کہا کہ موت تو ہر جگہ پیچھا کرتی ہے مگر ہر جگہ اپنا وطن نہیں ہوتا ہے۔ (عائشہ یونس۔ منڈی فیض آباد)

☆......جویریہ انجم بخت نے خوشی منانے کا فارمولا بتا کر کمال کر دیا۔ ڈیکسٹر لیبارٹری ان ساتھیوں کیلئے خوش آئند ہے جو محض لفظ پڑھتے ہی نہیں بلکہ ان کو عمل اور جذبوں کا حصہ بھی بناتے ہیں۔ سیلف میڈ لوگ اچھا اضافہ ہے۔ "گتھیاں جو الجھ گئیں" میں ایسا ہی معاملہ ہے جیسے کسی بیماری کو بغیر علاج کے چھوڑ دیں تو مرض بڑھتے دیر نہیں لگتی۔ (صوفیہ فجر۔ گوجرانوالہ)

☆......لطیفے شکر ہے کچھ نئے آئے ہیں ورنہ تو وہی گھسے پٹے لطیفے ہوتے ہیں۔ جویریہ بتول کی کامیابی پر بھی رشک آیا۔ "گتھیاں جو الجھ گئیں" پڑھی۔ واقعی کبھی کبھی چھوٹی سی بات دو خاندانوں کو الگ کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ کمپیوٹر کے بارے میں پڑھا۔ پچھلے سال میں نے بھی بھائی سے MS DOS کی کچھ کمانڈز سیکھی تھیں مگر پھر بورنگ لگیں اور چھوڑ دیں۔ اب پھر کوشش کروں گی۔ (طیبہ رعنا۔ تلہ گنگ)

☆......پھول کے جو مستقل سلسلے ہیں یعنی کرنیں، اداریہ، بیڈ ٹائم سٹوری اور الحدیث...... ان کے بغیر پھول اس طرح بے کار ہے، جس طرح چاند کے بغیر رات۔ بڑے ہی جذبے، بڑی محنت، بڑی امید اور نہ جانے کیا کیا لئے ایک بار پھر دو عدد کہانیاں لئے حاضر ہیں امید ہے فیصلہ ضرور ہو گا۔ (ساجد حسین ساجد۔ اگھوڑ بن آزاد کشمیر)

☆......اس بار علی اکمل تصور کی "دل سلگتا ہے" بہت اچھی لگی۔ اسکے علاوہ عمیرہ لطیف کی "یک نہ شد" ایک ہلکی پھلکی سی کہانی اچھی لگی۔ نذیر انبالوی ہمیشہ کی طرح ایک اچھوتے موضوع کے ساتھ آئے اور سبق دیکر چلے گئے۔ ایسی کہانیاں لکھی جانی چاہئیں اور اب بات ہو جائے اس کہانی کی جو مجھے سب سے اچھی لگی اور یہ کہانی تھی جویریہ انجم بخت کی "ڈیکسٹر لیبارٹری" کسی کو پریشان اور تنگ کرنا تو بہت آسان ہے لیکن کسی کو خوشی دینا بہت عظیم بات ہے۔ (رابعہ تاثیر۔ اوکاڑہ)

☆......ہمارے گھر میں سب کو "ٹارگٹ" کا بہت انتظار ہوتا ہے اور مجھے کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ میں گھر میں سب سے پہلے پھول پڑھتی ہوں اور پھر ایک ہی دن میں یا زیادہ سے زیادہ دو دن لگتے ہیں۔ پھر جو انتظار کی گھڑیاں ہوتی ہیں تو یہ بہت مشکل سے گزرتی ہیں۔ بھیا آپ نے بھی یہ بات سنی ہو گی کہ جہاں سے پیار ملتا ہے وہیں پیار کا متلاشی جاتا ہے۔ جیسے سب پھول ساتھیوں سے پھول پیار کرتا اور پھول ساتھی بھی اسے دل و جان سے چاہتے ہیں۔ (ماریہ حسن تنویر۔ شورکوٹ)

☆......اس مرتبہ بیڈ ٹائم سٹوری کی تو بالکل سمجھ بھی نہیں آئی۔ پتہ نہیں بھیا کیسی کہانیاں لکھتے ہیں۔ کہانیوں میں دو لمحہ اور ٹارگٹ اور بائیں سے دائیں بہت اچھی اور منفرد تھیں۔ (مقبول احمد ملک دلیوالی۔ بھکر)

☆......تنویر حسین کا مضمون قابل مدح تھا۔ واقعی خربوزہ خدا کی بہت بڑی نعمت ہے جانے کیوں اسکی معصوم سی صورت دیکھ کر ہنسی آ جاتی ہے۔ علی اکمل تصور کی "دل سلگتا ہے" پڑھ کر احساس ہوا کہ زندگی میں کبھی ایسے لمحات سے بھی گزرنا پڑتا ہے کہ انسان بدلے اور اصول کے درمیان پس کر رہ جاتا ہے۔ (ثاقب محمود اعوان۔ اٹک)

☆......سب سے پہلے "یک نہ شد" پڑھی۔ بہت لطف اندوز ہوئے پھر "دیکھو میرے بھائی آئے ہیں" کہانی پڑھی۔ بہت اچھی اور غمگین تھی۔ پڑھ کر کافی رونا آیا۔ "شان شہید شہی" کو پڑھا۔ اس کہانی کو میں شروع سے پڑھتی آ رہی ہوں۔ بہت اچھی جا رہی ہے۔ اس دفعہ یہ بہت غمگین سسپنس خیز اور دلچسپ تھی۔ (سعدیہ اقبال۔ رحیم یار خان)

☆......میں نے اس رات اللہ میاں سے باتیں کرتے ہوئے ان سے درخواست کی تھی کہ اللہ میاں جب میری جھولی میں اتنی خوشیاں ڈال رہے ہو تو خیال کرنا کہیں میری جھولی پھٹ نہ جائے۔ کہانیوں میں ایک بات پوچھوں، دل سلگتا ہے، ڈیکسٹر لیبارٹری اور بیڈ ٹائم سٹوری کے علاوہ ٹارگٹ اور شان شہید شہی بھی زبردست تھیں۔ تنویر حسین کا کالم نو پرابلم، نیلی نوٹ بک کالم، واہ کیا بات ہے اور اداریہ بھی بہت اچھا تھا۔ (تنزیلہ یوسف۔ لاہور)

☆......اداریہ میں نے بہت غور سے پڑھا جس کو پڑھ کر اس بات کا احساس ہوا جیسے کسی شخص نے چند بڑی بڑی کتابیں پڑھ کر اس میں سے مشکل الفاظ اور سطروں کا انتخاب کر کے لکھ دی ہیں۔ آج دو سال بعد جب میں نے پھول کا اداریہ دوبارہ پڑھا تو مجھے اس بات کا بہت شدید احساس ہوا کہ شاید اداریہ آپ کو تب سمجھ آتا ہے جب آپکا شعور بالغ ہو چکا ہوتا ہے۔ (حنا ریاض بڑی تو ہو گئیں مگر انہیں اپنے شہر کا نام لکھنا اب بھی نہیں آتا)

☆......ہر علاقے سے جہاں جہاں پھول میگزین جاتا ہے ذرا ان لوگوں سے یہ رائے لی جائے کہ آپ پھول میگزین کے لئے کیا رائے رکھتے ہیں۔ اس سوال کے ذریعے پھول میگزین کی شہرت اور خامیوں، خوبیوں کا علم ہو سکے۔ (نادیہ افضل۔ وزیر آباد) (اپنے علاقے میں یہ کام آپ ہی کر کے دیکھ لیں)

☆......آپکو ایک خوشخبری سناؤں میرے پڑوس میں ایک لڑکی رہتی ہے جسے رسالے بالکل اچھے نہیں لگتے تھے مگر جب بھی وہ ہمارے گھر آتی میں اسے ماہنامہ پھول پڑھنے کو دیتی۔ میری خواہش پر وہ پڑھ لیتی۔ اب تو وہ اتنی دیوانی ہو گئی ہے کہ مجھ سے پہلے وہ ماہنامہ پھول لے آتی ہے۔ (صائمہ زہرا۔ حکیاں)

☆......نوشین ناز کی کہانی ایک بات پوچھوں بے حد نصیحت آموز کہانی تھی۔ علی اکمل تصور کی کہانی دل سلگتا ہے۔ عمیرہ لطیف کی کہانی یک نہ شد غرض کہ بھی کہانیاں اچھی تھیں۔ کالم اداریہ، شعر نیا، واہ کیا بات ہے اور الحدیث بہت ہی اچھے ہیں۔ (خالدہ جاوید خالدہ۔ الہ آباد ضلع قصور)

☆......پہلی مرتبہ میں نے پھول کا شمارہ لیا بہت پسند آیا۔ پڑھ کر بہت مزا آیا ہے۔ تمام سلسلے اور کہانیاں اچھی لگیں۔ ٹائٹل بہت خوبصورت ہے۔ تمام گھر والوں کو پھول پسند آیا۔ میرے چاچو جو کہ پاکستان اتھلیٹکس ٹیم کے کوچ (حیدر علی) ہیں کو بہت پسند آیا اور تعریف بھی کی۔ (سید علی عمران کاظمی۔ جمرو ٹی)

☆......اداریہ ایک بہترین خیال جس میں ناشکری سے بچنے کا کیا خوب ڈھنگ دیا۔ واہ بھیا۔ اس طرح کوئی کب کرتا۔ اللہ کے فیصلوں پر راضی ہونا کسی کسی کو آتا ہے۔ آپ بھیا اتنی خوبصورت باتیں کہاں سے ڈھونڈ لیتے ہیں ہمیں کیوں اتنی اچھی باتیں نہیں ملتیں (ایم اقبال۔ جہانیاں منڈی)

☆......جون کا شمارہ 3 تاریخ کو ملا۔ دو دن میں ہی سارا رسالہ پڑھا۔ پڑھ کر شاندار پایا۔ آپ کا اور ہمارا پھول میکلوڈ گنج کے پھولوں میں کافی فروغ پا رہا ہے۔ آپ کی طرف میرا پہلا خط ہے۔ امید ہے آپ میرے اس پہلے قدم کو اچھا تاثر دیں گے۔ (وحید احمد عامر۔ میکلوڈ گنج)

☆......کافی عرصے سے پھول کے مستقل قاری ہیں لیکن آپ کی محفل میں حاضری کا تسلسل نہیں ہے جس کی وجہ سے آپ کا ہمیں نظر انداز کرنے کا شائبہ پایا جائے گا۔ جون کا شمارہ ہر طرح سے مکمل پایا۔ واقعی ہی اب کوئی کیسے کہے گا کہ پھول کتنے قدم آگے۔ (محمد عامر محمود طاہر۔ فضل رضا۔ میکلوڈ گنج)

☆......ایک بات پوچھوں، دل سلگتا ہے، کیسے بتاؤں، بائیں سے دائیں، امتحانی ہال، یہ تمام سلسلے بہت بہترین اور مبارک کے حقدار ہیں۔ اسکے علاوہ الحدیث، کرنیں، اداریہ، واہ کیا بات ہے یہ سب اچھے لگے۔ (ثوبیہ سمیرا بخاری۔ جہانیاں منڈی)

☆......ڈیکسٹرز لیبارٹری جویریہ انجم بخت کی بہت اچھی تھی۔ کاش جس طرح وہ لڑکی ڈیکسٹرز کی خواہش کرتی ہے میری یہ خواہش اب کی نہیں بہت دیر کی ہے۔ میرا جب کوئی کام نہیں ہوتا تو پھر دل چاہتا ہے کہ میرے پاس ڈیکسٹرز ہوں اور میں فوراً پہلے یہ کام کر لوں لیکن یہ شائد اب حقیقی زندگی میں ناممکن ہے۔ شان شہید شہی اور ٹارگٹ بہت اچھا جا رہا ہے۔ گتھیاں جو الجھ گئیں انسانی رشتے بھی رب نے کیا بنائے ہیں، بہن بھائی بھائی میں مثالی پیار ہوتا ہے کہ لوگ رشک کرتے ہیں۔ (طاحسین ہاشمی۔ جھنگ)

☆......نو پرابلم صوفیہ آپ دیاں گلاں بہت پسند آیا کہ قرآن اللہ جی طرفوں لو لیڑا اے تے حضور دی سنت ڈکشنری اے (واہ کی گل اے) کیسے بتاؤں لالہ اچھے سارے مفاد دی سوچ نے کوئی اے کیوں نہیں سوچیا کہ ایدا دوسریاں تے کی اثر ہووے گا۔ کل گلاں دو جے لوکاں دی نقصان ہووے گا۔ مائرہ عبید نے بہتا چنگا لکھیا اے واہ کیا بات ہے۔ (چنگی گل اے) نیلی نوٹ بک کالم ساڈے گھر نیلی نوٹ بک ہی نہیں اے پھر کی خطاں وچ میری نیلی چھپی اے دل خوش ہو گیا (شائلہ عبدالستار۔ راولپنڈی)

☆......پچھلے مہینے کا شمارہ بہنوں سے لے کر ادھار پڑھا لیکن اس دفعہ کا شمارہ اپنا لے کر پڑھا۔ اس دفعہ اداریہ بے حد پسند آیا۔ انشاء اللہ ایک دو ماہ تک پھول کے ساتھ ناطہ پھر جوڑیں گے۔ (نجمہ۔ راولپنڈی)

☆......پھول کو دوسرا فری میڈیکل کیمپ لگانے پر مبارکباد۔ پھول گھر اور کہانی گھروں کی رپورٹیں پڑھ کر کبھی کبھی میرا بھی دل کرتا ہے کہ میں بھی اس قسم کے پروگرام کرواؤں (اپنے بھکر میں) لیکن کیا کروں؟ اس سلسلے میں بہت سست واقع ہوئی ہوں۔ ہر مہینے ارادہ کرتی ہوں کہ ممبر شپ فارم منگواؤں لیکن پھر وہی سستی۔ (ایلی خان۔ بھکر) (آپ کو فارم ہم بھیج دیتے ہیں سستی اللہ جی اتار دیں گے خود بھی کچھ کر لیجئے گا)

☆......میں پھول کو کئی سالوں سے پڑھ رہی ہوں اور یہ میرا فیورٹ رسالہ ہے۔ مجھے اس کی یہ بات خاص طور پر اچھی لگتی ہے۔ کہ دوسرے رسالے صرف اپنے رشتہ داروں یا جاننے والوں کے خطوط شائع کرتے ہیں۔ اور انہی کو انعام دیتے ہیں۔ مگر پھول ایسا نہیں کرتا (ماہا فاروق کراچی)

☆......پھول کا سرورق بہت خوب صورت تھا کہانیاں بھی بہت اچھی اور سبق آموز تھیں جن میں سے ایک بات پوچھوں لطائف yes its me no problem ٹھہریے اس طرح بات نہیں بنے گی پہلی بارش کی بوندیں اور امتحانی ہال بہت زبردست تھیں۔ (حارث بٹ نارووال)

☆......بیڈ ٹائم سٹوری یعنی بہت مزے کی (کھانے والی نہیں) تھی اور جہاں تک الحدیث کا تعلق ہے تو یہ کالم امتحان کی

تیاری میں بہت مدد دے رہا ہے۔

آج کل پھول کے خطوط میں خوشامد کے بارے میں بہت باتیں ہوتی ہیں جسکے خطوط کو جگہ نہیں ملتی وہ خوشامد کا الزام لگاتا ہے ویسے جائز تعریف خوشامد تو نہیں ہو سکتی (فوزیہ جاوید بڑھنگ آزاد کشمیر)

☆سب سے پہلے کرنیں اور اداریہ پڑھا۔ کرنیں میں حضرت بلالؓ کی زندگی پڑھ کر بہت خوش ہوئے اداریہ بھی بہت خوبصورت تھا اداریے آدھے لاہور کی سیر ہو جاتی ہے اور تربیت علیحدہ ہو جاتی ہے۔ (عبدالرحمان مسکین صابری محمد عثمان اٹک)

☆حضرت بلالؓ کتنے خوش قسمت تھے وہ تمام لوگ جنہوں نے میرے آقا کو دیکھا تھا وہ کتنے خوش قسمت تھے۔ کاش ہم بھی اس دور میں ہوتے اور اپنے آقا کے چہرے کو دیکھ کر اپنی آنکھوں پر جہنم کو حرام کر لیتے (فوزیہ شریف گوجرانوالہ)

☆کرنیں' واہ کیا بات ہے' الحدیث' میرے پسندیدہ سلسلے ہیں۔ اور صوفیہ آپی کے پروگرام کا سلسلہ no problem اور سائنس کی دنیا Back to Quaid -i-Azam بھی میرے دلپسند سلسلے ہیں۔

(ثمینہ رحمٰن ڈی جی خان)

☆اس دفعہ کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ خصوصاً بائیں سے دائیں بیڈ ٹائم سٹوری اداریہ کرنیں اور الحدیث وغیرہ پھول میں لوگوں کی فنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے آرٹ گیلری کا اہتمام کیا جائے۔

(عاطف ظفر فورٹ عباس)

☆خربوزوں کے بارے میں تنویر حسین کی مزاحیہ تحریر پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ پھول فری میڈیکل کیمپ کی ایک اور کامیابی کے متعلق پڑھ کر بے اختیار دعا نکلی کہ خدا پھول کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے۔ علی اکمل تصور کی "دل سلگتا ہے" اور سیدہ حیا ظفین کی وہ عید بھی سبق آموز کہانیاں تھیں۔

(محمد اطہر رشید جہانیاں)

☆"دل سلگتا ہے" میں علی اکمل تصور نے بڑی خوبصورتی سے معاشرے کے ایک بڑے المیے پر روشنی ڈالی۔ پہلی بارش کی بوندیں بھی اچھی کوشش تھی۔ جیسے ہر کہانی ایک بندے کی اصلاح پر ختم ہوتی ہے ایسے ہی اگر لوگ راہ راست پر آنے لگے تو ہمارا معاشرہ سدھر نہ جائے۔ (رانا محمد اقبال سرگودھا)

☆میں نے آپ کا میگزین پھول پڑھا اور بہت اچھا لگا لیکن ہمارے شہر میں یہ میگزین نہیں آتا البتہ میں حیدرآباد سے خرید کر پڑھتا ہوں۔ (راجیش کمار گوہرائی ٹنڈو جام)

☆جون کا شمارہ "پھول" ہاتھ میں ہے اور اسکا خوبصورت ٹائٹل دیکھ کر بے اختیار ہمارے منہ سے نکلا "واہ کیا بات ہے" کرنیں پڑھ کر بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ "حضرت بلالؓ" کی آخری اذان کی منظر کشی اور آواز کا درد ہم محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے۔

(آمنہ مغل سکھر)

☆ہم تقریباً تین چار سال کے وقفے کے بعد دوبارہ "پھول" پڑھنے لگے ہیں۔ اس تین چار سال کے "گیپ" کی وجہ بھی ظاہر ہے۔ ہمارے ایف ایس سی کے امتحانات کی تیاری میں دو سال لگے۔

(پرویز اختر نعیم چک نمبر 505 گ ب)

☆خربوزے کے متعلق تنویر حسین کا مزاحیہ مضمون پڑھ کر بڑا مزا آیا۔ میری چھوٹی بہن کہتی ہے کہ مجھے خربوزے بھی کوئی کھانے والے ہوتے ہیں اصل کھانے والے تو پھیکے ہوتے ہیں "دل سلگتا ہے" وہ عید بس گزارے لائق تھیں میرہ کی یک نہ شد بڑی زبردست تھی (سمیعہ نثار گوجرانوالہ)

☆سب سے اچھی کہانی ڈیکسٹرز لیبارٹری تھی ایک بات پوچھوں نے بھی بہت متاثر کیا۔ امتحانی ہال بھی بہت اچھی تھی اس میں ہمارے معاشرے میں ہونے والی بے ایمانی کا ذکر تھا جیسے "بوٹی مافیا" کا نام بھی دیا گیا ہے۔ (دیا کرن تھین آباد)

☆میں ایک عرصہ سے آپکا رسالہ پڑھ رہی ہوں مگر پہلی مرتبہ خط لکھ رہی ہوں اگر آپ نے میری تحریر شائع نہ کی تو میں آپ سے بہت ناراض ہو جاؤں گی۔ (صدف آفتاب پپلاں)

(اپنے شکوے کے سوا بھی کچھ لکھیں
تو ضرور شائع کریں گے)

☆پتہ نہیں ہمارے ملک میں زبان کا کمپلیکس کب ختم ہوگا؟ اگر یہ احساس کمتری ختم ہوجائے تو ہمارے ملک کی پوزیشن مضبوط ہونے کا قوی امکان ہے۔ احساس کمتری کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی پڑھا لکھا ہے تو سند کے طور پر انگریزی بولتا ہے اور اگر کوئی ان پڑھ ہے تو وہ بھی انگریزی کے چند حروف سیکھ کر اپنا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (خط میں کئی جگہ پر آپ نے بھی انگریزی کے الفاظ استعمال کئے اور اپنا اردو کا نام نہ لکھا)

☆خربوزوں میں سے ایک خربوزہ میٹھا نہ ہو تو آپ خود ہی بتایئے دل کتنا سلگتا ہے۔ اور میرا دل تو اس عید سے سلگ رہا ہے جو گزشتہ مہینوں ہی میں گزر رہی ہے یعنی عیدالفطر کیونکہ میں نے مارچ کے مہینے میں اپنے بھائیوں کی تصویر Yes its me کے لئے بھیجی جسے آپ نے اس قابل بھی نہ سمجھا کہ اسے اس کالم میں شامل کرتے۔ (مغنی عبدالمنان سیالکوٹ)

☆جی میں ششم کلاس میں تھی اس وقت ہمارے گھر "پھول" باقاعدگی سے آتا تھا پھر ہم نے لینا چھوڑ دیا کالج میں میری فرینڈ راحت رندھاوا نے پھر سے پھول کی طرف متوجہ کروایا اور اب میں پھر باقاعدگی سے "پھول" لے رہی ہوں ویسے بھی یہ اب بہت ترقی کر گیا اور اس میں بہت کچھ ایسا ہے جو ہر ماہ اس کا انتظار کرواتا ہے۔ (آمنہ طفیل جہانیاں)

☆Yes its me میں تصاویر کچھ خاص نہ تھیں ویسے بچے پیارے تھے۔ بائیں سے دائیں بھی اچھی نہیں بلکہ مناسب تھی۔ تنویر حسین کا آرٹیکل بھی اچھا تھا۔ بیڈ ٹائم سٹوری بھی ٹھیک ہی تھی کوئی خاص نہ تھی۔ (ثوبیہ نصیر وہاڑی)

☆آخری اذان بار بار پڑھنے کو جی چاہا۔ اداریہ میں اللہ تعالیٰ اور انسان کا اتنا اچھا ربط بتایا گیا کہ ہر جگہ اللہ جی کو اپنے ساتھ رکھو اور مشکلوں کا صبر پر یقین اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اور الحدیث کی تعریف بھی پورا ایک ماہ میں کرتی رہوں پھر بھی اس کی تعریف ادھوری لگے۔ (مریم کائنات فیصل آباد)

☆تنویر حسین کے "خربوزے" خاص مزیدار نہ تھے۔ (میرا مطلب اصلی مزیدار نہیں) میرہ لطیف کی "یک نہ شد" نے چہروں پر مسکراہٹیں بکھیر دیں۔ شان شہید شمی زبردست رہی۔ اس دفعہ کے لطیفے خاص نہ تھے۔ "ٹارگٹ" نارمل ہی تھی۔ (صہیب انور لاہور)

☆Yes its me ویری ویری سویٹ تھے واہ کیا بات ہے زبردست نو پرابلم صوفیہ آپی زندہ باد ایڈیٹری Good کچھ آپ بیتیاں بھی زبردست بیڈ ٹائم سٹوری کیا زبردست کہانی تھی۔ بائیں سے دائیں بھی زبردست "دیکھو میرے بھائی آئے ہیں" جون کی سپرہٹ سٹوری تھی۔ (نیلم عاشق حسین سیالکوٹ)

☆"دل سلگتا ہے" ایک بہت ہی اچھی کہانی تھی جو کہ ہمارے ایک بہت پرانے پھول فیلو علی اکمل تصور نے لکھی تھی۔ "ڈیکسٹرز لیبارٹری" کے کارٹون تو مجھے بھی پسند ہیں مگر اس کو موضوع بنا کر کہانی لکھنا صرف جویریہ انجم بخت ہی کا کام ہے۔ بیک ٹو قائداعظم دی گریٹ قائداعظم اپنے پیارے لیڈر کی زندگی کے واقعات پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ (توقیر فاطمہ عباس۔ کوٹ ادو)

☆"امتحانی ہال" میں تحسین جان نے تعلیم کی اہمیت کو بڑے اچھے انداز میں پیش کیا۔ واقعی اگر پچھتانے کے بجائے پہلے سوچ سمجھ سے کام لیا جائے۔ تو کبھی برے دن نہ دیکھنے پڑیں۔ لطائف اور کچھ آپ بیتیاں مزے کی اس مرتبہ خاص نہیں تھیں۔ پھول گروپ ملتان کی صدر جویریہ بتول کو گولڈ میڈل حاصل کرنے پر ہماری طرف سے بھی مبارک باد۔ (مریم اعجاز۔ کوٹ ادو)

☆علی اکمل تصور کی دل سلگتا ہے جب انسان کا ضمیر اس کے صحیح اور غلط میں فرق بتاتا ہے انسان نہ چاہتے ہوئے بھی صحیح راستے کا انتخاب کرتا ہے وہ عید ڈیکسٹرز لیبارٹری شان شہید شمی لطیفے "امتحانی ہال" سب ہی اچھی کہانیاں تھیں۔ (صابرہ سعدیہ گولارچی)

☆کہانیاں بہت ہی اچھی ہوتی ہیں لیکن لطائف اچھے نہیں ہوتے مجھے کہانیاں بہت اچھی لگیں جن میں وہ عید' شان شہید شمی' اور ٹارگٹ بہت اچھی تھیں میں ایک سال سے پھول پڑھ رہا ہوں مجھے یہ بہت اچھا لگتا ہے۔ (محمد فضل باغ بیگی)

☆شہزاد قاسم کا اعلان پڑھا کہ وہ ضلع کے صدر منتخب ہوگئے ہیں۔ تو ان سے مٹھائی کھانے کی ٹھان لی مگر ابھی تک ناکام ہیں۔ آرمی آفیسر کے لئے کریئر کونسلنگ میں آگاہ کریں کیونکہ مجھے آرمی آفیسر بننے کا بہت شوق ہے اور میں اس کے لئے جدوجہد کر رہا ہے۔ (شاہد فیض خاور۔ ترنڈہ محمد پناہ)

Back to Quaid- i - azam بہت پسندیدہ سلسلہ ہے۔ پہلی بارش کی بوندیں' اچھی کاوش تھی۔ صوفیہ آپی اللہ آپ کو دلی سکون عطا فرمائے آپ نیکی کا کام کر رہی ہیں۔ آپ بیتیاں بہت مزے کی تھیں ایسا زندگی میں اکثر ہو جاتا ہے۔ جولطیفہ مجبوراً ہم سب کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ (فرحت جبیں ماناوالہ)

☆نوشین ناز کی "ایک بات پوچھوں" بہت پسند آئی۔ کرنیں اور اداریہ پڑھ کر دل خوش ہوگیا امتحانی ہال بھی کافی دلچسپ تھا۔ (ممتاز فاروق۔ کراچی)

☆میں گزشتہ سات سال سے پھول باقاعدگی سے پڑھ رہا ہوں مگر دوسری مرتبہ خط لکھ رہا ہوں پہلی مرتبہ آپ نے میری تحریر شائع نہ کرکے بے حد مایوس کیا۔ (عارف نعیم پپلاں)

☆بریگیڈیئر صدیق سالک کے بارے انتخاب بہترین تھا۔ جویریہ بتول کو ہماری طرف سے بھی مبارکباد پہنچا دیں۔ گولڈ میڈل حاصل کرنے اور ریکارڈ قائم کرنے پر اداریہ اور بیڈ ٹائم سٹوری ہمیشہ کی طرح نمبر ون تھیں۔

(راؤ ساجد نعیم ماکی سندھ)

☆جون کا شمارہ ملا تو جلدی میں سارا ختم کر لیا سرورق بہت پیارا تھا پھول میں پہلی بار اپنا نام دیکھ کر خوشی ہوئی پہلی بار خط لکھا اور شائع ہوا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ نئے آنے والوں کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ (آصف علی جونیجو لاڑکانہ)

☆کرنیں کا انتخاب آخری اذان اور اس سے پہلے پہلی اذان دونوں ہی بہت اچھی تھیں۔ اداریہ بھی اچھا تھا۔ کہانیوں میں اس دفعہ دل سلگتا ہے' یک نہ شد' ڈیکسٹرز لیبارٹری' کیسے بتاؤں' شان شہید شمی' اور ٹارگٹ بہت اچھی تھیں۔ (حاجی عامر مغل' ثمینہ مغل ڈسکہ)

☆دس سال پہلے کی بات ہے جب چہارم میں ہم نے پھول سے دوستی کی۔ دسویں تک ہم نے اس دوستی میں دراڑ نہیں آنے دی۔ آج ایک منزل کو پار کر ہم نے سکھ کا سانس لیا اور پھول سے ہماری دوستی کا سفر چہارم سے فورتھ ائر تک پھیلا ہوا ہے اور یہ سفر جاری رہے گا۔ (سعدیہ عنایت فردوس سرگودھا)

☆جون کا اداریہ ہم میاں بیوی نے دو تین بار آنسوؤں کی معیت میں پڑھا رو رو کر ہمارا حال دیدنی تھا۔ تحریر بھی ایسی ہی پڑھنے کا لطف آتا ہے جو دلوں میں گداز پیدا کر دے۔ اس سے پہلے بھی آپ کے کئی اداریوں نے ہمارے دلوں کی کثافت کو دور کیا۔ (عباس علی۔ لاہور)

صحافتی دنیا میں بچوں کا پہلا نیوز پیپر

پھول اخبار لاہور

ایڈیٹر اختر عباس



پھول کلب شمالی پنجاب کے سالانہ اجلاس سے محمد اعظم یاد، حماد الرحمان گورایہ، سجاد مسعود چشتی، ظفر بھوپال خطاب کر رہے ہیں

پھول کلب کا سالانہ اجلاس

اگست کے تیسرے ہفتے میں ہو گا

پھول کلب پاکستان کے انچارج اعظم یاد نے ایوارڈز کی نامزدگی کیلئے پھول کلبوں سے رپورٹیں مانگ لیں سالانہ ایوارڈ کیلئے سفارشات بھجوانے کی بھی ہدایت کلب اپنی ٹیم پوری کریں

کلب جولائی کے آخر تک رپورٹیں بھجوادیں ٹیم پوری نہ کرنے والوں کو ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا جائے گا پھول کلبوں کے صدور ٹیم کا تعارف بھی بھجیں سالانہ اجلاس کیلئے بروشر بنے گا

سبکدوشی

لاہور (پھول رپورٹ) پھول گرلز کلب پاکستان کی نگران آنسہ ماریہ مجید نے گرلز کلب کی ان صدور کو جو اپنی معروفیت کی بنیاد پر کلب کی ذمہ داری پوری طرح ادا نہیں کر پا رہی ہیں۔ سبکدوش کرنے کا اعلان کیا ہے ان میں پھول گرلز کلب دیپالپور کی صدر شازیہ جبیں کاظمی پھول گرلز کلب منگلا ہملٹ کی صدر روبینہ آکاش اور پھول گرلز کلب خانیوال کی صدر نازیہ گل اکرام شامل ہیں نگران پھول کلب نے ان ساتھیوں کی آئندہ زندگی میں کامیابی کی دعا کی ہے اور سابقہ کارکردگی کو سراہتے ہوئے امید ظاہر کی ہے کہ وہ آئندہ بھی پھول کے ساتھ اچھا سوچنے اور اچھا کرنے کے مشن میں شامل رہیں گی۔ ان شہروں میں جو بچیاں پھول گرلز کلب قائم کرنے میں اور کام کرنے میں دلچسپی رکھتی ہوں۔ دفتر پھول سے رابطہ کریں۔

حماد الرحمان گورایہ کی کتاب پر وفاقی وزیر تعلیم کا خراج تحسین



گوجرانوالہ (پ ر) صحت مند ادب بچوں کی نشو و نما کا ایک لازمی جزو ہے اور اس کا فروغ ایک قومی فریضہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار وفاقی وزیر تعلیم بیگم زبیدہ جلال نے حماد الرحمن گورایہ صدر پھول کلب شمالی پنجاب کی کتاب "کہانیاں اپنا حصہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا۔ یہ کتاب "نیشنل بک فاؤنڈیشن وزارت تعلیم حکومت پاکستان" نے "فروغ کتب بچوں کا ادب سکیم 1999" کے تحت اشاعت کے لیے منظور کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کتاب میں موجود تمام کہانیاں دلچسپ اور سبق آموز ہیں اور انداز بیان بچوں کے لحاظ سے نہایت مناسب ہے۔

لاہور (خصوصی رپورٹ) پھول کلب پاکستان کے انچارج محمد اعظم یاد نے پھول کلبز کے تمام صدور کو ہدایت کی ہے کہ وہ جولائی کے آخر تک اپنی دو عدد تصاویر کلب کی کارکردگی رپورٹ ضرور ارسال کریں۔ تصاویر سالانہ چھپنے والے پھول کلب کے بروشر میں چھپیں گی۔ علاوہ ازیں انہوں نے کہا کہ پھول کلب پاکستان کا سالانہ اجلاس اگست کے تیسرے ہفتے میں متوقع ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھول کلب پنجاب پھول کلب صوبہ سرحد پھول کلب سندھ اور پھول کلب بلوچستان کے صدور نہ صرف ذاتی کارکردگی اور اپنے اپنے علاقوں میں قائم پھول کلبز کی رپورٹ بھی ارسال کریں اور سالانہ ایوارڈز کیلئے سفارشات بھجوائیں کہ ان کے خیال میں اس دفعہ بہترین ایوارڈ کا کون حقدار ہے۔ انہوں نے کہا اس دفعہ جن کلبز کی عہدیداران کی ٹیم اور 25 ممبران پورے نہ ہوں گے ان کے کوائف سیاہ نہ کئے گئے تو اگلے سال سے کوئی نیا صدر بھی

باقی صفحہ 67 پر

پھول کلب جنوبی پنجاب کا پہلا سالانہ اجلاس

تنظیم نو کے حوالے سے اہم فیصلے

اجلاس گوجرانوالہ میں ہوا صدارت اعظم یاد نے کی تعلیمی اداروں میں یونٹ بنیں گے

رپورٹ (سلیم قادری وارثی) اہتمام — حماد الرحمان گورایہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے ملک و ملت کی تعمیر و ترقی میں نوجوان ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں اور نوجوانوں کی ذہنی بنیاد بچپن ہی میں بنا کرتی ہے۔ اس لئے یہ از حد ضروری ہے کہ وطن عزیز کے بچوں کو ایسی عملی تربیت دی جائے جو کہ نہ صرف دلچسپی سے بھرپور ہو بلکہ ان کی زندگی میں ایک واضح نصب العین بھی ابھار کرے۔ انہی مقاصد کے پیش نظر پنجاب بھر میں قائم پھول کلبز کے عہدیداران کا سالانہ اجلاس گوجرانوالہ میں منعقد ہوا۔ جس کی صدارت محمد اعظم یاد (انچارج پھول کلب پاکستان) نے کی۔ جبکہ میزبان حماد الرحمان گورایہ صوبائی

باقی صفحہ 67 پر





ملتان میں پھول چلڈرن میلے سے مقررین خطاب کر رہے ہیں حاضرین بچوں کے درمیان مقابلے دیکھ رہے ہیں

منچن آباد میں سپورٹس میلے کی انعامی تقریب

پھول نئی نسل کی صلاحیتیں ابھار رہا ہے

سپورٹس میلہ ایک ماہ جاری رہا کرکٹ، فٹ بال، اور ٹیبل ٹینس کے مقابلے ہوئے نوجوان مثبت سرگرمیوں کو فروغ دیں: مقررین

رپورٹ ــــ عبداللطیف ظفر اہتمام ــــ عبدالرزاق جاتی پھول کلب منچن آباد کے زیراہتمام پھول سپورٹس میلہ کی تقسیم انعامات کی رنگارنگ تقریب گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول منچن آباد کے سبزہ زار پر منعقد ہوئی جس میں ضلع بھر سے کرکٹ کی بائیس ٹیموں نے شرکت کی۔ فٹ بال کی ضلع بھر سے آٹھ ٹیموں نے شرکت کی اور ٹیبل کے ڈبلز چھ کھلاڑیوں اور سنگل کے آٹھ کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔ کرکٹ کا فائنل میچ پھول کرکٹ کلب اور لنکاشائر کے درمیان کھیلا گیا۔ جو لنکاشائر نے چورنز سے جیت لیا فٹ بال کا فائنل میچ بہاولنگر سے القریش بمقابلہ ینگ شوٹرز کے درمیان کھیلا گیا اور ٹیبل ٹینس میں ڈبل کے فاتح اسعد جواد ثوبی اور افضل زرگر رہے۔ جبکہ دوسرے نمبر پر محفوظ الحق اور عبدالمجید غوری تھے اور سنگل کے فاتح رانا اسعد جواد ثوبی صدر ماسٹر تجمل

باقی صفحہ 67 پر



پھول کلب منچن آباد کے زیراہتمام سپورٹس میلے کی جھلکیاں

بچوں کے حقوق پر پھول کلب بوچھال کلاں

اور پلان انٹرنیشنل کا مشترکہ پروگرام

بچوں کے حقوق کے بارے عالمی کانفرنس کے سلسلے میں لوگوں میں شعور بیدار کرنے کی خاطر پلان انٹرنیشنل چکوال نے ایک پروگرام کروایا اس پروگرام میں چکوال ضلع کے تمام ضلعی افسروں نے شرکت کی۔ نیز چکوال کے سکولوں کے بچے بھی اس پروگرام میں شریک ہوئے اس پروگرام کے انعقاد میں پھول کلب بوچھال کلاں نے پلان

باقی صفحہ 67 پر

شہداد کوٹ میں پھول فری میڈیکل کیمپ

شہدادکوٹ (نمائندہ پھول) پھول سوشل سروس کی مدد سے شہداد کوٹ میں پہلی مرتبہ شہروں کی بجائے گاؤں میں میڈیکل کیمپ لگایا گیا یہ کیمپ جو گاؤں غفور شاہ بخاری میں لگایا گیا پھول سوشل سروس کے ساتھی تین دن تک شہر کی بجائے گاؤں میں رہے اور لوگوں کو طبی سہولتیں

باقی صفحہ 67 پر



پھول کلب بوچھال کلاں کے بچوں کے حقوق پر پروگرام میں بچے ٹیبلو پیش کر رہے ہیں

پھول کلب بہاولپور کا تفریحی دورہ

بچوں کے مزے کرادیئے

بچوں کو بہاولپور چڑیا گھر کی سیر کروائی گئی پھول کلب زندہ باد کے نعرے لگتے رہے

رپورٹ: حافظ محمد شہزاد قاسم / جام محمد افضل برزہ اہتمام: حافظ محمد شہزاد قاسم صدر / جام محمد افضل برزہ نائب صدر / محمد شاہد فیض خاور جنرل سیکرٹری تعاون الکبیر گرامر سکول نشاط کالونی عقب ریڈیو اسٹیشن بہاولپور مہمان خصوصی: مسز خالد انیس (اللہ آباد) مسز رخسانہ جمشید (سرسٹ) پھول کلب بہاولپور ہر عمر کے بچوں کے لئے تعلیم و تفریح کے علاوہ اصلاحی پروگراموں میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے۔ اسی سلسلے میں اس سے قبل پھول ایجوکیشن بورڈ میں پھول کلب بہاولپور ہی سے دو بچوں نے پورے پنجاب میں فرسٹ سیکنڈ پوزیشن حاصل کی۔ اس کے علاوہ تیرہ وظائف میں سے زائد شیلڈز اور تمغے سے زائد میڈلز حاصل کئے۔ اسی خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے پھول کلب بہاولپور کے صدر حافظ محمد شہزاد قاسم پھول کلب کی روایات کے مطابق پھول بچوں کو چڑیا گھر کی سیر کروانے کا فیصلہ کیا۔ اس موقع پر کلب پھول کلب بہاولپور کی ٹیم حافظ محمد شہزاد قاسم جام محمد افضل برزہ نائب صدر محمد شاہد فیض خاور جنرل سیکرٹری اور ڈاکٹر جام فیاض احمد جوائنٹ سیکرٹری و دیگر ممبران جبکہ پرنسپل میڈم مس صائمہ عارفہ نیر احمد جبکہ سر عابد بھی نے بچوں کے ساتھ گروپ فوٹو بنوایا۔ سب

باقی صفحہ 67 پر

"علم و آگہی" کا سفر پھول کے ساتھ" پھول سٹڈی وہیل گوجرانوالہ کی تقریب

طالبات نے جوش و خروش سے حصہ لیا مقررین نے کتاب کو ساتھی بنانے پر زور دیا بہترین تبصرے پر انعام

اہتمام ــــ نائیلہ فیاض، مس نازیہ شہزادی کمپیئرنگ و رپورٹ ــــ مس نازیہ شہزادی پھول سٹڈی وہیل گوجرانوالہ (گرلز ونگ) نے "علم و آگہی کا سفر کتابوں کے ساتھ" کے عنوان سے ملت آئیڈیل ہائی سکول میں اپنی نوعیت کے بہترین پروگرام کا انعقاد کیا۔ پروگرام کی خاص بات طالبات کا جوش و خروش اور توقعات سے زیادہ خوبصورت انداز میں کتابوں پر تبصرہ تھا۔ پروگرام کے مہمانان خصوصی راولپنڈی Rido ادارے کے ماہر اور گوجرانوالہ کے واحد Cornial Trans Plant سرجن ڈاکٹر سعید احمد شاذلی ان کی اہلیہ کوثر سعید شاذلی اور سوشل ورکر مسز ناہید اکرم تھیں۔ صدارت پرنسپل عثمان رشید چوہدری ملت آئیڈیل سکول گوجرانوالہ نے کی ہے جبکہ خصوصی آمد پھول کلب کے صوبائی صدر حماد الرحمان گورائیہ کی تھی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز کنائزہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ نعت کے لئے دھم کلاس کی تنزیلہ تعریف لائبہ، میر املک (ٹیچر) نے سکول کا

باقی صفحہ 67 پر

جشن عید میلادالنبی ﷺ کے سلسلے میں

گورنمنٹ ہائی سکول ٹاؤن شپ میں مقابلہ نعت

لاہور (نمی رپورٹر) جشن عید میلادالنبی ﷺ کے سلسلے میں گورنمنٹ ہائی سکول ٹاؤن شپ میں انٹرسکولز مقابلہ نعت خوانی ہوا۔ جس کے مہمان خصوصی معروف سکالر ڈاکٹر محمد اشرف قاضی تھے مقابلے میں پائلٹ سکول وحدت کالونی کے طالب علم عمر فاروق نے اول گورنمنٹ عارف ہائی سکول مصطفیٰ آباد کے محمد اقبال نے دوم اور گورنمنٹ ہائی سکول ٹاؤن شپ کے توصیف احمد نے سوم پوزیشن حاصل کی۔ نوائے وقت کی تمام

باقی صفحہ 67 پر



گوجرانوالہ میں پھول سٹڈی ڈیبل گرلز کے پروگرام میں مریم شعیب، حنا اشرف، ڈاکٹر کوثر عظمان رشید، ڈاکٹر سعید، تنزیلہ ایما خالد، میمونہ سلیم، مسز ناہید اکرم اور دیگر شریک ہیں

پھول کلب ملتان کا چلڈرن میلہ سینکڑوں بچے شریک ہوئے

بچے معاشرے کا حسن ہیں، بچوں کے درمیان مقابلے کرائے گئے

رپورٹ ـــــ محمد زبیر ارشد کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ صحت مند جسم میں ہی صحت مند دماغ ہوتا ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہوتا ہے جب تعلیم اور کھیل کو یکساں وقت دیا جائے تو نتائج بہت حوصلہ افزاء برآمد ہوتے ہیں۔ چونکہ آج کل سکولوں کو چھٹیاں ہیں اور بچے خوب چہک رہے ہیں۔ ان بچوں کو ایک مناسب اور معیاری تفریح فراہم کرنے کے لئے پھول کلب نے "پھول چلڈرن میلہ" عمران ممتاز کی رہائش گاہ میں منعقد کیا جس میں عمران جہانگیر، غلام ذکریا، محمد یوسف صہیب احسن، عدنان بلوچ نے خوب معاونت کی۔ اس چلڈرن میلہ کی صدارت راجہ عبدالغفار (ناظم حلقہ 24) نے کی جبکہ مہمان

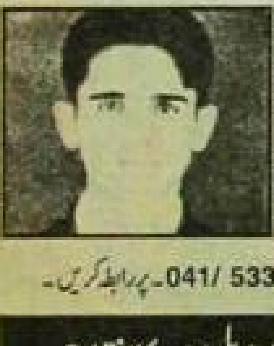
باقی صفحہ 67 پر

پھول کلب ملتان کا دفتر نوائے وقت کا دورہ

ملتان (رپورٹ عابد حسن عباسی) بہت قیمتی ہوتے ہیں وہ لوگ جو اپنا قیمتی وقت اور میٹھے بول دوسروں کے دل و دماغ کو تروتازہ کرنے کے لئے اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ استعمال میں لاتے ہیں۔ اس بات کا انکشاف ہمیں اس وقت ہوا جب پھول کلب ملتان معلوماتی دورے کی

باقی صفحہ 67 پر

مبین اسلام پھول کلب فیصل آباد کے صدر بن گئے



فیصل آباد (خصوصی رپورٹ) مبین اسلام نے پھول کلب فیصل آباد کا بطور نئے صدر چارج سنبھال لیا ہے۔ ممبران کے رابطے کیلئے مکان نمبر P 86/1 گلی نمبر 3۔ نعمت کالونی نمبر 2 فیصل آباد یا فون نمبر 041/ 533681 ۔ پر رابطہ کریں۔

پھول کلب اٹک کے ذیلی یونٹ کا افتتاح

پھول کلب اٹک کے ایک ذیلی یونٹ کا افتتاح منہاج القرآن ماڈل سکول اٹک میں ہوا۔ جس میں فاروق اعظم صدر پھول کلب اٹک اور جنرل سیکرٹری پھول کلب اٹک نے بچوں میں چھپی ہوئی صلاحیتوں کو ابھارنے اور ان کو مثبت ادبی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر زور دیا۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے صدر پھول کلب نے کہا کہ ہم ہر

باقی صفحہ 67 پر

پھول کلب نارووال کے زیر اہتمام نعتیہ و تقریری مقابلہ

رپورٹ و اہتمام ...... قیصر احمد، عبدالحق غوری، محمد لطیف سیال کمپیئرنگ ـــــ احسان محمود بٹ تعاون ...... الاسد پبلک سکول نارووال سیرت النبیؐ کے حوالے سے نعتیہ و تقریری مقابلے کا اہتمام الاسد پبلک سکول کے خوبصورت ہال میں کیا گیا تھا۔ ہال کو خوبصورت جھنڈیوں اور ٹیوب لائٹ کی روشنیوں سے سجایا گیا تھا۔ تقریب کا آغاز صبح نو بجے ہوا۔ شاہدہ نے تلاوت کلام پاک کا شرف حاصل کیا۔ رخسانہ نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ ننھے منے بچے ذیشان نے اپنی پیاری آواز میں "میٹھا میٹھا ہے میرے محمد ﷺ کا نام" پڑھا۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی الاسد پبلک سکول کے پرنسپل جناب محمد رفیق

باقی صفحہ 67 پر

ولادت نبی ﷺ پر سٹڈی ڈیبل گوجرانوالہ کا پروگرام

اہتمام ...... مس صائمہ اکرم نظامت ...... مس شبانہ کوثر رپورٹ ـــــ نائیلہ فیاض وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا "وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین" کے موضوع پر ایک ایمان افروز تقریب کا اہتمام کیا عبداللہ ماڈل سکول، قائد اعظم گرامر پبلک سکول، نیو کریسنٹ ہائی سکول، ملت آئیڈیل سکول، مدرسہ انوار القرآن، مدرسہ فیض حبیب، مدرسہ سراج المدینہ، مدرسۃ البنات فاطمۃ الزہرہ، جامعہ حنفیہ اور جامعہ منہاج العلوم شامل تھے۔ مہمان خصوصی معلمہ باجی تسنیم سیدہ نائیلہ تھیں۔ جبکہ جج کے فرائض نائیلہ فیاض، مسز نسیم ثاقب اور مس زیب النساء تھیں۔ تلاوت پاک حافظہ ارم نے کی اور نعت رسول مقبول زیب النساء نے پڑھی۔ پھر موضوع کا احاطہ کرتے ہوئے طالبات نے حضورؐ کی رحمت کو اچھے انداز میں پیش کیا۔ صدر پھول سٹڈی ڈیبل گوجرانوالہ نے نتائج کا اعلان کرتے

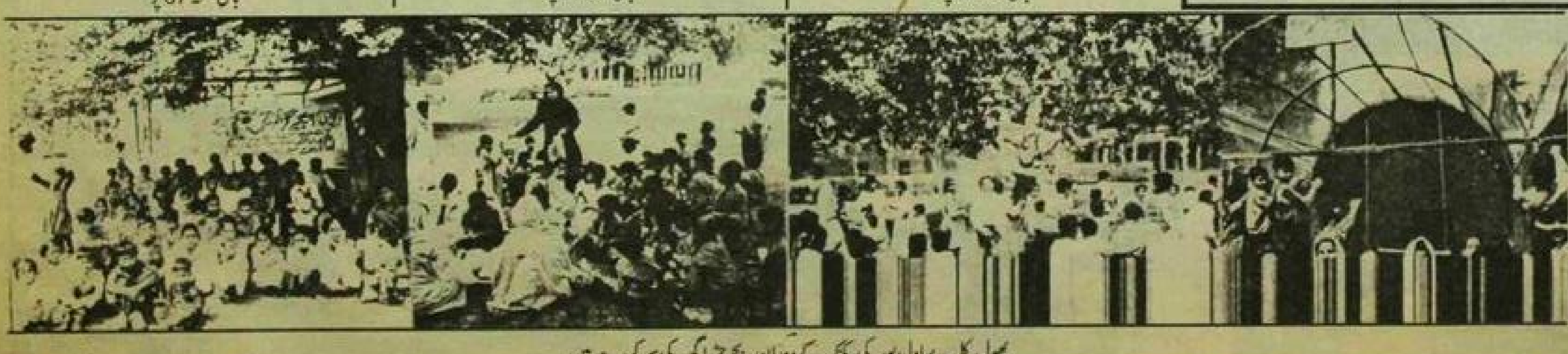
باقی صفحہ 67 پر

ڈی جی خان میں پھول ایجوکیشن بورڈ کی تقریب

حسن قرات نعت خوانی اور ملی نغموں کے مقابلے بھی ہوئے بچوں نے ٹیبلو پیش کئے

رپورٹ ـــــ عبدالسلام تابش تعاون ـــــ ملتان ریواڑی سوسائٹی، سلمانی بک سنٹر معاونین ـــــ امداد اللہ انصاری، جاوید احمد، راجہ قاری محمد ارشد کی تلاوت سے پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت حاجی احمد ابراہیم فریدی نے حصہ میں آئی نظامت کے فرائض راقم الحروف نے سرانجام دیئے۔ پھر باقاعدہ طور پر طلباء و طالبات کے درمیان حسن قرات، نعت خوانی اور ملی ترانے کا مقابلہ ہوا لوگوں کی دلچسپی اور بچوں کا انہماک دیدنی تھا۔ سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے کوئز پر خوبصورت قلم دیئے گئے۔ النور پبلک سکول کے ننھے منے پھولوں نے ٹیبلو "گلزار بنا دیں گے" خوبصورت لباس اور انداز و بیان سے پیش کرکے سامعین کو مسحور کیا۔ ننھے منے پھول کلاس اول کے طالب علم محمد طیب نے نہایت جوش و جذبے کے ساتھ کشمیر کی یکجہتی اور آزادی کے حصول کیلئے پر مغز تقریر کی۔ محمد ظفر یاب قریشی صدر محفل نے صدارتی خطاب میں کہا

باقی صفحہ 67 پر



پھول کلب بہاولپور کی پکنک کے دوران بچے چڑیا گھر کی سیر کر رہے ہیں

پاک سعودی ہائی سکول میں گرلز ونگ نے پھول کہانی گھر قائم کر دیا

اہتمام ـــــ گل حنا، سعید حامد اس پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا اور یہ سعادت گل حنا کو نصیب ہوئی۔ اس کے بعد پروگرام کی کمپیئر سعید حامد نے پھول کہانی گھر کے اغراض و مقاصد کے بارے میں بتایا۔ اس تقریب پروگرام میں سب سے پہلے راحیلہ نے کو آج نہیں کے عنوان سے کہانی سنائی۔ اس کے بعد بچے بعد دیگرے سب مہمان بچوں نے کہانی سنائی۔ وحیدہ نے خوبصورت ملی

باقی صفحہ 67 پر

بقیہ: اجلاس

منتخب ہوسکتا ہے۔ انہوں نے کلب کے صدور کو مزید کہا کہ وہ اپنی پاسپورٹ سائز ایک عدد تصویر اور اپنی ٹیم کا مکمل تعارف علیحدہ سے پھول اخبار کیلئے بھجوائیں تاکہ ہر ماہ ان کا تعارف بھی چھپ سکے۔

بقیہ: پنجاب

صدر پھول کلب شمالی پنجاب تھے۔ پھول کلب شمالی پنجاب کا پہلا سالانہ اجلاس پہلی بار مقررہ وقت پر شروع ہوا۔ تلاوت قرآن عظیم کی سعادت حافظ وسیم الحسن قادری نائب صدر پھول کلب چونگی امرسدھو نے حاصل کی۔ تمام شرکاء نے پھول کے حوالے سے اظہار خیال کیا اور مشورے بھی دیئے۔ حماد الرحمان گورایہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ مقابلہ کی اس دنیا میں کامیابی کے لئے ضروری ہے جب آپ میدان میں اتریں تو پوری تیاری کرکے اتریں اگر آپ کم تیاری کے ساتھ زندگی کے میدان میں داخل ہوں گے تو آپ کے لئے ناکامی کے سوا کوئی اور چیز مقدر نہیں ہوگی۔ حماد بھائی نے اجلاس کی کارروائی سنانے کے بعد اعظم بھائی کو دعوت خطاب دی انہوں نے کہا کہ آپ ساتھیوں کا شکریہ کہ آپ نے اتنی دور سے ہماری کال پر اجلاس میں شرکت کی۔ اگر آپ کلب وائز کریں گے تو ہم تمام ساتھیوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے اگر آپ کے پاس کوئی بچہ آئے اور کہے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے تو اپنی صلاحیت کو کیسے استعمال کریں تو اس کو پھول کلب کے پلیٹ فارم پر بیٹھ کریں اور اس کے ٹیلنٹ کو اجاگر کریں۔ اجلاس میں کلب کی تنظیم نو کے حوالے سے اہم فیصلے کئے گئے۔ ہر ماہ ایک پھول کلب خصوصی تقریب کا انعقاد کیا کرے گا جس میں پھول کلب شمالی پنجاب کی ٹیم بھی شریک ہوا کرے گی۔ جس پھول کلب کی کارکردگی تین ماہ میں بہترین ہوا کرے گی اس کی انٹرنیٹ پر ماہنامہ پھول کی طرف سے ویب سائٹ فری لانچ کی جائے گی۔ ہر پھول کلب اپنے شہر کے تعلیمی اداروں میں 10 یونٹ قائم کرے گا۔ اس کے علاوہ کلب پھول پرنٹس کونسل پھول ٹیچرز کونسل پھول سٹڈی سرکل پھول کہانی گھر سوشل سروس کو بھی متحرک کیا جائے گا۔ پھول کلب شمالی پنجاب کے زیر اہتمام ملکی تاریخ میں پہلی بار بچوں کی تنظیم کی جانب سے پھول سکاؤٹس کیمپ کا انعقاد جولائی کے آخری ہفتے میں مری میں ہوگا۔ اس موقع پر پھول کلب شمالی پنجاب کی ٹیم کا اعلان اعظم بھائی نے کیا جس کے مطابق احسان نبی، شیخ محمد سلیم قادری، طیب چوہدری، شاہد سلیم، عثمان خادم اور انس فرید چشتی کو پھول کلب شمالی پنجاب کی ٹیم میں شامل کیا گیا۔ اجلاس میں محمد طیب چوہدری صدر پھول کلب وار برٹن، شاہد سلیم صدر پھول کلب نارنگ منڈی، شیخ محمد سلیم قادری امرسدھو، شمس فرید چشتی صدر پھول کلب جوہلی لاہور، وقار قریشی صدر پھول کلب سیالکوٹ، احسان محمود نبیو صدر پھول کلب نارووال، تیمور عباس صدر پھول کلب گوجرانوالہ، محمد عابد قادری صدر پھول کہانی گھر وار برٹن، بابر چوہدری نائب صدر پھول کلب جوہلی لاہور، شیخ وسیم الحسن نائب صدر پھول کلب چونگی امرسدھو، عمران صدیق جنرل سیکرٹری پھول کلب وار برٹن

بقیہ: سپورٹس میلہ

ٹینس کلب ہوئے اس تقریب کے مہمان خصوصی چوہدری خالد پرویز گجر اور بہادر گجر نے رانا مسعود اقبال تحصیل سپورٹس آفیسر بہاولنگر تھے

صدارت کے فرائض عبدالرزاق جاتی، عبداللطیف ظفر، شاہد سلیم ہاشمی نے سرانجام دیئے اور مہمان خصوصی نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کھیل نوجوانوں کی جسمانی صحت و تندرستی کے علاوہ اخلاقی اور روحانی تربیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ نوجوان نسل میں تعلیم کے علاوہ مثبت سرگرمیوں کو فروغ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے اور پھول نئی نسل کے ٹیلنٹ کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے شاہد سلیم ہاشمی جنرل سیکرٹری پھول کلب ضلع بہاولنگر نے کہا کہ مثبت سرگرمیوں کو فروغ دے کر ہی نئی نسل میں ملکی تعمیر و ترقی کے جذبے کو بیدار کیا جا سکتا ہے۔ اور پھول بچوں کے مستقبل سنوارنے میں بہت ہی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ پھول بچوں کے کردار و افکار کی بہتر طور پر عکاسی کرتا ہے۔ یہ سپورٹس میلہ ایک ماہ تک کامیابی سے جاری رہا اور ہر روز کرکٹ، فٹ بال کا میچ منعقد ہوتا رہا۔ فاتح ٹیموں کے کھلاڑیوں میں مہمان خصوصی چوہدری خالد پرویز گجر نے گولڈن ٹرافیاں، میڈلز، شیلڈز تقسیم کیں تقریب میں معززین شہر اور پھول ساتھیوں غلام قادر ندیم، محمد عبداللہ بھٹی، قمر الزمان ڈوگر، شاہ زمان ڈوگر، عبدالغفار غفاری، فیصل بلال، حبیب اللہ شاذ، ابوبکر نیچو، وحید احمد ڈوگر، محمد علی ڈوگر، رحمت اللہ قمر، ذوالفقار احمد غوری، سلیمان رزاقی پراچہ اور دیگر افراد نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ ٹورنامنٹ سپورٹس میلہ کو بھرپور انداز میں آرگنائز کرنے میں عبدالغفار غفاری، عبدالرزاق جاتی، فیصل بلال، رانا اسعد، ہادی اور ان کی ٹیم نے کافی محنت کی۔

بقیہ: تفریحی دورہ

لوگ پھولوں کی طرف لپکے پھولوں پر بڑی خوشی سے ہلہ گلہ کیا اور پھولوں کی خوشی میں پھول کلب کے نعرے لگاتے رہے۔ علی وغیرہ اور دوسرے بچوں احمد انیس، حماد انیس، ولید عبداللہ نے پھول کلب کے کاموں کی تعریف کی۔ شام سے پہلے سب بچوں اور ممبران پھول کلب کے سٹاف [illegible] واپسی کے لئے روانہ ہوئے۔ پرنسپل [illegible] گرامر سکول حامد وسیم، مسز حامد وسیم اور مس صائمہ عارفہ وغیرہ نے مہمانان خصوصی مسز خالدہ انیس اور مسز رخسانہ جمشید کے علاوہ صدر پھول کلب حافظ محمد شہزاد قاسم اور دیگر سٹاف کا شکریہ ادا کیا۔ مہمانان گرامی نے پھول کلب کی اس کاوش کو سراہا اور امید ظاہر کی کہ آئندہ بھی پھول کلب بہاولپور اس قسم کے تفریحی پروگرام منعقد کرواتا رہے گا۔

بقیہ: پروگرام

انٹرنیشنل چکوال سے تعاون کیا تھا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کے بعد پلان انٹرنیشنل چکوال کے ڈائریکٹر ملک سلیم اعوان نے بچوں کے حقوق کے حوالے سے ستمبر میں ہونے والی سربراہی کانفرنس کی تفصیلات بتائیں اور اس سلسلے میں فارم پُر کرنے کی مہم کا افتتاح کیا مختلف سکولوں کے بچوں نے خاکے، نغمے اور ٹیبلو پیش کئے۔ سب سے زیادہ داد ہما، ہنر اور [illegible] اکرام کو ملی۔ پروگرام کے اختتام پر سلیم ملک نے پھول کلب بوچھال کلاں کے کردار کو سراہا اور بچوں کے حقوق کے بارے فارم پُر کرنے کا کام بوچھال کلاں میں پھول کلب کو سونپنے کا اعلان کیا۔

بقیہ: کیمپ

پہنچانے کا اہتمام کرتے رہے۔ کیمپ میں سول ہسپتال شہدادکوٹ کے تمام ڈاکٹرز کے علاوہ لاڑکانہ سے بھی ڈاکٹرز آئے تھے۔ ضلع لاڑکانہ کے کسی گاؤں میں پہلی مرتبہ میڈیکل کیمپ لگایا گیا تھا۔

بقیہ: سٹڈی سرکل

تعارف کروایا۔ نائلہ فیاض صدر پھول سٹڈی سرکل گوجرانوالہ نے اس کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ تبصرہ کے لئے ہم جماعت ملت آئیڈیل سکول سے اسماء خالد نے خالد بن ولید کے جنگی کارناموں سے متعلق کتاب "شمشیر بے نیام" پر تبصرہ کیا۔ اسی سکول سے فائزہ بشیر نے "جالندھر سے واہگہ" پر تبصرہ کیا جو کہ تحریک آزادی پر مشتمل تھی۔ اسی سکول سے مریم شعیب نے ماہنامہ پھول سے "ٹیپو سلطان" کو موضوع بحث بنایا۔ پھر اسی سکول سے ہونہار طالبہ تنزیلہ نے واصف علی واصف کی دل دریا سمندر پر پراثر تبصرہ کیا۔ ملت سکول سے ہی الماس نے "انسانیت موت کے دروازے پر" پر لب کشائی کی۔ اسی سکول سے اقصیٰ یعقوب نے "پیارے نبی کی پیاری باتیں" پر تبصرہ کیا۔ اس کے بعد شار آئیڈیل سکول کی طالبہ حنا اشرف نے کتاب "سیرت پاک" پر اظہار خیال کیا۔ بلقیس اختر میموریل سکول سے میمونہ سلیم نے آغا اشرف کی "معاشی کے آداب" پر تبصرہ کیا۔ بلقیس سکول سے ہی نیلم بشیر نے ذکی الدین پال کی "میرے مشاہدات" پر بحث کی۔ ایم ڈی اسلامیہ سکول سے درخشندہ جبیں ناز نے واصف علی واصف "قطرہ قطرہ قلزم" کو موضوع بحث بنایا۔ تہذیب البنات سکول کی ثمینہ بشیر نے "محسن انسانیت" پر تبصرہ کیا۔ مقابلہ بہت سخت تھا نتائج آنے تک پرنسپل عثمان رشید چوہدری نے پراثر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تبصرہ تو پڑھتے ہیں لیکن سننے کا موقع پھول نے فراہم کیا۔ انہوں نے پھول اور نائلہ آپی کو اس پروگرام پر خصوصی مبارکباد دی اور کتاب کو ساتھی بنانے اور لوگوں میں اس کو تحفے میں دینے پر زور دیا۔ پھول کلب شمالی پنجاب کے صدر حماد الرحمان گورایہ نے اساتذہ، طالبات اور انتظامیہ کا شکریہ ادا کیا اس موقع پر مریم شعیب کو سٹڈی سرکل کا سکول میں نمائندہ منتخب کیا۔ نتائج کا اعلان ہوا جس کی رو سے بہترین تبصرہ پر ملت آئیڈیل سکول کی طالبہ اسماء خالد کو اول اسی سکول کی تنزیلہ کو دوم اور بلقیس سکول میمونہ سلیم کو سوئم انعام ملا۔ ڈاکٹر سعید احمد شاذلی نے طالبات میں انعامات تقسیم کئے اور مسز ڈاکٹر کوثر سعید نے سکولز میں سرٹیفکیٹ دیئے۔ ان کے مطابق فروغ مطالعہ کے سلسلہ میں یہ ایک بہترین کاوش تھی۔ آخر میں مہمانوں کو کولڈ ڈرنکس پیش کی گئیں۔

بقیہ: ڈی جی خان

کہ ڈی جی خان کی تاریخ میں ننھے پھولوں کے ساتھ والدین اساتذہ اور پرنسپل صاحبان کی آمد دیکھ کر نہایت خوشی محسوس کر رہا ہوں اور حیران بھی ہوں کہ کس طرح اور کیسے یہ ممکن ہو سکا یقیناً یہ اللہ پاک کا فضل اور پھول کلب کے عہدیداران و کارکنان کی شبانہ روز محنت کا ثمر ہے۔ ایک خوبصورت خاکہ MBBF پیش کیا گیا۔ جس میں بچے اور نالائق طلباء و طالبات کے ساتھ اساتذہ اور والدین کی عدم دلچسپی

کی عکاسی کی گئی کہ یہ ننھے پھول ایک بلیک سلیٹ ہیں جو نشان لگائیں گے وہی نقوش ثبت ہو جائیں گے۔ ابھرتے ہوئے پھول وسیم انصاری نے خوبصورت لطائف کی پوٹلی سامعین کے سامنے کھولی تو مجمع کھل کھلا کر پیٹ میں بل ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔ حسن قرات نعت خوانی اور ملی ترانے کے الگ الگ انعامات تقسیم کئے گئے۔ جبکہ سنٹر میں اول دوئم اور سوئم کے علاوہ نہایت قیمتی انعامات اپنے سکولز میں آنے والوں کو پیش کئے گئے اور تمام امتحان میں شامل ہونے والے طلباء و طالبات کو اسناد دی گئیں۔ بزم ادب و ثقافت پاکستان ایک فعال تنظیم ہے۔ انہوں نے پھول کلب کے سرگرم عہدیداران و کارکنان کو ان کی بہترین کارکردگی پر تعریفی کارکردگی پیش کی۔ ان میں عبدالسلام تابش، محمد طاہر حنیف، حفیظ اللہ انجم، عاشق علی صدیق، امداد اللہ انصاری اور جاوید احمد راجہ شامل تھے۔

بقیہ: چلڈرن میلہ

خصوصی خواجہ مظہر صدیقی (صدر پھول کلب پنجاب) تھے۔ مہمان امراء میں رضوان احمد بٹ نائب ناظم حلقہ 24، قاضی ارشد ہاشمی جنرل کونسلر حلقہ 24، بیگم ڈاکٹر پی اے جگر لیڈی جنرل کونسلر حلقہ 24، حاجی امان اللہ سیاسی کارکن، ڈاکٹر پی اے جگر سیاسی کارکن، خانزادہ یونس رضا شامل تھے۔ اتنے ڈھیر سارے سیاسی کارکنوں کی چلتن سے یہ محسوس ہوا جیسے ان کارکنوں نے چلڈرن میلہ کو ہائی جیک کر لیا ہوا۔ نظامت کے فرائض سعدیہ گیلانی اور محمد زبیر ارشد بٹ نے باری باری سرانجام دیئے۔ حسب روایت تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت حافظ نعیم احمد سعید نے اور نعت رسول مقبول محمد رفیع احمد نے حاصل کی۔ ازاں بعد عمران جہانگیر نے "دن میں شو" پیش کیا۔ تعلیم کی اہمیت کو ہر جگہ مانا گیا اور تسلیم کیا گیا۔ اس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ایک نہایت پراثر اور سبق آموز خاکہ سکندر خان اور محمد وجاہت نے پیش کیا۔ حاضرین میں جوش و جذبہ ابھارنے کے لئے گانا "یہ جذبہ جنون" پیش کیا گیا جسے محمد احمد نے سنایا۔ اس میلہ میں بچوں کے درمیان رسی سے بندھے سکٹ کو بغیر ہاتھ لگائے کھانا، ایک منٹ میں کنا کھانا، ٹوپی سے غبارے پھاڑنا وغیرہ مقابلے ہوئے۔ اور سب ان آئٹموں کی وجہ سے ہنس ہنس کر دوہرے ہو گئے۔ شرکت کرنے والوں میں نوید عباس، رضوان حیدر، فیصل رضا، عرفان حیدر، قمر رضا، قیصر رضا اور شہزادی نے حصہ لیا۔ اس میلہ میں پھول کلب کے ممبران و عہدیداران ارتضی حیدر، کامران سلیم، عرفات ظہور، نعیم اقبال نعیم، فیصل نعیم، شیراز بٹ، نواز راشد، عبدالحسیب اور گڑیا نے حاجیہ نے شرکت کی۔ تقریب سے خطاب میں خواجہ مظہر صدیقی نے کہا کہ ہم نصابی سرگرمیاں ذہنی نشوونما کو جلا بخشتی ہیں۔ صدارتی خطاب میں راہبر عبدالغفار نے کہا کہ بچے معاشرے کا حسن ہیں ماہنامہ پھول بچوں کی صحیح سمت میں رہنمائی کر رہا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ آج کے اس دور میں ایک عمدہ اور تحریک پسند قسم کا میگزین بچوں اور بڑوں کے پڑھنے کے لئے دستیاب ہے۔ آخر میں مہمانان گرامی نے بچے بچوں علی عمران، مصیب احسن قریشی، علی شہزاد، گنڈ، نوید، تنزیل، وقاص، اشفاق، زاہد عباس، شہباز، عمران جہانگیر، قمر، فیصل، غلام ذکریا، مجید، شاہد علی، عرفان بلوچ، نیاز احمد، محمد اقبال میں پھول کے شمارے تعریفی اسناد اور میڈلز تقسیم کئے گئے۔ اختتام پر عمدہ اور

معیاری پروگرام پر خواجہ مظہر نے عمران ممتاز کو 100 روپے کیش پرائز دیا۔

بقیہ: دورہ

غرض سے دفتر روزنامہ نوائے وقت ملتان جا پہنچی۔ سب سے پہلے پھول کلب کے ممبرز کی ملاقات ریذیڈنٹ ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت ملتان جبار مفتی سے ہوئی۔ وفد میں شامل تمام اراکین نے تعارف کرایا جن میں خواجہ مظہر صدیقی صدر پھول کلب پنجاب، نعیم اقبال نعیم صدر پھول کلب ملتان، فیصل نعیم، سید ارتضی حیدر، سہیل احمد، شہریار، عمران نعیم، زبیر ارشد، عرفات ظہور، رفیق ناز اور عابد حسن عباسی شامل تھے۔ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں بچپن میں اتنا پڑھا لکھا نہیں تھا مگر ذہین تھا اور لوگ کہتے ہیں شرارتی بچے عموماً ذہین ہوتے ہیں۔ وہ بولے میرا بچپن پاکستان کے مشہور شہروں ٹوبہ ٹیک سنگھ، لاہور اور اسلام آباد میں گزرا۔ الوداعی کلمات میں انہوں نے کہا کہ بڑا آدمی بننا آسان ہے لیکن عظیم انسان بننا بہت مشکل ہے۔ پھول ٹیم مظہر بھائی کی قیادت میں نیچی میگزین ایڈیٹر سلیم ناز کے پاس ہو کر بہت ہی پرخلوص طریقے سے پیش آئے پھر پھول کلب کے ممبران نے انچارج سرکولیشن محمد یوسف اور انچارج شعبہ اشتہارات چوہدری غلام محمد سے ملاقات کی۔ پھول ٹیم جاتے جاتے خاتون رپورٹر و انچارج خواتین ایڈیشن مس رضیہ بیگ سے بھی ملی۔

بقیہ: نعتیہ تقریری مقابلہ

تھے۔ جبکہ نعتیہ مقابلے کے منصفین سر ظہیر خالد چاند اور ناظر حسین انجم تھے اور تقریری مقابلے کے منصفین کے فرائض سر محمد زاہد اور نعیم احمد نے سرانجام دیئے۔ تقریری مقابلے کا عنوان تھا "محسن انسانیت" اس دوران مہمان خصوصی پرنسپل محمد رفیق نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمیں اسلام کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنی چاہئے۔ صفدر یوتھ ویلفیئر آرگنائزیشن کے صدر میاں نعیم احمد نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بچے قوم کے معمار ہیں پھول کلب نے اپنی بہترین مثبت سرگرمیوں سے بچوں میں خود اعتمادی پیدا کی ہے۔ احسان نبیو صدر پھول کلب نارووال نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ نعتیہ مقابلہ میں جج کے فیصلے کے مطابق اول انعام فیصل شہزاد دوئم انعام شاہدہ بی بی اور سوئم انعام محمد عمران نے حاصل کیا۔ تقریری مقابلہ میں جج صاحبان کے حتمی فیصلے کے مطابق اول انعام محمد بلال دوئم انعام نصرت بی بی اور سوئم انعام کے حقدار محمد ظہیر قرار پائے۔

بقیہ: پروگرام

ہوئے طالبات کے جذبے کی تعریف کی۔ نتائج کے مطابق پہلا انعام اقصیٰ اقبال مدرسہ انوار القرآن اور حوصلہ افزائی کا انعام شمیم یعقوب مدرسہ فیض حبیب نے حاصل کیا۔

بقیہ: کہانی گھر

نذر پیش کیا۔ اس پروگرام کے دوران مزاح پیدا کرنے کے لئے لطیفے سنائے جسے سن کر سب بچے بہت ہنسے۔

رابعہ تاثیر......اوکاڑہ

جی ساتھیو! کیسے ہیں آپ؟ گرمی کے ساتھ آپکی نئی میزبان حاضر۔ ساتھیو! کالم میں آپ مزے مزے کی تراکیب پڑھتے رہے ہیں۔ اب میں آپ کو تھوڑا سا Change دینا چاہوں گی۔ سب سے پہلے تو یہ کہ باقاعدگی سے کالم پڑھیے اور ایک سطری تبصرہ کیجیے۔ آپ کا تبصرہ کالم کی زینت بنے گا۔

2- اپنے خط میں کوئی بھی ایسی ڈش جو آپ کی فیورٹ ہو اور آپ اس کو بنانے کا طریقہ پوچھنا چاہتے ہو تو ہمیں لکھیے ہم آپ کو اس کی ترکیب بتائیں گے۔

3- کوئی بھی ٹوٹکہ یا کچن کے بارے میں آپ کی مشکل ہو ہمیں بتائیے آپ کا کالم آپ کی مدد کرے گا۔

4- آپ کچن میں کام کر رہے ہیں یا کوئی ڈش ٹرائی کر رہے ہیں اور کوئی دلچسپ واقعہ پیش آیا ہو تو ہمیں بتائیے۔ کالم پڑھتے رہیے اور تمام سلسلوں میں Contribute کیجیے کیونکہ زیادہ سے زیادہ Contribution آپ کو دلا سکتا ہے BestContuibrtor کا پرائز۔ اور ہاں ساتھیو! آپ اپنے شہر کی مشہور سوغات کے بارے میں بھی ضرور بتائیے اور اگر ساتھ بنانے کا طریقہ ہو تو کیا بات ہے۔ تو شروع کرتے ہیں کالم اب سے پہلے "رابعہ تاثیر کے دسترخوان کا لطف اٹھائیے!

جلفریزی

تھوڑا سا ڈش کے بارے میں، یہ برطانیہ کی ڈش ہے لیکن پاکستان میں بھی بہت پسند کی جاتی ہے۔

اجزاء: 1- مرغی کا گوشت آدھا کلو 2- مٹر آدھ کلو
3- ٹماٹر آدھ کلو 4- پیاز' 2 عدد
5- انڈے' 2 عدد 6- ہری مرچ' حسب ذائقہ
7- ہرا دھنیا' حسب ضرورت 8- سیاہ مرچ' حسب ضرورت
9- گرم مصالحہ' 4 چمچ کھانے کے 10- نمک' حسب ذائقہ

بنانے کا طریقہ: گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں اور ان ٹکڑوں کو تھوڑے سے پانی میں ڈال کر ابال لیں۔ پیاز کو گھی میں براؤن کر لیں اور گوشت کے ٹکڑوں کو اس میں ڈال کر بھونیں۔

بھنے ہوئے گوشت میں ٹماٹر' کٹی ہوئی پیاز' ہرا دھنیا' مٹر' نمک اور سیاہ مرچ ڈال دیں اور ہلکی آنچ پر 15 `20 منٹ پکنے دیں۔

پانی خشک ہونے پر چولہے سے اتار لیں اور پسا ہوا ادرک اور گرم مصالحہ چھڑک دیں۔ جلفریزی کو ڈش میں نکال لیں اور انڈے فرائی کر کے اس کے اوپر ڈال دیں۔ بعض خواتین انڈے کا آملیٹ بھی بنا کر ڈالتی ہیں۔ سلاد کے ساتھ پیش کریں۔

چپلی کباب

کومل نثار 10th کلاس میں پڑھتی ہیں اور لاہور سے آپ کے لئے چپلی کباب بنانے کا طریقہ بھیجا ہے۔ پڑھیے اور ٹرائی کیجیے۔

اجزاء: 1- قیمہ' ایک کلو 2- پیاز' 1 عدد
3- سبز دھنیا' 3 ٹیبل سپون 4- پودینہ' 2 ٹیبل سپون
5- سبز مرچ' 3 عدد 6- ٹماٹر ایک عدد 7- زیرہ' 2 ٹی سپون
8- سرخ مرچ' 1 ٹیبل سپون 9- گرم مصالحہ
10- کچے پپیتے کا پیسٹ' ایک ٹیبل سپون
11- نمک حسب ذائقہ

بنانے کا طریقہ: ثابت دھنیا' زیرہ اور ثابت مرچ کو توے پر سینک لیں۔ پھر اس میں خشک مصالحہ شامل کر کے اس کو پیس لیں۔ گوشت میں کٹی ہوئی پیاز' ہرے دھنیے اور پودینے کے پتے' ہری مرچ اور تمام مصالحہ سوائے پپیتے کے شامل کر لیں۔ دس منٹ کے لئے ڈبل روٹی کے دو ٹکڑے پانی میں بھگو دیں پھر اس کو دبا کر پانی نکال لیں اس کو قیمہ میں شامل کر لیں اور اس کو ایک گھنٹہ کے لئے رکھ دیں۔ جب اس کو تلنے لگیں تو اس میں تازہ کٹا ہوا کچا پپیتا شامل کر لیں۔ کباب کی شکل دیں اور درمیانی آنچ پر پکائیں۔ اس کو تیل میں ڈالتے وقت بہت احتیاط رکھیں۔

COOKERY

پراٹھوں اور رائتہ کیساتھ پیش کریں۔

کولڈ کافی

گرما گرم پینے کا موسم تو گیا اس لیے سٹیلائیٹ ٹاؤن گوجرانوالہ سے حنا گل آپ کے لئے لائی ہیں کولڈ کافی' ٹرائی کیجیے اور بتائیے آپ کو کیسی لگی۔ اجزاء: 1- دودھ ایک کپ 2- کافی ایک چائے کا چمچ
3- چینی' ڈھائی چائے کا چمچ 4- ونیلا آئس کریم' ایک سکوپ
5- کوٹی ہوئی برف' ایک تہائی کپ

بنانے کا طریقہ: دودھ' کافی' چینی' برف کو ملا لیں۔ اب اس کو بلینڈر میں بلینڈ کر لیں۔ پھر ایک لمبے گلاس میں ڈالیں اور اوپر آئس کریم ڈال کر ٹھنڈی ٹھنڈی پیش کریں۔

سرخ لوبیے کا سلاد

اجزاء: 1- ابلا ہوا سرخ لوبیا 2- کٹا ہوا پیاز
3- کٹے ہوئے ٹماٹر 4- لیموں کا رس 5- نمک
6- کالی مرچ 7- کٹا ہوا کھیرا

بنانے کا طریقہ: لوبیے کو دو یا تین کپ پانی میں ایک دن کے لئے بھگو دیں پھر اسے 25 منٹ کے لئے ابالیں۔ یہاں تک کہ وہ نرم ہوں۔ پھر اس میں تمام چیزیں ڈال کر اچھی طرح مکس کریں اور ایک ڈش میں نکال لیں۔ ابلے ہوئے انڈے ڈال کر سرو کریں۔ (حنا گل سٹلائیٹ ٹاؤن گوجرانوالہ)

ٹماٹو کیچپ

ہم کوشش کریں گے کہ ہر ماہ کسی اسکواش' جوس' چٹنی یا مٹھائی کے بنانے کا طریقہ بتائیں۔ یہ سب آپ بھی بھیج سکتے ہیں۔

تو اس ماہ پڑھیے ٹماٹو کیچپ بنانے کا طریقہ

اجزاء: 1- پیاز کترا ہوا' 6 چھٹانک 2- ٹماٹر' 1 کلو
3- لہسن آدھ پاؤ 4- لونگ ثابت 4 گرام
5- گرم مصالحہ' 8 گرام 6- جل وتری' 2 گرام
7- دار چینی' 6 گرام 8- سرکہ' 420 گرام
9- نمک آدھ چھٹانک 10- چینی' 1 کلو
11- سرخ مرچ' 20 گرام 12- سوڈیم بنزو ویٹ' 2 گرام

بنانے کا طریقہ: 1 کلو ٹماٹر اچھی طرح دھو کر کاٹ لیں۔ پھر اس کو پکنے کے لئے چولہے پر رکھ دیں۔ پھر مطلوبہ مصالحہ جات کو ململ کے کپڑے میں باندھ کر اس میں رکھ دیں۔ جب گاڑھا ہو جائے تو مصالحے کا دوبارہ اثر نکال لیں پھر اتار کر ٹھنڈا کر لیں۔ اس میں سرکہ بھی ڈال لیں اور ایک بار پھر پکا لیں۔ ٹھنڈا کر کے سوڈیم بنزو ویٹ پانی میں گھول کر ڈال دیں اور مکس کر کے چٹنی کی بوتلوں میں ڈال دیں۔ موم بوتلوں کو لگا دیں۔ اس طرح آپ تمام سیزن اس کیچپ سے لطف اندوز ہو سکتی ہیں۔

ٹوٹکہ ٹائم

بالوں کو لمبا اور سیاہ بنانے کے لئے روزانہ بالوں پر سورہ واللیل تین مرتبہ پڑھ کر دم کیا جائے اور 41 بار پڑھ کر کسی بھی تیل پر دم کر کے سر پر لگایا جائے تو بال لمبے اور سیاہ ہو جائیں گے اور گرنا بند ہو جائیں گے۔ اس میں ہم ہر مہینے آپ کو New Reseasches کے بارے میں معلومات دیں گے۔ یہ انفرمیشن آپ بھی بھیج سکتے ہیں۔ امریکی ماہرین کا کہنا ہے کہ چاکلیٹ دل کے امراض میں مفید ہوتی ہے۔ ماہرین نے چاکلیٹ کو فنکشنل فوڈ قرار دیا ہے جس کے انسانی صحت پر بہت اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چاکلیٹ کھانے کے نتیجے میں اینٹی آکسیڈنٹ بہت زیادہ مقدار میں پیدا ہوتے ہیں۔ جو کہ دل کے کئی امراض کو ختم کرنے کے لئے موثر ثابت ہوتے ہیں اس لئے ماہرین نے چاکلیٹ کے استعمال کو مفید قرار دیا ہے۔

چلتے چلتے ایک اور نیا سلسلہ جس میں شمولیت آپ کو دلا سکتی ہے "کچن پرائز"

یہ سلسلہ ہے "کچن کوئز" کا

ایک سیب میں کل کتنی کیلوریز ہوتی ہیں۔ ہمیں ایک دن میں کل کتنی کیلوریز کی ضرورت ہوتی ہے؟

او کے ساتھیو! جلدی سے لیٹر بھیجیے ہمیں آپ کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا اور ہاں! کچن کے بارے میں مزے مزے کی Poetrey بھیجنا مت بھولیے گا کیونکہ یہ بھی ایک نیا سلسلہ ہے جو آپ کی شمولیت سے کالم کی زینت بنے گا۔ اللہ حافظ





رات کے اندھیرے میں

فورٹ عباس میں پھول کلب کی افتتاحی تقریب

رپورٹ: شازیہ تبسم (صدر گرلز پھول کلب فورٹ عباس) معاون صبیحہ تحسین، مہوش نوین، کاشان عندلیب۔ اہتمام: محمد طاہر عظیم چودھری (صدر پھول کلب فورٹ عباس) محمد شفیق امجد، غلام مصطفیٰ ذوق، محمد عمران ظفر۔ تعاون: شفیق برادرز گیسولین پمپ، واک گیس ایجنسی اور ماسٹر فیضان، عرفان اور احتشام، ڈیوز شافی کلینک فورٹ عباس۔ فوٹوگرافی: نوید گلزیب، عبدالغفار

24 مئی کو اختر عباس بھیا صبح سویرے فورٹ عباس پہنچے تو زندہ دلان فورٹ عباس نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ہماری تقریب کے دیر سے شروع ہونے میں کچھ ہاتھ الیکٹریشن بھائی کا بھی تھا جنہوں نے اپنی بھرپور مہارت دکھاتے ہوئے منٹوں کا کام گھنٹوں تک لٹکا دیا خیر سے گورنمنٹ ہائی سکول فورٹ عباس کے وسیع گراؤنڈ میں پھول کلب کی افتتاحی تقریب کا آغاز اختر بھیا کی آمد کے بعد رات کے ساڑھے آٹھ بجے ہوا۔ اس تقریب کی صدارت ایڈیٹر بھیا نے کی اور تقریب کے مہمان خصوصی حاجی محمد جاوید اقبال تھے کمپئرنگ کے فرائض غلام مصطفیٰ ذوق نے انجام دیئے۔

تقریب کا آغاز حسب روایت تلاوت قرآن پاک سے ہوا گورنمنٹ تنظیم پرائمری سکول کے بچے محمد فیاض نے اپنی پیاری اور خوبصورت آواز میں قرآنی آیات تلاوت کیں نعت رسول مقبول ﷺ پیش کرنے کی سعادت احمد سعید، راشد منہاس اور عبدالجبار نے حاصل کی۔ اسکے بعد غلام مصطفیٰ ذوق نے عظمت شیخ کا جو کہ بھیا کے ساتھ فورٹ عباس آئے تھے تعارف کروایا اور پھول کلب کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا آج ہم فورٹ عباسیون کی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے درمیان ایک انتہائی قابل احترام اور عظیم شخصیت عظمت شیخ موجود ہیں جنہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر خانہ کعبہ کی تصویرکشی کا موقعہ دیا۔ انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم بھی حاصل کرنی چاہئے اس سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ عظمت شیخ کے خطاب کو لوگوں نے نہایت توجہ سے سنا۔ ذوق نے اس محفل کے مہمان خصوصی حاجی محمد جاوید اقبال کو اپنے خیالات کے اظہار کی دعوت دی۔ انہوں نے فورٹ عباس میں پھول کلب کے قیام کو سراہا اس کے فوراً بعد ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول فورٹ عباس کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے اختر عباس بھیا، کا فورٹ عباس آمد اور پھول کلب کے قیام پر شکریہ ادا کیا۔ روزنامہ جنگ کے مقامی رپورٹر محمد نعیم چودھری نے بھی پھول کلب کے قیام کو سراہا۔

تالیوں کے شور میں یہ تو پتا ہی نہ چلا کہ ایڈیٹر بھیا نے سلام کب کیا، خطاب میں آپ نے اس قدر پراثر باتیں کیں کہ دل میں اتر گئیں

اس کے فوراً بعد تقریب میں اچھی کارکردگی دکھانے والے بچوں میں خوبصورت اور قیمتی انعامات تقسیم کیے گئے۔ گورنمنٹ تنظیم پرائمری سکول مظہر العلوم کے طالب علم مدثر اسلام طاہر کو پنجاب سے 23 ویں نمبر پر وظیفہ شاید (پھول ایجوکیشن بورڈ کی طرف سے) ضلع بہاولنگر سے اول پوزیشن حاصل کرنے پر پھول کلب فورٹ عباس کی طرف سے ایک بڑی گولڈن ٹرافی اور مختلف کمپنیوں کی طرف سے ملنے والے ڈھیروں انعامات سے نوازا گیا۔ (فورٹ عباس ایک صحرائی علاقہ ہے یہاں گرمیوں کے دنوں میں دن اور رات شدید ہوائیں چلتی ہیں اس لیے حاضرین کیلئے پنکھوں کا انتظام ضروری نہ سمجھا گیا۔ مگر افسوس بدقسمتی سے اس دن ہوا بالکل بند تھی) حاضرین کو خاموش دیکھ کر کہا براہ مہربانی بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے آپ اگر تالیاں بجا دیں اچانک ایک طرف سے آواز آئی "تالیاں وجائیے کے ہوا جھلے" اس سے محفل کشت زعفران بن گئی۔



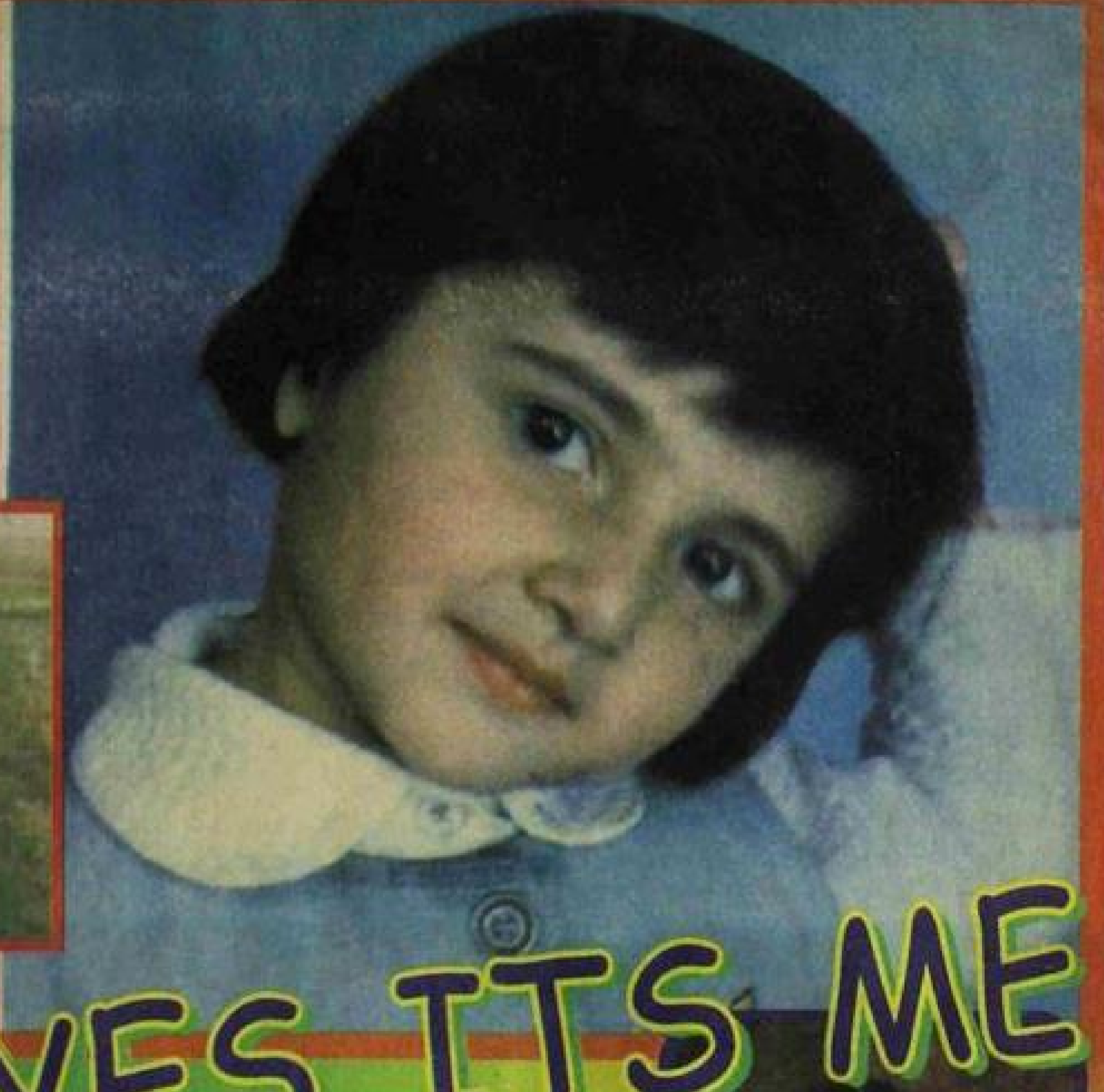








YES ITS ME



دانشور بننے کی کوشش

یہ میرے سر میں جوئیں نہیں پڑیں بلکہ ذرا سٹائل بنا رہی ہوں تھوڑی سی دانشور بننے کی کوشش کر رہی ہوں تاکہ ابھی سے عقل پر زور پڑے اور میں عقل مند بنوں۔
ایمن رباب۔ بوچھال کلاں



اڑنے کی کوشش

زیر نظر تصویر میری کزن سمیہ شکور کی ہے یہ دراصل گانا گا کر اڑنے کی کوشش کر رہی تھی کہ میں نے تصویر بنالی تصویر میں بیوٹی سائٹ بہت انسپائر کرتا ہے یقیناً آپ کو بھی اچھا لگے گا۔
عاصمہ افضل نارنگ منڈی



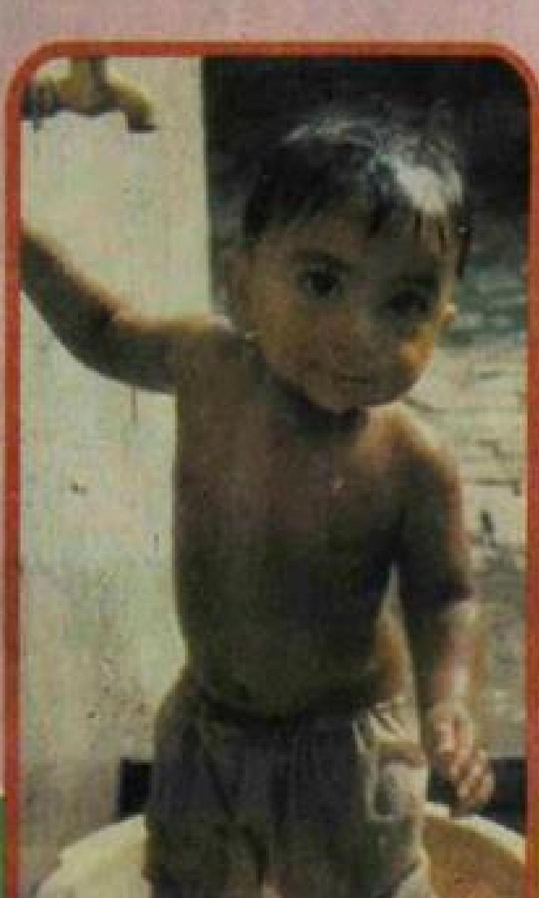
باتھ ٹب۔ کے مزے

گرمی میں نہانا مزا کچھ اور ہی ہوتا ہے ایک دن گھر پر کوئی نہیں تھا تو میں نے سوچا آج 'باتھ ٹب' کا مزا بھی لیا جائے ابھی انجوائے کر ہی رہا تھا کہ امی ابو آ گئے اور یہ تصویر بھی بن گئی۔ یورام یوسف لاہور



فرانسیسی چوزے

جب میں فرانس سے یہاں پاکستان آیا تو ایک رشتہ دار کے یہاں چوزے دیکھے تو صداقت بھائی نے دیکھا کہ مجھے یہ بہت بہت پسند ہیں تو کالج سے واپسی پہ لے آئے آپی حاجرہ کے کہنے پر میں نے ان کے فرنچ نام بھی رکھے ہیں، اندازہ کریں میرے پیار کا!!! کالے کا نام "پی کاچو" اور سنہری کا نام "سونک" کیسے ہیں...... ایک دن حاجرہ آپی نے "چوچوں" کو پکڑ کر میرے سر پر بٹھایا اور لے کے میری تصاویر بنا دیں۔ جو میں تصویر میں آپکو مسکراتا ہوا نظر آ رہا ہوں۔ اس لئے کہ "چوچے" میرے سر پہ گدگدی کر رہے ہیں۔ حسنات علی دگھیر۔ میرا جہلم





پہاڑ کی چوٹی پر

دیکھا آپ نے میں نے پہاڑ کی چوٹی پر تصویر بنوالی بھی میرے لئے تو ابھی یہی پہاڑ ہے۔ میں چھوٹی ہوں ہاں جب بڑی ہو جاؤں گی تو کوشش کروں گی کہ انکل نذیر صابر کی طرح ماؤنٹ ایورسٹ پر بھی چڑھ جاؤں۔ طوبیٰ اسحاق۔ لاہور





کیسا لگ رہا ھے

یہ تصویر ہماری اس وقت کی ہے جب ہم صرف 4 ماہ کے تھے اور تصویر میں دف بجانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب آپ ہی بتایئے آپ کو ہمارا دف بجانا کیسا لگ رہا ہے۔
مرزا کاشف ملتان

موں

سب مجھے موں کہتے ہیں اصل نام تو ذیب ہے۔ لیکن پھر بھی سب یہی کہتے ہیں دراصل میں ہوں جو موں جیسا۔ مگر تھوڑا سا شرارتی بھی تو اس کھلونے پر بیٹھا ایسے منہ بنا رہا ہوں۔ ذیب الرحمان۔ چونگی

آپ بھی ھنسیں گے

میں اس تصویر میں کتنا خوبصورت لگ رہا ہوں۔ یقیناً آپ سب کو بھی خوبصورت لگ رہا ہوں۔ یہ تصویر میں نے اپنے گھر کی چھت پر بنوائی تھی۔ اس میں میں رو رہا ہوں اور اپنی امی جی کی عینک پہنے ہوئے ہوں جب بھی گھر والے اس کو دیکھتے ہیں تو ہنسنے لگتے ہیں یقیناً آپ بھی ہنسیں گے۔ احمد بلال گوجرانوالہ





شرارت کے بعد

یہ 1995ء کی تصویر ہے۔ ان دنوں ہم کراچی میں مقیم تھے تصویر بننے سے پہلے ایک آئینہ میں نے قصداً توڑا تھا۔ جسکی کرچیاں میری بہن زینت میرے پیچھے چن رہی ہے اور میرے چہرے پر شرارت کے بعد آنے والی مسکان کو میرے بھائی ممتاز حبیب صابر نے محفوظ کیا۔
نجمہ حبیب مردان





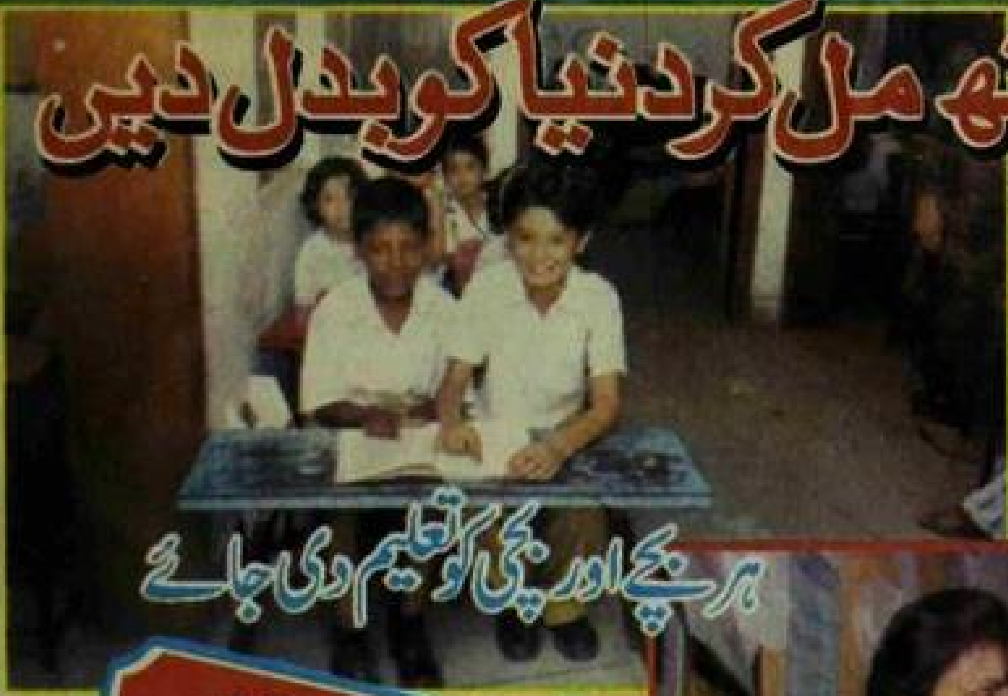
ہم تو چلے

دراصل چودہ اگست کو ہم گھومنے نکلے ہمارے ساتھ کیمرہ بھی تھا۔ واپس آتے ہوئے رستے میں گدھا گاڑی پر نظر پڑی۔ تو فوراً ہی ذہن میں خیال آیا کیوں نہ گدھا گاڑی پر بیٹھ کر ایک تصویر بنائی جائے۔ فوراً ہی ہم نے اس خیال کو حقیقت کا روپ دے دیا۔ یہ جو صاحب گدھے پر بیٹھے ہیں ان کا نام دانیال ہے اور پیچھے چشمے والے ہیں ان کا نام عثمان ہے اور جن صاحب نے کالے رنگ کا ہیٹ پہنا ہوا ہے وہ ہم خود ہیں۔ ندیم اختر فیصل آباد

ابھی ہو گا دھماکہ

آپ جانتے ہیں کہاں ہوں تو میں بتائے دیتا ہوں لاہور کے شاہی قلعے میں توپ چلانے کی کوشش کر رہا ہوں ابھی ہو گا دھماکہ آپ تیار رہیں۔ ابراہیم ذکی۔ راولپنڈی

آیئے بچوں کے ساتھ مل کر دنیا کو بدل دیں

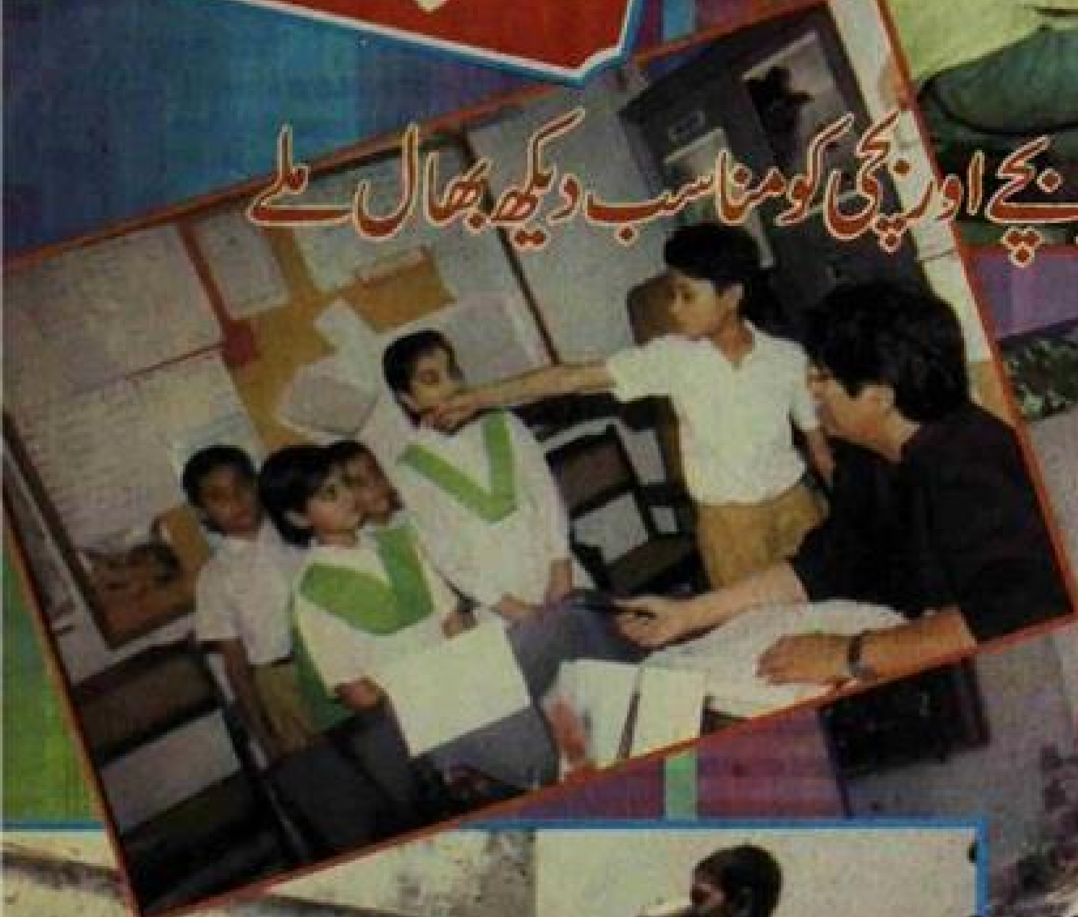


ہر بچے اور بچی کو تعلیم دی جائے

ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول
لاہور



ہر بچے اور بچی کو مناسب دیکھ بھال ملے





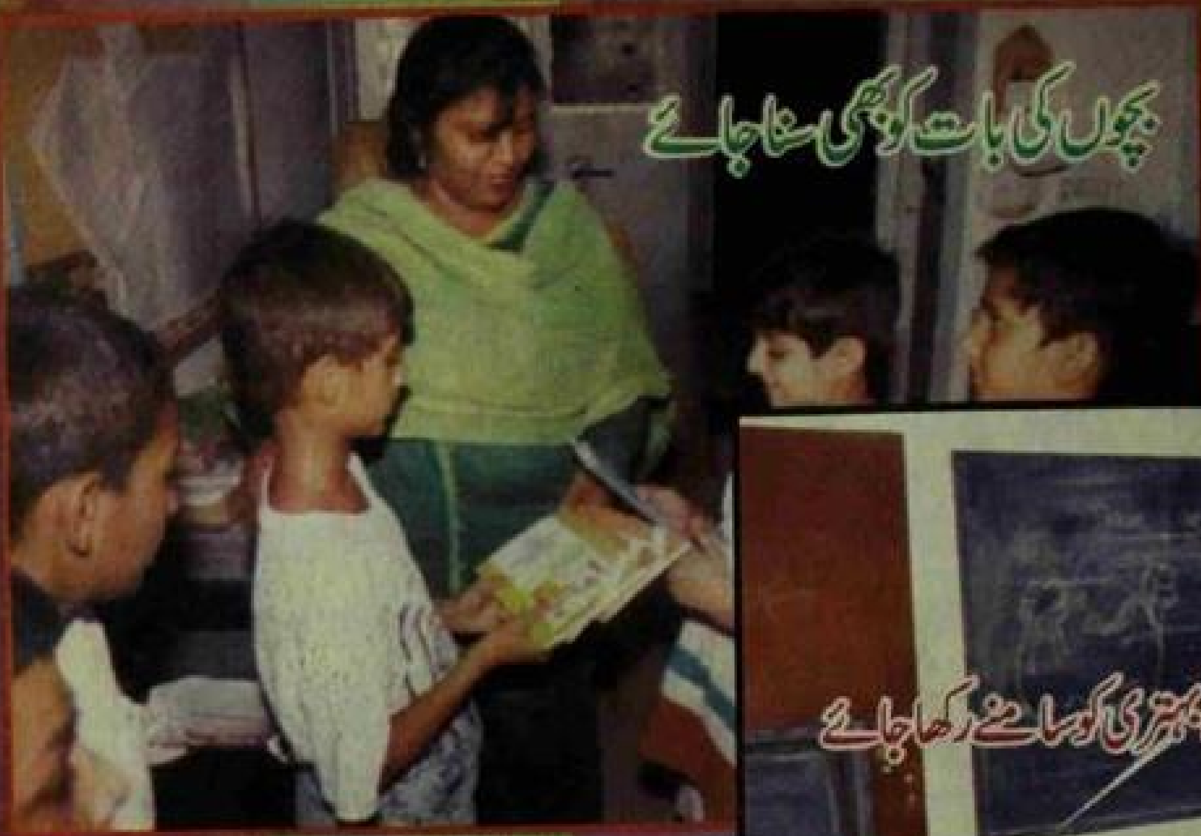
بچوں اور بچیوں کو ہر طرح کے نقصان اور استحصال سے بچایا جائے



غربت کا خاتمہ کیا جائے اور بچوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بجٹ کا اہتمام کیا جائے



بچوں کے حقوق کے لئے عالمی تحریک

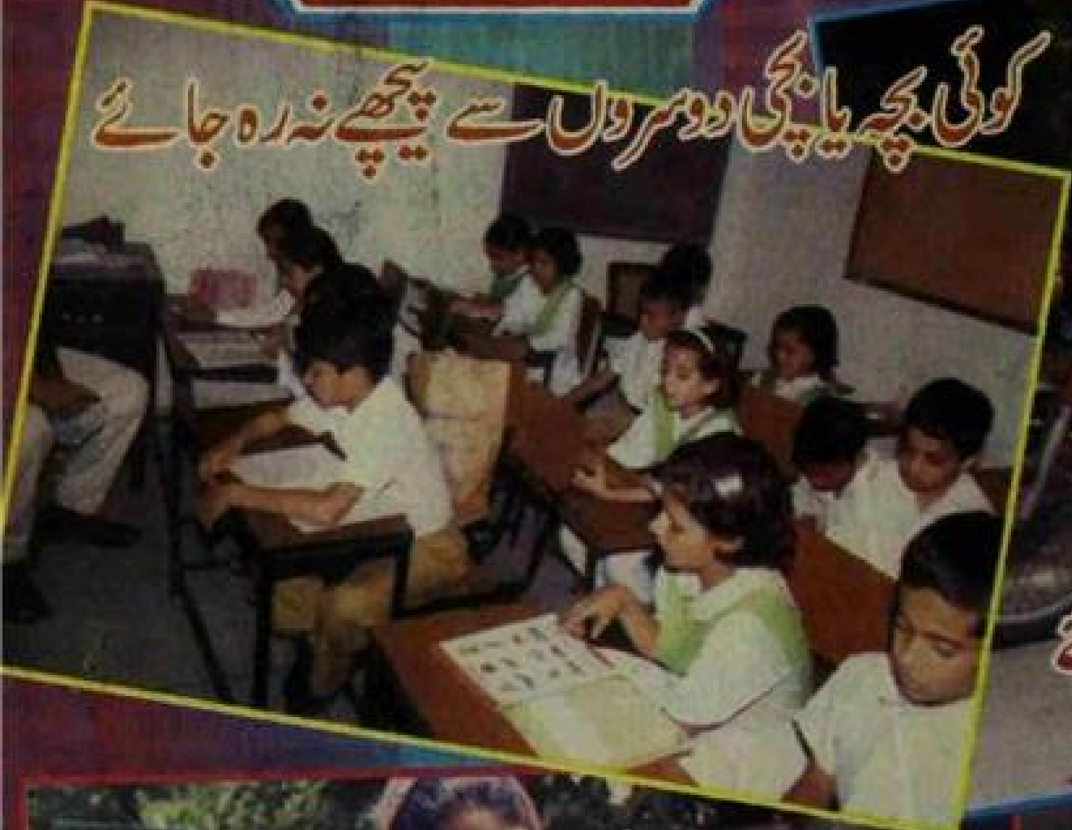


بچوں کی بات کو بھی سنا جائے



ہر معاملے میں بچوں اور بچیوں کی بہتری کو سامنے رکھا جائے

ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول لاہور



کوئی بچہ یا بچی دوسروں سے پیچھے نہ رہ جائے



دنیا کے ماحول کو بچوں کے لئے بچایا جائے



بچوں کو جنگ کے اثرات سے بچایا جائے



ایڈز کی روک تھام کے لئے کام کیا جائے

دعا اور وفا

بیڈ ٹائم سٹوری

اختر عباس

اس سچ کی کہانی...... جو میرے ہمسائے میں جیتا ہے۔ دو زندہ لوگوں کا سچا ماجرا...... انہیں زندگی راس آ گئی تھی

حقوق اطفال کی ادائیگی...... وہ کرتے ہیں جنہیں ان کی خبر بھی کم ہی ہوتی ہے

جانے ان نگاہوں میں کیا تھا۔ قمر کو لگا جیسے جشن تاج پوشی ہوا ور اسے تخت پہ بٹھا دیا گیا ہو۔ آدمی عزت اور اس سے زیادہ محبت کا آرزومند ہوتا ہے اور یہ دونوں نعمتیں جب دولت کے بغیر حاصل ہوں تو ہی اصل دولت ہوتی ہیں۔ اس لمحے قمر اس دولت کا ''بل گیٹس'' تھا۔ سب سے نمایاں سب سے منفرد اس کی جھولی میں محبت کے ساتھ احترام کے کئی ارب ڈالروں کا ڈھیر تھا۔ وہ دنیا کا سب سے مالدار شخص تھا۔

سفید چادر اوڑھے مریض نے ثمر کو دیکھ کر اٹھنا چاہا تو ثمر سے پہلے نرس بول پڑی ''آپ پلیز لیٹے رہیں۔ ہلنے سے ٹانکے کھل سکتے ہیں۔ بلیڈنگ شروع ہو جائے گی اور آپ کیلئے تو قطرہ قطرہ بہت اہم ہے۔

قمر یہ تو نے کیا کیا؟ سوال کم تھا آنسو زیادہ تھے۔ تیری تو پہاڑ سی زندگی پڑی ہے۔ ثمر کے آنسو باقاعدہ بول رہے تھے۔ ''تو کیا چیز ہے؟'' کیا ہے تیرے اندر، جو تو ہم سب کے دلوں میں سما گیا تھا۔ ساری محبت پا گیا تھا۔ تو تو بے تخت کا حاکم ہے۔ بے تاج بادشاہ ہے۔ اس حاکم سے بڑا جو تخت نشین ہو حکم صادر کرے اور رعایا اس کے اشاروں پہ کٹ مرے۔

تمہیں یہ مرتبہ کیسے مل گیا۔ کسی وراثت کسی زور زبردستی کے بنا۔ دولت وحشمت کے خزانوں کی ملکیت کے بناء، دل وروح کے ہر خزانے کا تو مالک کیسے بن گیا تو کیسے جانے۔ تو نے کیا کیا؟ بے دام خرید لیا مجھے...... میری ماں کو''

''تیری ماں!...... قمر نقاہت سے صرف آدھا جملہ بول سکا تھا۔ وہ کب سے صرف تیری ماں ہو گئی۔

میں دو دن سے تڑپ رہا تھا اس مسیحا کو دیکھنے کیلئے جس نے ڈاکٹر سے کچھ نہ بتانے کا وعدہ لیا تھا۔ اور چپ چاپ اپنی آدھی زندگی ماں کے نام کر دی تھی۔ ثمر نے اپنے بیٹے کو ساتھ چمٹا لیا تھا۔ بیٹے یہ دیکھ انسانوں میں کبھی کے ٹو جیسے پہاڑ دیکھنے ہوں تو یاد رکھنا ان کی شکلیں اس کے سوا کچھ اور ہو نہیں سکتیں''

قمر کے ہونٹ یوں تھے جیسے سکاچ ٹیپ سے بند ہوں اس سے بولا نہیں جاتا تھا۔ اس نے بولنا چاہا تو ہونٹ یوں بند ہوئے تھے جیسے تھکن سے چور آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ آپو آپ۔

اس کا بہت جی چاہا کہ بولے اور کہے۔

''ثمر تم کیا جانو دکھ کیا ہوتا ہے۔ میں نے تو دکھ کا سمندر عبور کیا ہے۔ لمحہ لمحہ جلا ہوں موم کی طرح، پگھلا ہوں سیسے کی طرح۔ میرے تو آنسوؤں کی جھلار بھی تم نے نہ دیکھی ہوگی۔ تم اس دکھ کو جان ہی کیسے سکتے ہو۔ جو تم پہ بیتا نہ ہو۔ جس کا تم کو تجربہ نہ ہو۔ جو بول نہ سکے۔ اظہار نہ کر سکے، احتجاج نہ کر سکے، دکھ کے سمندر سے نکلنے پر ہی قادر نہ ہو۔ وہ روئے نہ تو کیا کرے تمہیں کیسے سمجھاؤں کہ مجبور آدمی ہارے ہوئے آدمی سے زیادہ دکھی اور محروم ہوتا ہے۔ جو اس کا ہاتھ تھام لے۔ اس کے دکھ کو پہچان لے عمر بھر اپنے چمڑے کے جوتے بنا بنا کر بھی پیش کرنے پڑیں تو وہ خوشی اور خوش دلی سے کرے گا۔



میں اس دن کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ جب گھر سے یہ سوچ کر نکلا تھا کہ سکول سے فارغ ہو کر واپسی نہیں ہو گی۔ سیدھا ریلوے لائن پہ جاؤں گا۔ اور کسی آتی جاتی ٹرین کے نیچے سر دے کر سارے دکھوں سے نجات پا جاؤں گا۔ کئی دنوں کی تھوڑی تھوڑی بھوک اور بہت سی دکھی کرنے والی گالیوں کی سوغات کے سوا اور میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اور یہ میں اپنے حصے کی آگ کی طرح ساتھ ساتھ لئے پھرا تھا۔ تب مجھ ایسا تنہا آدمی پوری دنیا میں کہاں ہو گا۔ چاروں طرف آوازوں کا شور اور انسانوں کی رونق کا دل کی تنہائی اور بے رونقی سے کیا تعلق ہے۔ اس صبح گھر سے نکلا تو پیٹ بھوک سے بازو مار کی اذیت سے اور دل گالیوں کی کڑواہٹ سے بھرا تھا۔ تائی نے جی بھر کر مارا تھا رات ورکشاپ سے اتنا تھک کر آیا تھا کہ کچن میں پڑے گندے برتن نہ دھو سکا تھا۔ وہ سستی یا کام چوری نہ تھی۔ اس طرف خیال بھی نہیں جا سکا۔ جاتا بھی کیسے۔ گھر آتے ہی تو ننگی چارپائی پہ گر گیا تھا۔ اگلی صبح ہوش آئی تو مار پڑ رہی تھی۔ تائی کے کہنے پر سکول کے بعد ورکشاپ میں نوکری کی تھی۔ پیسے بھی لاتا تھا۔ وہ اس پر بھی خوش نہ تھی۔ تھکا ہارا آتا تو برتن دھلواتی، گھر صاف کرواتی، اور میں چپ چاپ سارے کام کرتا جاتا۔ جیسے یہ سارے کام بنے ہی میرے لئے تھے۔ میں تو بھول ہی گیا تھا کہ مجھ جیسے اکیلے اور تنہا آدمی کیلئے کبھی کوئی نرم اور مہربان لفظ بھی کہا جائے گا۔

ثمر! تمہیں کیا معلوم دکھ کیا چیز ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی سالوں سے پیاسے ریت کے ذرے کی طرح پڑا ہو اور بادل کے ٹکڑے ہر بار برسے بنا ہی وہاں سے گزر جائیں جیسے کوئی بہار کے موسم میں سرسبز پتوں کے بیچوں بیچ سوکھ جائے۔ اپنا رنگ اور تازگی کھو دے اور پھر خزاں رسیدہ پتے کی طرح ٹوٹ کر حسرتوں بھری زمین پر جا گرے۔

اس روز جب میں زندگی کی ٹہنی سے ٹوٹ گرنے کو تھا آخری کلاس سے پہلے پیریڈ میں صرف جینے کے آخری گھنٹے میں جی رہا تھا تم میرے پاس آئے تھے اور مسکرا کر پوچھا تھا۔ خیریت ہے ناں! تم نے بن مانگے مجھے مسکراہٹ دی تھی اور میں نے بن بولے سر ہلا دیا تھا۔ ''ہوں میں ٹھیک ہوں'' تب تم پاس آ کر بیٹھ گئے تھے۔ ''دو پہر کو کھانا نہیں کھایا ناں''

پھر جواب کے انتظار کے بغیر ہی تم نے کہا تھا ''پتا ہے میں نے بھی نہیں کھایا۔ صبح جلدی میں بھول آیا تھا۔ پیریڈ ختم ہوئے تو اکٹھے کھاتے ہیں۔ یہ ساتھ تو میرا گھر ہے''

بارہ تیرہ سال عمر ہی کیا ہوتی ہے اس عمر کی برداشت بھی چھوٹی سی ہوتی ہے۔ بندہ جلدی ہار جاتا ہے۔ میں بھی بھوک سے ہارا بیٹھا تھا۔ تم نے گھر جا کر اپنی امی سے میرا تعارف یوں کروایا تھا امی یہ میرا بہترین دوست ہے۔ قمر میں تو صرف تمہارا کلاس فیلو تھا۔ ملاقات کیا بات بھی کم کم ہوتی تھی۔ تب

تمہاری امی نے نے میرے ماتھے پہ پیار کیا تھا۔ میرے ماتھے پہ کیا ہوا وہ پیار آج بھی اپنی پوری مٹھاس کے ساتھ میری روح میں محفوظ ہے۔ وہ بولیں تھیں تم بہت بہادر بیٹے ہو۔ ہمت والے ہو۔ یہ ثمر سارا سارا دن تمہاری باتیں کرتا ہے۔ تمہاری ہمت اور حوصلے پہ ناز کرتا ہے۔ پر ہے بڑا شرمیلا۔ تم سے کبھی نہیں کہہ سکا۔ تمہارا گھر میں اتنا ذکر ہوتا ہے کہ اگر میرا کوئی دوسرا بیٹا ہوتا تو بھی اتنا ذکر اس کا نہ ہوتا۔

میں اس روز شام تک تمہارے گھر ٹھہرا تھا ثمر شام تک نہ مار کا خوف آیا نہ ڈانٹ کا۔

اس توجہ اور محبت نے ہر غم اور خوف کو بھلا دیا تھا۔ جو تمہاری امی کے لفظوں میں تھی۔ پھر میں ہفتے میں کئی بار تمہارے گھر آنے لگا۔ دوستی مضبوط ہوتی گئی۔ میں مضبوط ہوتا گیا۔ مجھے احساس رہنے لگا کہ کوئی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ کوئی میرے لئے بھی دعا کرتا ہے۔ تم میرا یقین بنے اور سچ پوچھو تو یہ یقین میرے، بہت کام آیا۔ تمہارے خیال سے ہی مجھے ہمت ملنے لگتی۔ میری بے بسی اور بے کسی کے لمحوں میں ماں کے نرم لفظ مجھے یوں تھام لیتے جیسے ڈوبتے کو تھامتے ہیں۔

یہ آرزوئیں بانس کے پودے جیسی کیوں ہوتی ہیں۔ کہاں سے دل میں اگ آتی ہیں پہلے سر نکالتی ہیں پھر اپنا آپ دکھانے اور منوانے لگتی ہیں۔ میں نے کتنی بار چاہا تھا کہ کاش یہ میرا گھر ہوتا یہ میری ماں ہوتیں۔ تم میرے بھائی ہوتے۔ تبھی میری تائی نے ایک روز یہ کہہ کر گھر سے نکال دیا تھا کہ تم جیسے نکھٹو کا بوجھ ہم سے نہیں اٹھایا جاتا۔ تمہارا گھر بھی سنبھالو اور تم کو بھی پالو۔ ماں باپ خود مر گئے اور مصیبت ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ انہوں نے میرا گھر رکھ لیا اور مجھے نکال دیا۔ وہ گھر اور گھر والے شاید میرے کبھی تھے ہی نہیں۔ تبھی تو میرے وہاں سے نکالے جانے پہ نہ کوئی افسردہ تھا نہ غم زدہ۔ نہ کوئی آنکھ نم ہوئی نہ کوئی ہونٹ وا ہوا۔

قول آخری ہے آدمی پہ آنے والا غم اسکی برداشت سے کبھی بڑا نہیں ہوتا۔ غم کا کوئی وطن نہیں ہوتا۔ کوئی گھر نہیں ہوتا۔ یہ ظالم بولائی ہوئی آوارہ ہوا کی طرح بھرے شہر میں خالی ریگستان میں کہیں بھی آ دھمکتا ہے۔

مجھے لگتا تھا یہ اولڑا غم صرف مجھ غریب پر ہی اترا ہے۔ میری جان لے کر رہے گا۔ بے گھر بے در آدمی کا غم بھی بے کنار ہوتا ہے۔ اندیشے اور خوف کی طرح ہر طرف پھیلا ہوا۔

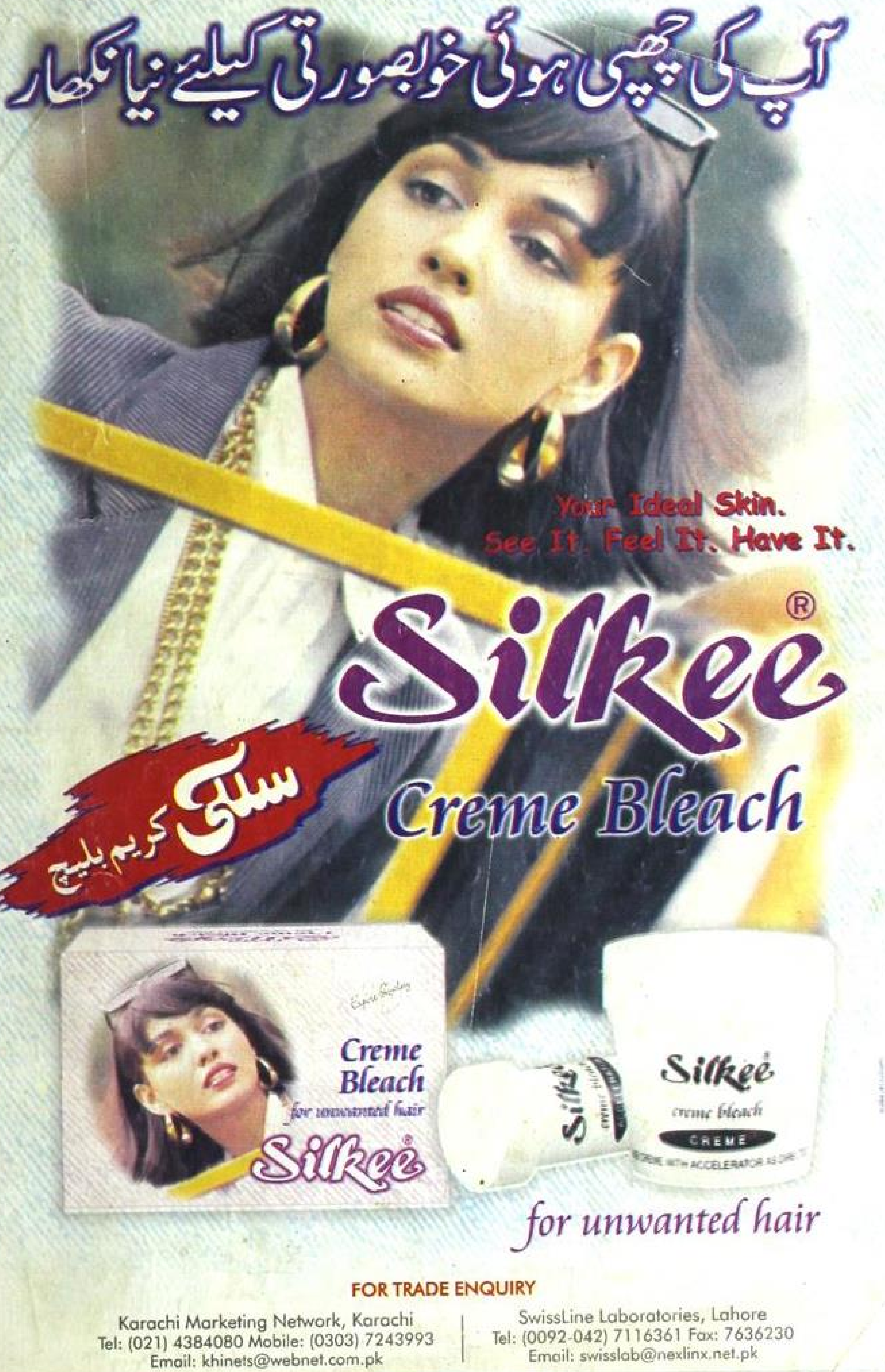
ایسے میں تمہاری امی نے کہا تھا بیٹے قمر اندیشے اور خوف کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ بس ان کے بیان کرنے تک اندھیری رات کے آخری پہر میں ایک ننھی منی سی کرن اسے مات دے دیتی ہے۔ تب تمہاری امی نے اپنی باتوں سے مجھے جتا دیا تھا۔

وہ سمندر کے بیچوں بیچ مضبوط پتھر اور اینٹوں سے بنا وہ مینار تھیں جو لائٹ ہاؤس کہلاتا ہے۔

اندھیرے اور مایوسی میں یہاں سے چمکنے والی روشنی کی کمزور اور معصوم سی کرنیں کتنے ہی جہازوں اور جہاز رانوں کو راستہ اور مسافروں کو زندگی دیتی ہیں۔ کون جانے اس مینار کی اپنی گہرائی اور مضبوطی کتنی ہے؟ گہرے پانیوں میں اس کی موجودگی دوسروں کے لئے جینے کی وجہ ضرور بنتی ہے۔ تب مجھے لگا تھا انسان بھی اس طرح جذبے سے بھرا ہو تو مضبوطی سے بندھا کھڑا رہ سکتا ہے۔

میری باقی عمر تمہارے ساتھ تمہارے گھر میں گزاری کبھی اس شہر اور کبھی اس شہر میں تمہارے امی ابو کے اب ہم دو بیٹے تھے سکول مکمل ہوا پھر کالج مکمل ہوئے ہم دونوں کی ماں نے کس قدر چاہت سے شادیاں کی تھیں۔ ایک گھر سے دو نئے گھروں نے جنم لیا تھا۔ اس بیچ میں کون سا دن ہے کون سا لمحہ ہے جو میں بھول پاؤں گھر میں ہم دو ہی بیٹے تھے نام بھی ایک جیسے اور سلوک بھی ایک جیسا۔ تبھی میں نے ایک شام اپنے مولا سے ہاتھ پھیلا کر دعا کی تھی...... الٰہی! مجھے اس دروازے جیسا بنا دے جو ہمیشہ اس گھر کے مکینوں کی خوشی کے لئے کھلے۔

چند روز ہوئے یہ دروازہ اسی گھر کی خوشی کے لئے کھلا تھا۔ جب ڈاکٹر نے ایک نامعلوم کال سی تھی۔ اور بتایا تھا کہ مریضہ کی حالت اتنی نازک ہے کہ کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے۔ سارے اخباروں میں اشتہار بھی دیئے جا چکے ہیں اس کے دونوں بیٹے اپنے دوستوں جاننے والوں سے بھی کوشش کر



آپ کی چھپی ہوئی خوبصورتی کیلئے نیا نکھار
Your Ideal Skin.
See It. Feel It. Have It.
Silkee®
Creme Bleach
سلکی کریم بلیچ
Creme
Bleach
for unwanted hair
Silkee®
Silkee
creme bleach
CREME
for unwanted hair
FOR TRADE ENQUIRY
Karachi Marketing Network, Karachi
Tel: (021) 4384080 Mobile: (0303) 7243993
Email: khinets@webnet.com.pk
SwissLine Laboratories, Lahore
Tel: (0092-042) 7116361 Fax: 7636230
Email: swisslab@nexlinx.net.pk